یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.

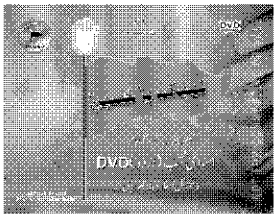

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباس

۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

ابتلائے انبیاء و اہلِ بیتؑ کا دردناک بیان

روضۃ الشہداء

مفسرِ قرآن

حضرت علامہ ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ تفسیر حسینی

مترجم

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتبخانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 2646756

اِبتلائے اَنبیاء واہلِ بیت کا دردناک بیان

رَوضۃ الشہداء

اوّل

سنگیل سکیمہ
حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸

تصنیف

حضرت جناب ملا حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

﴿صاحبِ تفسیر حسینی﴾

مترجم

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

0300-6674752

انتساب

لذتِ اشک ریزی سے
آشنا آنکھوں کے نام

فہرست

تعارف اور سوانحی خاکہ	۲۶	رونے کا مقام	۶۲
تصانیف	۲۸	نیازمندی کے آنسو	۶۳
تفسیر حسینی قادری	۳۱	حضرت آدم کی دعا یہ تھی	۶۴
مسلک مصنف	۳۲	ہابیل و قابیل کا تنازعہ	۶۵
لطیفہ	۳۳	ہابیل کی قربانی	۶۷
مقدمہ	۳۴	تلاش ہابیل	۶۸
باب اول بعض انبیاء کی	۵۰	فریاد آدم	۷۰
ابتلاء کے بیان میں		ایک اہم نکتہ	۷۲
ابوالبشر آدم صفی اللہ کی ابتلاء	۵۱	**ابتلائے نوح**	۷۴
شجرِ ممنوعہ	۵۲	تبلیغ کا کام	۷۴
اِنخلائے بہشت	۵۴	کشتی نوح	۷۶
شاخِ محبت	۵۵	**اقوال محدثین**	۷۹
عشق تلاش میں تھا	۵۷	پہلی روایت	۷۹
جنت سے زمین پر	۵۹	دوسری روایت	۷۹
آدم کی گریہ زاری	۶۰	تیسری روایت	۸۱

ابتلائے ابراھیم ۸۳
آتشکدۂ نمرود میں ۸۴
جوابِ خلیل ۸۵
جبریل کی آمد ۸۶
خدا سے تو کہیں ۸۷
دوسری زبردست آزمائش ۸۸
حسنِ ذبیح جوابِ خلیل ۸۹
جنابِ ہاجرہ کا ایثار ۹۱
ابلیس کا دوسرا وار ۹۴
ابلیس و ذبیح ۹۴
انبیا کے خوابوں میں
شیطان نہیں ۹۶
قربانیٔ خلیل اور جذبۂ ذبیح ۹۸
حضرت ذبیح کی وصیت ۱۰۰
دوسری وصیت ۱۰۱
ماں کے نام سلام ۱۰۲
فرشتوں کا سوال ۱۰۳
ستر بار چھری چلائی گئی ۱۰۴
کون زیادہ سچا ہے ۱۰۵
کون قربان ہوا ۱۰۶
دعائے اسماعیل ۱۰۷
غمِ حسین میں رونے کا ثواب ۱۰۸
سہل بن عبداللہ تستری کا خواب ۱۱۰
غمِ حسین پناہ حسین ۱۱۱
ابتلائے یعقوب ۱۱۲
عجیب شانِ نزول ۱۱۲
زیادہ محبوب کون؟ ۱۱۴
کس جرم کی سزا دیں گے ۱۱۵
اطمینانِ مصطفےٰ کے لئے ۱۱۶
یوسف کا واقعہ ۱۱۷
اضطرابِ یعقوب ۱۲۰
یوسف کو باپ کی وصیت ۱۲۲
یوسف کی ہمشیرہ کا غم ۱۲۳
برادرانِ یوسف کا سلوک ۱۲۶
اندھے کنوئیں میں پھینک دو ۱۳۲
جبریل میرے بندے کی مدد کر ۱۳۶

جبریل صُورتِ یعقوب میں ۱۳۶
انتظارِ یعقوب ۱۳۸
حضرت یوسف کی وصیت ۱۴۰
وصیت امام حسین کی مشابہت ۱۴۱
یہودا کو بھائیوں کی ملامت ۱۴۲
یعقوب سے ملاقات ۱۴۳
برادران یوسف کی پریشانی ۱۴۵
بیٹی کے آنسو ۱۴۶
فرشتوں کی آہ وزاری ۱۴۷
تلاشِ یوسف ۱۴۷
فراق زین العابدین ۱۴۸
زنجیریں پہنادو ۱۴۹
کچھ اور یاد آرہا ہے ۱۵۰
بیچنے والوں کو مل لینے دو ۱۵۱
میرا پیار یاد رکھنا ۱۵۲
باپ کے نام پیغام ۱۵۳
ماں کے مزار پر ۱۵۳
ماں کا جواب ۱۵۴
نگران کی جفا کاری تیز آندھی ۱۵۵
کربلا والوں کا کیا حال ہوگا؟ ۱۵۷
زندانِ یوسف ۱۶۰
فریاد یوسف بدرگاہِ خداوندی ۱۶۱
بشارت وحی ۱۶۲
اہلِ مصر کے تبصرے ۱۶۴
ناراضگی عزیز نافرمانی خدا سے بہتر ۱۶۵
قید تنہائی کا علاج ۱۶۶
ایک کنعانی سے ملاقات ۱۶۷
بارہ شاخوں والا درخت ۱۶۹
پیغام کی قیمت ۱۷۰
زمین نے پاؤں چھوڑ دیئے ۱۷۲
قاصدِ یوسف یعقوب کے حضور ۱۷۳
ایک نظر ادھر بھی ۱۷۵

ابتلائے ایوب کا بیان

خدا کے رہنے کی جگہ ۱۷۹
پیغام ابتلاء ۱۸۰
رضائے دوست ۱۸۱

بیٹے بھی چل دیئے ۱۸۲
خود کو بھی سپرد کر دیا ۱۸۳
وہ بھی مقام صبر تھا
یہ بھی مقام صبر ۱۸۴
ابتلائے زکریا ۱۸۶
سیرت یحییٰ علیہ السلام ۱۸۶
ولی کی صفت رونا ہے ۱۸۸
غلبۂ خوف خدا ۱۸۹
یحییٰ پر وعید ربانی کے اثرات ۱۸۹
گم شدہ بیٹے کی تلاش ۱۹۰
چرواہے سے ملاقات ۱۹۱
بیٹے کی دردناک ملاقات ۱۹۲
دوبارہ صحرا کی طرف ۱۹۳
نظریں اُٹھا کر دیکھو ۱۹۴
نظریں جھکا دو ۱۹۴
میدان محشر میں بنتِ رسول کی آمد ۱۹۵
باپ بیٹی کی گفتگو ۱۹۶
یحییٰ کے قتل کا حکم ۱۹۷
درخت کی پناہ ۱۹۸
ابلیس کی شرارت ۱۹۹
آرا چلتا رہا شکر ہوتا رہا ۲۰۰
حضرت یحییٰ کی شہادت ۲۰۱
حسین بار بار یحییٰ کا ذکر کرتے ۲۰۲
امام حسین کا بدلہ ۲۰۲
دوسری روایت ۲۰۳
امام مہدی انتقام حسین لیں گے ۲۰۳
باب دوم ۲۰۵
عظیم بلا عظیم جزا ۲۰۶
سب سے بڑا امتحان حضور کا ۲۰۸
دوسری مصیبت ۲۱۲
بعثت و دعوت ۲۱۴
دو ہمسائے ۲۱۵
ابولہب اور اس کے ساتھیوں کا کردار ۲۱۷
بڑی سختی کیا تھی؟ ۲۱۸
مصائب ہی مصائب ۲۲۲
جناب فاطمہ کی بے قراری ۲۲۲

یا شاہت الوجوہ ۲۲۳
حسین سے لڑنے والوں
کا انجام ۲۲۴
اندھے کا خواب ۲۲۵
کفار کا تشدد ۲۲۸
حمزہ کیسے مسلمان ہو گئے ۲۳۰
حمزہ کا قبول اسلام اور
ابوجہل سے انتقام ۲۳۴
شعب ابوطالب ۲۳۵
دو ساتھی الگ ہو گئے ۲۳۷
خدیجۃ الکبریٰ کا آخری وقت ۲۳۸
فاطمۃ الزہرا کی آہ وزاری ۲۳۹
آرزوئے خدیجہ ۲۴۰
پیغام خداوندی ۲۴۲
قریش مکہ کی شدت ۲۴۳
خاندانِ نبوت کا پہلا شہید ۲۴۳
غزوۂ اُحد ۲۴۶
نافرمانی کی سزا ۲۴۷
ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے ۲۵۰
لافتیٰ الاعلیٰ ۲۵۱
اتباع رسول کا صدقہ ہے ۲۵۱
خاندانِ نبوت کے دوسرے شہید ۲۵۶
وحشی اور ہندہ ۲۶۰
شیطان کی آواز کے مدینے میں اثرات ۲۶۱
سیدہ فاطمہ کی حالت زار ۲۶۲
ایک ذیبانی عورت ۲۶۴
قاصدہ کا بے مثال ایثار ۲۶۵
باپ بیٹی کی ملاقات ۲۶۸
رسولِ رحمت حمزہ کی لاش پر ۲۶۰
حضرت صیغہ کی آمد ۲۷۰
پہلی بڑی مصیبت ۲۷۱
شہیدوں کی نماز جنازہ ۲۷۲
ستر بار نماز جنازہ ۲۷۳
غریبوں پر رونے والا کوئی نہیں ۲۷۴
حضرت حمزہ پر رونے والیاں ۲۷۵
آسمان کے سرخ آنسو ۲۷۶

خون حسین کے اثرات ۲۷۶
فرشتوں کی امداد مسترد کردی ۲۷۷
خاندان مصطفیٰ کے تیسرے شہید ۲۷۸
پرچم اسلام کی حفاظت ۲۸۰
دو پروں والے ۲۸۰
جنت میں پرواز ۲۸۱
جعفر طیار کی وجہ تسمیہ ۲۸۱
غم جعفر طیار میں اشکباری ۲۸۳
اگر کوئے روئے ۲۸۴
عبداللہ بن جعفر کیلئے دعا ۲۸۴
میں ان کا مددگار ہوں ۲۸۵
ابتلائے مصطفیٰ بیٹے کی جدائی ۲۸۶
نواسے پر بیٹا فدا کردیا ۲۸۹
باب سوم ۲۹۲
منزل ہے مقام نہیں ۲۹۳
پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ۲۹۴
اگر یہاں رہنا ہوتا ۲۹۸
موت کے غم کا علاج ۳۰۰
ذکر وصال مصطفیٰ ۳۰۱
کیا گواہی دو گے ۳۰۲
مومنوں کی جانوں کے مالک ۳۰۲
کیا سلوک کرتے ہو؟ ۳۰۵
محبوب مصطفیٰ حسین ۳۰۶
آپ تو بخشے ہوئے ہیں ۳۰۸
صحابہ کرام کیلئے دعائے رسول ۳۱۰
صحابہ کی گذارشات ۳۱۲
دنیا میں رہنے کا اختیار تھا ۳۱۴
اُحد والوں کیلئے دعاء مغفرت ۳۱۵
کل کس کی باری ہے ۳۱۶
بخاری کی شدت ۳۱۷
درد کی قیمت ۳۱۸
امراض انبیاء ایسے نہیں ہوتے ۳۱۹
دو نسبتیں دو شہید ۳۲۰
اشکوں بھری مسکراہٹ ۳۲۲
اولادِ فاطمہ کی بزرگی ۳۲۳
وصیتِ مصطفیٰ ۳۲۴

انصارِ مدینہ کی پریشانی ۳۲۵
صحابہ کو آخریں وصیت ۳۲۶
اپنا بدلہ لے لو ۳۲۷
تین درہم آپ کے ذمے ۳۲۹
مجھے کوڑا مارا تھا ۳۳۰
جناب سیدہ کی بے قراری ۳۳۱
قصاص ہم پر واجب ہے ۳۳۳
سبطین کی گذارش ۳۳۳
مہر نبوت چوم لی ۳۳۴
ہمیں مولا کی رضا منظور ہے ۳۳۵
امام الانبیاء کی نماز ۳۳۶
ابوبکر صدیق کی اشکباری ۳۳۷
اہل بیت کے خواب ۳۳۹
ملک الموت کی درخواست ۳۴۱
عزرائیل کا اجازت طلب کرنا ۳۴۳
سیدہ فاطمہ کا جواب ۳۴۴
باپ بیٹی کی گفتگو ۳۴۵
حسنین کریمین کی آمد ۳۴۷
میرے بیٹوں کی تکریم کرنا ۳۴۸
ہم کس کی پناہ لیں گے ۳۴۹
صحابہ کی اشکباری علی کو وصیت ۳۵۰
اب ہم خوش ہیں ۳۵۱
وصال محبوب ۳۵۵
جناب سیدہ کی اشکباری ۳۵۶
غم مصطفیٰ میں رونے کی قیمت ۳۵۸
باب چہارم ۳۶۰
اولادِ رسول ۳۶۱
سیدہ کی ولادت باسعادت ۳۶۲
گلشن عصمت وطہارت کا پھول ۳۶۳
پہلا غسل آب کوثر سے دیا ۳۶۴
سب سے زیادہ محبت ۳۶۵
عورت کیلئے بہتر چیز ۳۶۵
کیا سیدہ بیٹوں کے قاتلوں سے خوش ہیں؟ ۳۶۶
گمشدگی امام حسین ۳۶۷
گفتگوئے آہو ۳۶۸

حسن کی یہودی سے گفتگو ۳۶۹
تعارف اور گفتگو کا اثر ۳۷۰
صالح کا اسلام اور
امام حسین کی واپسی ۳۷۲
آستانہ بتول پر ۳۷۳
دربارِ علی میں ۳۷۴
بارگاہِ رسول میں ۳۷۴
دربارِ خداوندی میں ۳۷۵
اب معافی ہوتی ہے ۳۷۶
غور کیجئے ۳۷۶
مناقب بتول ۳۷۷
شان زہرا کب سے ہے ۳۷۹
حدیث کسا ۳۸۱
جناب سیدہ کا شادی کا بلاوا ۳۸۲
پریشانی یہ ہے ۳۸۴
اگر آج میری ماں زندہ ہوتی ۳۸۶
بیٹی غم نہ کر ۳۸۶
انعام و پیغام خداوندی ۳۸۷
پوشاک زہرا کی شان ۳۸۹
غرور والیوں کے سر جھک گئے ۳۹۱
دولت ایمان ملک گئی ۳۹۳
بیان تزویج مبارک کا ۳۹۴
صرسائیل فرشتے کی آمد ۳۹۵
جبریل کی آمد ۳۸۶
دعائے رسول برائے علی و قبول ۳۹۷
آسمان پر زہرا و علی کا نکاح ۳۹۸
پروانہ ہائے نجات اُمت ۳۹۹
عقد زہرا زمین پر ۴۰۰
دعائے برکت ۴۰۱
اہل عرفان میں سب سے بہتر ۴۰۲
آنسوؤں کی حقیقت ۴۰۳
جناب سیدہ کا جہیز ۴۰۴
آسمانوں پر سامان جہیز ۴۰۴
بنت سلیمان کا جہیز ۴۰۶
لوائے حمد کا بیان ۴۰۸
ہماری طرح بھوکا بچہ بھی ہوگا ۴۱۰

بھوک نہ ستائے ۴۱۱
خزانہ غیب سے آنے والا کھانا ۴۱۳
خالی برتن خود بخود بھر گیا ۴۱۵
مریم بھی یہی کہتی تھیں ۴۱۶
وصال مصطفےٰ کے بعد ۴۱۸
جناب سیدہ مزار رسول پر ۴۱۹
یا علی یہ باپ کے فراق کا غم ۴۲۱
سب سے زیدہ رونے
والے پانچ افراد ۴۲۲
جناب سیدہ کے آخری لمحات ۴۲۵
حضرت علی کا سوال ۴۲۵
حضرت زہرا کا جواب ۴۲۷
جناب علی کا اظہار غم ۴۳۰
جناب علی کا اظہار غم ۴۳۰
سیدہ کا حسنین کیلئے اضطراب ۴۳۱
حسنین کا کھانے سے انکار ۴۳۲
جناب سیدہ کی وصیت ۴۳۴
حضرت علی کی وصیتیں ۴۳۶
حضرت حسنین کی آمد ۴۳۷
ہمیں نانا جان نے بھیجا ہے ۴۳۸
حسنین امی جان کے حضور میں ۴۳۸
سیدہ کا خود غسل مبارک فرمانا ۴۳۹
کافور بہشتی ۴۴۰
سیدہ کی اُمت کے لئے دعا ۴۴۱
جناب سیدہ کا وصال ۴۴۲
باب پنجم ۴۴۵
زاہد یمن کی دعا ۴۴۶
ولادت علی کی پیشگوئی ۴۴۸
زاہد کی کرامت ۴۴۹
ولادت حیدر کرار ۴۵۰
نام علی کیسے رکھا؟ ۴۵۲
دودھ کیوں نہیں پیا تھا ۴۵۴
علی کا پہلا اور حضور کا آخری غسل ۴۵۶
علی آغوش رسول میں ۴۵۷
حضرت علی کی کنیت ۴۵۸
ابوالریحانتین اور دو رکن ۴۶۰

تین بڑی مصیبتیں ۴۶۰
شہیدوں کا مدفن ۴۶۲
حضرت علی کے القاب ۴۶۳
بغض علی نیکیاں ضائع کر دیتا ۴۶۳
حضور کی علی سے محبت ۴۶۴
حضرت علی سے دوستی ۴۶۴
دشمن علی کو قتل کر دو
ایک خواب ایک حقیقت ۴۶۶
دشمن علی منبر سے گر کر مر گیا ۴۶۸
علی سے خدا نے سرگوشی کی ۴۶۹
خصائص وفضائل ۴۷۱
علوم حیدر کرار ۴۷۲
علی کا مقام عبادت ۴۷۴
مقام بردباری ۴۷۴
تواضع اور انکساری ۴۷۵
سخاوت وعطا ۴۷۶
زہد وتقویٰ کا مقام ۴۷۷
قرآن مجید تلاوت کا عرصہ ۴۷۹
زمین کا کلام کرنا ۴۷۹
پوشیدہ چشمہ ۴۸۰
جرأت وشجاعت ۴۸۳
شہادت حیدر کرار کے واقعات ۴۸۴
خارجیوں سے افہام وتفہیم ۴۸۵
خارجیوں کی رشہ دوانیاں ۴۸۶
دو تہائی خارجی دین میں داخل ۴۸۶
خارجیوں کا باوا آدم ۴۸۷
ایک راہب کا جنگ سے روکنا ۴۸۹
حضرت علی کا جواب ۴۹۰
شک دور کر دیا ۴۹۱
حق وباطل کا مقابلہ ۴۹۴
ذوالثدیہ کی تلاش ۴۹۶
ابن ملجم قاتل علی کا حال ۴۹۶
شہادت کی پیشگوئی ۴۹۷
ابن ملجم کا اضطرابی جواب ۴۹۸
ایسا ضرور ہوگا ۴۹۹
ابن ملجم کوفے میں ۵۰۰

امیر المومنین کا خطبہ اور اعلانِ شہادت ۵۰۵
ابن ملجم کا راز ۵۰۷
رونے کی کوشش کرو ۵۰۸
حضرت علی کی غذا ۵۰۹
ابن ملجم کی تیاری ۵۱۰
سفرِ آخرت کی تیاری ۵۱۰
مرغابیوں کی فریاد ۵۱۱
شرابی قاتل ۵۱۳
خارجیوں کے تین حملے ۵۱۴
ابن ملجم کا وار نماز میں ۵۱۵
ایک قاتل کا انجام ۵۱۷
ابن ملجم کی گرفتاری اور حضرت علی کی عطا ۵۱۷
علی کا صبح سے خطاب ۵۱۹
اولادِ علی کی فریاد ۵۲۰
حضور خوابِ بوتراب میں ۵۲۲
یہ زخم لاعلاج ہے ۵۲۲
حضرت علی جوارِ علی الکبیر میں ۵۲۴
ہاتفانِ غیب کی مزید آوازیں ۵۲۵
تکفین و تدفین کیسے ہو ۵۲۵
مزارِ علی کہاں ہے ۵۲۶
ایک بیمار عاشق کا حال ۵۲۸
وصال عاشق و معشوق ۵۳۱
حضرت امام حسن کی بیعت ۵۳۲
ابن ملجم کا انجام ۵۳۳
باب ششم ۵۳۵
ولادت باسعادت ۵۳۶
نام خدا نے رکھا ۵۳۷
حضور سے مشابہت ۵۳۸
محبت رسول کی ۵۳۹
سوار اور سواری ۵۴۱
نکتۂ فضیلت ۵۴۲
افضیلتِ نسبی ۵۴۴
یہ جادو نہیں دعا ہے ۵۴۶
امام کا خطبہ اور کوفیوں کی بیعت ۵۴۸

جنگ کی تیاری اور کوفیوں کی بے وفائی ۵۴۹
امام حسن پر حملہ ۵۵۰
کیوں صلح کی تھی ۵۵۱
رسول اللہ کا خواب ۵۵۲
شر انگیزی کا سدِ باب مگر ۵۵۲
زہر لانے والے کا انجام ۵۵۵
زہر منگوانے والے کا انجام ۵۵۶
مروان بن حکم کا دام فریب ۵۵۸
عورت کا مکر شیطان سے بڑا ہے ۵۵۹
جعدہ ایسونیہ کے دام میں ۵۶۱
امام حسن دار الشفاء رسول میں ۵۶۲
جعدہ کا دوسرا وار ۵۶۳
مدینہ سے موصل میں ۵۶۴
اندھے کی لاٹھی ۵۶۵
اندھے کے ساتھ امام کا سلوک ۵۶۶
اندھے کا انجام ۵۶۸
مروان کا آخری وار ۵۶۸
جعدہ کا داؤ چل گیا ۵۷۰
امام عالی مقام کا خواب ۵۷۱
جگر ٹکڑے ہو گیا ۵۷۲
حدیثِ معراج کی تفسیر ۵۷۴
رونے دیں ۵۷۶
امام کو زہر کس نے دیا ۵۷۷
امام حسن کا قاتل سے خطاب ۵۷۸
امام حسن کا وصال مبارک ۵۷۹
مقامِ تدفین ۵۸۰
امام حسن کی عمر مبارک ۵۸۱
جعدہ کا انجام ۵۸۱

تعارف

مفسرِ قرآں، محققِ دوراں
حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ اردو اور پنجابی کے معروف نعت گو شاعر، ادیب اور مترجم تھے وہ تمام عمر علم وادب کے فروغ واشاعت کیلئے مصروفِ عمل رہے بڑے بڑے نامور نعت گو شاعران کے شاگرد رہے ہیں۔

ولادت

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش دسمبر 1932ء میں ضلع امرتسر کے قصبہ ''گنڈی ونڈ'' میں ہوئی آپ کا تعلق شیخ برادری سے تھا۔ والدِ گرامی شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ تجارت پیشہ کے ساتھ ساتھ مذہبی لگاؤ بھی رکھتے تھے اور گاؤں کی مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور اپنے گاؤں ہی سے حاصل کی قرآن پاک ناظرہ کے علاوہ عربی اور فارسی کی بنیادی تعلیم بھی اپنے والد گرامی سے حاصل کی آپ چونکہ اپنے والدین کی پہلی نرینہ اولاد تھے اس لئے والد نے آپ کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی۔ آپ نے پرائمری گنڈی ونڈ سے حاصل کی، آپ کی

سکول کی تعلیم لوئر مڈل سے آگے نہ جا سکی۔

دینی تعلیم

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دینی تعلیم کا آغاز جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مولانا سیّد منصور شاہ صاحب سے صرف ونحو پڑھتے ہوئے کیا۔ موصوف ہی سے آپ نے علوم متداولہ کی تمام کتب پڑھیں اور آٹھ سالہ درس نظامی کا کورس اپنی ذہانت وفطانت کی بنا پر دو سال میں مکمل کر لیا۔ پھر دورۂ حدیث شریف جامعہ رضویہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول رضوی سے مکمل کر کے 1970ء میں دستارِ فضیلت اور سند حاصل کی، دینی تعلیم کے علاوہ آپ نے طبیہ کالج سے طب یونانی میں ڈپلومہ بھی حاصل کیا۔

سلسلہ چشتیہ میں بیعت

1948ء میں آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت پیر سیّد محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پر بیعت ہو کر خلافت واجازت سے نوازے گئے اور اس وقت سے چشتی کی نسبت آپ کے نام کے حصہ کے طور پر معروف ہو گئی۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت بابا جی محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیر سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف اور سیال شریف سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد ضلع شیخوپورہ قیام

ضلع شیخوپورہ میں مانانوالہ کے قریب ایک "رسولپور ککی" ہے اسے رسولپور جٹاں بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں قیام پاکستان سے پہلے ہی آپ کے کچھ رشتہ دار قیام

پذیر تھے۔آپ کے والد گرامی بھی اس گاؤں میں تجارت کے سلسلہ میں آتے رہتے تھے،ہجرت کے بعد آپ بھی رسولپور جٹاں میں قیام پذیر ہو گئے۔

شیخوپورہ سے فیصل آباد منتقلی

آپ قیام پاکستان کے بعد رسولپور لکی میں رہتے تھے، وہاں سے کاروبار کے سلسلہ فیصل آباد آنا جانا رہتا تھا، 1953ء میں فیصل آباد میں اپنے کچھ رشتہ داروں کے ساتھ مل کر کارخانہ بازار میں سوپ میٹریل کا کاروبار شروع کیا اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی پھر 1955ء میں کتابوں کے اشاعتی کاروبار سے منسلک ہو گئے اس کاروبار میں ترقی ہوئی اس طرح 1955ء میں آپ کا سارا خاندان رسولپور جٹاں ﴿شیخوپورہ﴾ سے فیصل آباد منتقل ہو گیا۔ یہاں پھر 1964ء میں جامعہ رضویہ کے باہر ارشد مارکیٹ میں چشتی کتب خانہ قائم کیا جو اب تک علم وادب اور مذہب وملت کی اشاعتی خدمات انجام دے رہا ہے۔

شاعری میں مقام

آپ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں نعت لکھتے تھے آپ کے اس جوہر کو فیصل آباد کے مذہبی ماحول میں اور جلاء ملی آپ کی لکھی ہوئی نعتیں شہر میں ہونے والی محافل میلاد اور عرسوں کی تقریبات میں پڑھی جانے لگیں اس سے آپ کا نام شہر میں گونجنے لگا جو جلد ہی پورے ملک میں نعتیہ شاعری کے اعتبار سے مقبول ومعروف ہو گیا فیصل آباد میں ہونے والے پنجابی اور اردو کے مشاعروں میں شرکت کی تو ہر طرف سے داد پائی۔

ایک دفعہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں کثیر علماء موجود تھے وہاں محمد علی ملتانی نے اپ کی لکھی ہوئی یہ نعت پڑھی۔

محمد کا در چھوڑ کر جانے والو ملا نہ ٹھکانہ تو پھر کیا کرو گے

اس نعت پر علماء نے بڑی داد دی ماہنامہ ''رضوان'' لاہور اور ''ماہ طیبہ'' کوٹلی لوہاراں نے یہ نعت شائع کی علماء کرام نے بہت شفقت کی بالخصوص فقیہہ عصر عاشق رسول حضرت مولانا الحاج مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی نے اس نعت شریف کی مقبولیت کی وجہ سے آپ کی دعوت کی۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف زبانوں اردو، فارسی، عربی، پنجابی اور سرائیکی پر مکمل عبور تھا وہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں ہونے والی ادبی تقریبات، محافل، میلاد، محافل نعت اور سیرت النبی کانفرنسوں میں شریک ہوتے اور اپنا کلام سنا کر داد حاصل کرتے۔

آپ نے فیصل آباد 1960ء کی دہائی میں ہنگامہ خیز ادبی تحریک شروع کی پنجابی بزمِ ادب کے وہ بانی تھے اس بزم کے پلیٹ فارم سے آل پاکستان مشاعرے، طرحی مشاعرے اور نعتیہ محافل ان کا طرۂ امتیاز تھا 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد دھوبی گھاٹ کے گراؤنڈ میں ہونے والا ملک گیر مشاعرہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ تھا اس اجتماع میں ایک لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی اس سے پہلے یا اس کے بعد آج تک اتنی بڑی محفل مشاعرہ اس شہر میں منعقد نہیں ہو سکی آپ مشہور نعت گو شاعر دائم اقبال دائم کی مناسبت سے اپنا تخلص صائم لکھتے تھے۔

آپ کی نعتیہ شاعری اور شاگرد

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف نعتیہ شاعری کی بلکہ ملک میں

نعت گوشاروں اور نعت خوانوں کی اچھی بھلی جماعت تیار کی کئی شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اصلاح لیتے تھے اردو اور پنجابی زبان کی اپنی لکھی ہوئی کتب کی تعداد ایک سو سے زائد ہے آپ پورے پاکستان کے شاعروں سے نعت لکھواتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے مجموعوں کو شائع کرتے،،

آپ کے چشتی کتب خانہ پر ہر سال منعقد ہونے والی محفلِ نعت پاکستان بھر میں خصوصی شہرت کی حامل تھی اس محفل میں نعت پڑھنے کے لئے ملک کے سینکڑوں نعت خواں منتظر رہتے اور سٹیج پر آ کر نعت پڑھنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

آپ بعض دفعہ ہلکے پھلکے مشاعرے اپنی دکان پر ہی کر ڈالتے داد دینے میں آپ نے کبھی بخل سے کام نہ لیا خصوصاً نو آموزوں کی خوب خوب حوصلہ افزائی فرماتے آپ کی دکان پر اکثر شاعروں اور نعت خوانوں کی مجلس رہتی نعت کے میدان ان کی خدمات کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ فیصل آباد کو شہر نعت بنانے میں آپ اور آپ کے دست راست حافظ محمد حسین حافظ کا بہت بڑا کردار ہے۔

شاعری میں آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن میں خاص طور پر درج ذیل اسماء گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔

☆جناب الحاج یوسف نگینہ صاحب ☆الحاج طاہر رحمانی المعروف حافظ طاہر بجلی ☆جناب عبد الستار نیازی ☆جناب ناصر چشتی ☆ جناب محمد مقصود مدنی ☆ جناب یٰسین اجمل ☆جناب جمیل چشتی ☆جناب اقبال شیدا ☆جناب قائد شرقپوری ☆جناب سید خضر حسین شاہ اور ☆جناب واصف بڈیانوی وغیرہ

آپ کی نعتوں میں غنائیت اور نغمگی آپ کے مزاج کا خاصہ ہے آج کل اکثر بڑے بڑے نعت خواں بڑی بڑی محافل میلاد میں آپ کی نعتیں پڑھ کر داد حاصل

کر رہے ہیں۔

تصنیفی و تحقیقی خدمات

محترم صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ اردو اور پنجابی زبان کے نامور ادیب، جید عالم اور محقق تھے انہوں نے کئی موضوعات پر تحقیقاتی کتب لکھیں کئی عربی اور فارسی کتب کے تراجم کئے خاص طور پر تفسیر، حدیث تصوف اور عربی منظور کتب کے اردو میں تراجم کر کے اردو دان طبقہ کے لئے بڑا احسان کیا۔

آپ کی کتب کی تعداد 400 کے لگ بھگ ہے آخر میں چند اہم کتب اور تراجم کے نام لکھے جائیں گے آپ نے بے شمار علمی و ادبی موضوعات پر تنِ تنہا بے سرو سامانی کے عالم میں کسی سرکار گرانٹ کے بغیر انتہائی تحقیقی کام کیا جو انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے خاص طور پر تفسیر کبیر اور تفسیر ابن عربی کا ترجمہ، ایمانِ ابی طالب، مشکل کشا، شہید ابن شہید، گیارہویں شریف اور دیوان حضرت ابو طالب کا ترجمہ قابل ذکر ہے۔

جب آپ نے اپنی کتاب ایمانِ ابی طالب لکھی تو بڑے بڑے علماء کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تنگ نظروں نے پر تنقید کرتے ہوئے رفض کی پھبتی بھی کسی۔ آپ نے ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام شافعی کے اس قول کے مطابق اعلان کرتے ہوئے اہل بیت کی محبت میں اپنا تحقیقی سفر جاری رکھا۔ اگر اہل بیت کی محبت رفض ہے تو دنیا بھر کے جنوں اور انسانو گواہ ہو جاؤ سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک وسیع ذاتی کتب خانہ تھا جس میں کم و بیش ایک لاکھ کے لگ بھگ مختلف عنوانات پر مختلف زبانوں میں کتب موجود ہیں یہ کتب خانہ محققین اور طلباء کے لئے کھلا رہتا۔

سماجی ورفاحی خدمات

آپ نے تصنیف وتحقیق اور شعر گوئی کے ساتھ ساتھ سماجی، تعلیمی اور رفاحی امور میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔

﴿۱﴾ آپ نے اپنے رہائشی محلہ رحمت ٹاؤن نزد غلام محمد آباد میں ایک عظیم الشان مسجد ''سیدنا حیدر کرار'' کی بنیاد رکھی اس مسجد کی تعمیر میں خود بھی حصہ لیا اور ''شب وصال'' نماز عشاء تک مسجد کے تعمیری امور میں مصروف رہے۔

﴿۲﴾ آپ نے گھر کے قریب ملت کالج کے احاطہ میں ایک مسجد تعمیر کروائی۔

﴿۳﴾ عورتوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ گلشن زہراء کی بنیاد رکھی

﴿۴﴾ فیصل آباد میں نعت خوانوں کی علمی اور فنی اصلاحی اور تربیت کے لئے ''حسان نعت کالج'' قائم کیا جس میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشان کے پروگرام ہوتے ہیں آپ کی 2000 صفحات پر مشتمل نعتیہ کتاب ''ن والقلم'' زیر طبع ہے یہ نعت کے میدان میں آپ کی بے مثال خدمت ہوگی۔

﴿۵﴾ آپ نے قوم کی بچیوں کے اندر نعت کا ذوق پیدا کرنے اور اسے فروغ دینے کے لئے حسان نعت کالج برائے طالبات بھی قائم کیا۔

﴿۶﴾ ایک لاکھ سے زائد کتب پر مشتمل آپ نے ''چشتیہ لائبریری'' قائم کی جہاں سے بڑے بڑے نامور علماء اور سکالر اپنے مقالات اور کتب کی تکمیل کے لئے استفادہ کرتے ہیں۔

﴿۷﴾ آپ نے لوگوں کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کے علاج کے لئے ''چشتیہ روحانی شفاخانہ'' قائم کیا اتوار کے روز دور دراز سے لوگ آپ کی رہائش پر

آتے اور جسمانی وروحانی مسائل بتاتے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ ان کی رہنمائی کرتے۔

﴿۸﴾ چشتیہ آڈیو۔ ویڈیو لائبریری میں جید علماء کرام کی اڈیو اور ویڈیو کیسٹیں موجود ہیں اور ان میں سے کئی علماء کی تقریروں کو صفحہ قرطاس پر بھی محفوظ کر کے افادہ عام کے لئے چشتی کتب خانہ کی طرف سے شائع کر دیا گیا ہے۔

﴿۹﴾ آپ نے کئی سال قبل جس چشتی کتب خانہ کا اجراء کیا تھا اب تک ہزاروں اسلامی کتب شائع کر چکا ہے۔

﴿۱۰﴾ علاقہ کے طلباء کو قرآن حکیم ناظرہ اور حفظ کی دولتِ لازوال سے بہرہ ور کرنے کے لئے آپ نے "دار العلوم حیدریہ چشتیہ رضویہ فیصل آباد" کا قیام فرمایا اس میں طلباء قرآن حکیم کی سرمدی دولت سے اپنے سینوں کو منور کر رہے ہیں۔

وصالِ پاک

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور زندگی گزارتے ہوئے 22 جنوری 2000ء میں ﴿1420ھ﴾ کو رات کے وقت اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کی آپ کی نمازِ جنازہ میں شہر کے ممتاز علماء، شعراء، ادباء اور نعت خوانوں کے علاوہ کثیر تعداد میں عامۃ الناس نے شرکت کی۔

اولاد

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں کے علاوہ تین بیٹوں کی نعمت سے نوازا بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ ﴿۱﴾ محمد لطیف ساجد چشتی ﴿۲﴾ محمد شفیق مجاہد ﴿۳﴾ محمد توصیف حیدر آپ کی اولاد کے علاوہ کثیر تعداد میں نعت خواں اور شعراء آپ کے نام

اور کام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

تصنیفات وتحقیقات اور تراجم

﴿ا﴾ تراجم

آپ کے تراجم میں سے چند نام درج ذیل ہیں۔

1۔ ترجمہ تفسیر کبیر از امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ عربی سے اردو ترجمہ ﴿5 جلد﴾

2۔ ترجمہ تفسیر ابن عربی از ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عربی سے اردو ﴿5 جلد﴾

3۔ ترجمہ تفسیر خازن امام خازن بغدادی، عربی سے اردو ﴿2 جلد﴾

4۔ ترجمہ خصائص نسائی از امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

5۔ روضۃ الشہداء فارسی سے اردو ترجمہ ﴿2 جلد﴾

6۔ والدین مصطفےٰ ﴿صلی اللہ علیہ وسلم﴾ عربی سے اردو

7۔ فتوحات مکیہ، عربی سے اردو ﴿3 جلد﴾

8۔ انتخاب خطبات حضرت علی رضی اللہ عنہ ﴿اردو ترجمہ وشرح﴾

9۔ ترجمہ دیوان حضرت ابو طالب، عربی سے اردو

10۔ ترجمہ قصیدہ امینیہ عربی سے اردو ﴿2 جلد﴾

﴿ب﴾ تصانیف وتالیفات

آپ کی چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں۔

1۔ مشکل کشاء ﴿سیرت حضرت علی رضی اللہ عنہ 4 جلد

2۔البتول ﴿سیرت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا﴾

3۔خاتون سیرت ﴿منظوم سیرت سیدہ کائنات﴾

4۔ابوبکر قرآن کی روشنی میں ''الصدیق''

5۔ایمان ابی طالب ﴿تحقیقی کتاب﴾ 2 جلد

6۔گیارہویں شریف

7۔من دون اللہ کون ہیں۔

8۔شہید ابن شہید 3 جلد

9۔المدد یا رسول اللہ

10۔خطبات چشتیہ 12 جلدیں ﴿چار جلدیں مطبوعہ باقی غیر مطبوعہ﴾

خلفاء راشدین، آئمہ اہل بیت اور متعدد اولیاء کرام کی سیرت اور حالات و خدمات نظم و نثر میں لکھی کچھ مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ۔

﴿ج﴾ کتب نعت

1۔نوائے صائم چار جلدیں ﴿اردو، پنجابی﴾

2۔نور و ظہور ﴿اردو، پنجابی﴾ 3۔میخانہ ﴿اردو، پنجابی﴾

4۔رحمت دا خزانہ ﴿پنجابی﴾ 5۔رحمت دے خزینے ﴿اردو پنجابی﴾

6۔محفل نعت ﴿اردو پنجابی﴾ 7۔ارمغان مدینہ ﴿اردو پنجابی﴾

8۔بلے او توحید دیو ڈیو پجاریو ﴿اردو پنجابی﴾

9۔مدینے دے پھل ﴿پنجابی﴾ 10۔مدینے دیاں کلیاں ﴿پنجابی﴾

''ن والقلم'' کے نام سے اردو نعت کا بہت بڑا مجموعہ زیر طبع تھے۔

﴿روشن ستارے نور الزمان نوری﴾

تعارف وسوانحی خاکہ
مُلّا حُسین وَاعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ

﴿از مترجم﴾

کتاب ہذا کے آغاز میں مؤلف کا جو تعارف پیش کیا گیا ہے اس کے چند اقتباس مع تحقیق مزید کے ہدیۂ ناظرین ہیں اسمِ گرامی کمال الدّین حسین بن علی عرفیت! مُلّا حُسین واعظ کاشفی

آپ فارسی ادب کے نثر نگار اساتذہ، جیّد علماء اور ثقہ مؤلفین میں سے ایک ہیں، نویں صدی ہجری میں اِس مقام و مرتبہ پر فائز ہونے والے بہت کم لوگ نظر آتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عطا فرمایا تھا۔

آپ قُطب الواصلین سُلطان العارفین کُشتۂ عشقِ رسول حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کے سگے بہنوئی اور صاحبِ معارج النّبوت ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کے اَخوان واَقربا میں سے تھے۔

آپ کا اصلی وطن ایران کا مشہور شہر سبزوار تھا اور وہیں سے وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا وہاں سے بغرضِ تبلیغ نیشاپور اور مشہدِ مقدّس میں تشریف لے گئے اور وہاں پر کچھ عرصہ فریضۂ تبلیغ سرانجام دینے کے بعد

ہرات پہنچ گئے ہرات میں اُس وقت سلطان حسین میرزا بایقرا کی حکومت تھی جن کا دُور حکومت ۸۸۳ھ سے ۹۱۱ھ تک ہے۔

آپ کی علمی وجاہت اور زورِ خطابت سے متاثر ہو کر سُلطان حسین مرزا نے اُنہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور نہایت عزّت وتکریم کے ساتھ اپنے دربار میں جگہ دی۔ سُلطان کا زیرک اور دانا وزیر امیر شیر علی آپ کی گفتگو کا بے حد شائق تھا اور اکثر طور پر آپ کو تصنیف وتالیف کی طرف توجہ دلایا کرتا۔

علاّمہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ زبردست عالم دین ہونے کے علاوہ متعدّد دیگر علوم پر بھی کمال دسترس رکھتے تھے، فنِ تقریر وخطابت پر کامل دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ فنِّ تحریر وادب میں بھی بڑے بڑے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے اور یہ دونوں نعمتیں بیک وقت کسی ایک شخص میں بہت کم پائی جاتی ہیں بایں ہمہ آپ اپنی قدر ومنزلت سے بھی پورے طور پر واقف تھے لہٰذا بغیر ایک لحہ ضائع کئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے وعظ وارشاد سے مستفیض فرمایا کرتے تھے۔

آپ ہر جمعہ کے روز صبح کو سُلطانِ ہرات کے دارالسلطنت میں وعظ فرماتے جمعہ کا خطبہ امیر علی شیر وزیر کی مسجد میں ارشاد فرماتے اور وہیں پر نماز جمعہ ادا فرماتے۔

منگل اور بدھ کے روز آپ کا وعظ مدرسہ سُلطانیہ ہرات میں ہوتا اور جمعرات کے دن لوگ سُلطان احمد کے باغ میں آپ کی زیارت کرتے ہفتہ

کے روز آپ کوئی کام نہ کرتے جیسا کہ روضہ الجنات میں مرقوم ہے۔

آپ کی تصانیف اور مضامین کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فنونِ دینی کے جامع تھے اور اپنے زمانے کے جمیع علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، آپ نے اپنی اکثر کتابیں فارسی زبان میں تحریر فرمائی ہیں بلکہ عربی زبان میں اُن کی کوئی کتاب معروف نہیں۔

تصانیف

﴿۱﴾ جواہر التفسیر!

یہ کتاب آپ کی بہت بڑی تصنیف ہے جس کی تفصیل روضہ الجنات میں مذکور ہے اس کے مقدمات ایسے فوائدِ کثیرہ پر مشتمل ہیں جن کی مثال نہیں ملتی، اِس کتاب میں بلند مقاصد، نادر احادیث اور لطیف و دلنواز نکات ایسے دلنشیں پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں کہ اہلِ دل حضرات کے دل خُود بخود اِن کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اِس میں پچاس ہزار ابیات درج ہیں۔

یہ تفسیر پانچویں پارے سے تجاوز نہ کر سکی اگر کامل ہو جاتی تو اِس میں تیس لاکھ ابیات ہوتے ہمارے پاس اِس علمی ذخیرے کا اکثر حصّہ موجود نہیں تاہم بتایا جاتا ہے کہ پہلی جز کی تکمیل ۸۸۹ھ تا ۸۹۲ھ کے درمیانی عرصہ میں ہوئی۔

﴿۲﴾ **مختصر جواہر التفسیر!**

یہ کتاب پورے قرآن مجید کی تفسیر ہے اور بیس ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔

﴿۳﴾ **تفسیر مواہب العلیہ!** یہ تفسیر مشہور و متداول ہے

﴿۴﴾ تفسیر سُورہ یُوسف

﴿۵﴾ انوارِ سہیلی

﴿۶﴾ اخلاقِ محسنی

﴿۷﴾ مخزن الاشیاء

﴿۸﴾ فضیلت صلوٰۃ بر رسول

﴿۹﴾ اختیاراتِ نجوم

﴿۱۰﴾ اربعین احادیثِ موعظہ

﴿۱۱﴾ شرح اَسماء الحسنٰی

﴿۱۲﴾ ادعیہ واَوراد

﴿۱۳﴾ علم الحروف

﴿۱۴﴾ اَسرارِ قاسمی کی طلسمات وامثال

﴿۱۵﴾ سبعہ کاشفیہ در احوالِ نجوم

﴿۱۶﴾ بدائع الافکار فی صنائع الاشعار

﴿۱۷﴾ شرح مثنوی

﴿۱۸﴾ لُبِ مثنوی

﴿۱۹﴾ لُبِ لُبِ مثنوی

﴿۲۰﴾ روضۃ الشہداء

روضات الجنات کے علاوہ دوسری کتابوں میں آپ کی جن تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے اُن کی تفصیل یہ ہے۔

﴿۲۱﴾ مرآۃ الصفا فی صفات المصطفٰے

﴿۲۲﴾ تحفۃ الصلوٰۃ

﴿۲۳﴾ مالابدمنہ فی المذہب

﴿۲۴﴾ رسالہ علویہ

﴿۲۵﴾ رسالہ حاتمیہ

﴿۲۶﴾ میامن الاکتساب فی قواعد الاحتساب

﴿۲۷﴾ علم الاعداد

﴿۲۸﴾ فیض النوال فی بیان الزوال

﴿۲۹﴾ مواہب زُحل

﴿۳۰﴾ بیامنِ مشتری

﴿۳۱﴾ قواعدِ مریخ

﴿۳۲﴾ لوامع الشمس

﴿۳۳﴾ مناہج الزہرا

﴿۳۴﴾ مناہج عطارد

﴿۳۵﴾ لوائح قمر

ممکن ہے آخری ساتوں رسالے آپ کی وہ کتاب ہو جس کا ذکر صاحب روضات الجنات نے سبعہ کاشفیہ کے نام سے کیا ہے۔

تفسیر حُسینی قادری

مختلف علوم وفنون پر محیط مُلّا حُسین کاشفی کی مندرجہ بالا تصانیف یقیناً نوادرات زمانہ سے ہونگی تاہم برصغیر ہندو پاک میں اُن کی پہچان اِن دو کتابوں سے ہوتی ہے۔

﴿۱﴾ تفسیر حسینی جس کا اُردو ترجمہ تفسیر قادری کی صُورت میں عرصہ دراز سے طبع ہو رہا ہے۔

﴿۲﴾ رَوضۃ الشہداء جس کا اردو ترجمہ پہلی بار ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

آج سے پچیس برس قبل تک تفسیر حسینی کا اُردو ترجمہ تفسیر قادری کے نام سے خاص وعام میں بے حد مقبول تھا جبکہ کچھ عرصہ پہلے فارسی میں بھی اہلِ علم حضرات کی توجہ کا مرکز تھا اِس چوتھائی صدی میں عربی تفاسیر کے اُردو تراجم کے علاوہ بے شمار نئی تفاسیر اردو زبان میں لکھی گئی ہیں اِس لئے تفسیر حسینی

قادری کے طلب گار خال خال نظر آتے ہیں۔

مسلک مُصنّف

حتمی بات یہ ہے کہ علاّمہ کاشفی حنفی المشرب سُنّی ہیں اور غلبۂ محبّتِ اہل بیت کی وجہ سے شیعہ سُنی دونوں فرقوں میں یکساں مقبول ہیں اِس امر کا اعتراف نُوراللہ شوستری شیعہ عالم نے اِس طرح کیا ہے۔

اگر چہ بنائے تالیفات حُسین کاشفی بروش اہلِ سُنّت است

اما ہیچ شیعے ہم ابتکاری مانند روضۃ الشہداء نکردہ است

علاّمہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کے سُنّی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ایک تو ان کی تفسیر حسینی ہے اور دُوسری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبّت سے تہی دامن نہ ہونا ہے۔ چونکہ آپ کی ولادت سبزوار میں ہوئی تھی جو اس زمانہ میں شیعت کا مرکز تھا اِس لئے بعض لوگوں نے اُنہیں شیعہ گمان کرلیا حالانکہ وہ مشہد مقدّس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہرات آگئے تھے جو اس زمانہ میں اہلِ سُنّت کا بہت بڑا مرکز تھا والیٔ ہرات اور وزراء سلطنت کا مسلک اہلِ سنّت تھا اور یہی لوگ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کے مداحین و مُخلصین میں سے تھے۔

لطیفہ

ایک مرتبہ آپ ہرات سے اپنے وطن سبزوار تشریف لائے تو وہاں

کے شیعوں نے بغرضِ امتحان ایک مجلس کا اہتمام کیا آپ نے دورانِ وعظ کسی مسئلہ کے ضمن میں روایت بیان کی کہ حضرت جبریل حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بارہ ہزار مرتبہ وحی لے کر آئے۔

وہاں کے شیعہ چونکہ اُن سے بدگمان تھے چنانچہ ایک لاٹھی بردار بُوڑھے نے سوال کیا جبریل علیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس کتنی بار وحی لائے تھے؟ علاّمہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ یہ سُن کر سٹپٹا گئے اور سوچا اگر کہتا ہوں جبریل علی پر وحی لائے تھے تو یہ واضح جھوٹ ہے اگر کہتا ہوں نہیں لائے تو یہ لاٹھی بردار لوگ جان سے ماردیں گے اِسی اثناء میں طبعی نُکتہ آفرینی کام آ گئی اور آپ نے فرمایا چوبیس ہزار مرتبہ سائل نے کہا دلیل ؟

فرمایا! حضرت علی شہرِ علم کا دروازہ ہیں اِس لئے جبریل جب بھی حضور علیہ السلام کے پاس آتا حضرت علی سے آتے ہوئے اور جاتے ہوئے دو بار ملاقات کرتا آپ کے اس دندان شکن جواب نے سائل کو ساکت کردیا۔

مُقدّمہ

از مصنّف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَے شربتِ دردِ تو دوائے دلِ ما
آشوبِ بلائے تو عطائے دلِ ما
از نامۂ حمدِ تو شفائے دلِ ما
وز نامِ حبیب تو صفائے دلِ ما

خُدائے صبورِ بے ملال وشکورِ بے زوال عمت عطیاتہ وطابت بیاتہ میدان محبّت وعشق کے بلا رسیدگان کے زمرہ کو اپنے واجب التکریم کلام قُرآن کریم میں اس خطاب دلنواز سے عزّت وسرفرازی عطا فرماتے ہیں۔

وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ! بیشک ہم تمہیں آزمائیں گے یعنی ہم تمہارے ساتھ اہلِ آزمائش کا معاملہ کریں گے اگرچہ تُمہارا حال ہم سے مخفی نہیں تاہم ہماری خواہش ہے کہ ہر شخص کا عیار کاروبار امتحان کی کسوٹی پر ظاہر ہو جائے اور اہلِ عالم جان لیں کہ کون سا سونا اخلاصِ ابتلاء کی کُٹھالی سے مصفّا اور بے داغ باہر آتا ہے۔

خُوش بُود کہ محکّ تجربہ آید بمیان
تاسیہ رُوئے شوَد ہر کہ دروغش باشد

اِس آیۂ کریمہ میں آزمائشِ الٰہی کی چند نوعتیں بیان کی ہیں۔

اول: بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ یعنی اُس چیز کے ساتھ امتحان لیا جائے گا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف یا دشمنوں کا ڈر ہو۔

دوم: وَالْجُوْعِ یعنی بھوک کے ساتھ آزمائش ہوگی خواہ وہ قحط کی وجہ سے ہو یا تنگیِ معاش اور روزہ رکھنے کی وجہ سے۔

سوم: وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ مالوں میں کمی واقع کر کے آزمایا جائے گا خواہ وہ اموال حادثات سے تاراج ہو جائیں خواہ زکوٰۃ وصدقات کی صُورت میں ہاتھوں سے نکل جائیں۔

چہارم: وَالْاَنْفُسِ جانوں میں نقصان دے کر آزمائش کی جائے گی خواہ وہ بیماری کی صورت میں ہو یا ضُعف و عجز اور احتیاج و بے نوائی کی حالت میں۔

پنجم: وَالثَّمَرَاتِ پھلوں کی کمی سے امتحان لیا جائے گا خواہ یہ بیٹوں کی موت واقع کر دی جائے کیونکہ اَولادیں دِل کا ثمر آنکھوں کی روشنی اور والدین کا ثمرہ نہال ہوتی ہیں۔

اِس آزمائش کے بعد ارشادِ ربانی ہے !

وَبَشِّرِ الصَّابِرِیْنَ یعنی صبر کرنے والوں کو بشارت دیں کہ اُنہوں نے اِن مصیبتوں کا مقابلہ صبر و شکیبائی کے ساتھ کیا اور شکوہ و شکایت اور جزع فزع سے باز رہے۔

جامِ محنت خُورند و دَم نہ زند
جز براہِ وفا قدم نہ زند
خوش بسوزند دَر بلا چُوں عُود
کہ از ایشاں بروں نیاید دُود

اَلَّذِیْنَ : اور یہی لوگ حکمِ الٰہی اور فرمانِ بادشاہی سے استحقاقِ بشارت رکھتے ہیں۔

اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ کہ جب انہیں کوئی مصیبت اور تکلیف پہنچی تو انہوں نے از راہِ اختصاص و اخلاص کہا اِنَّا لِلّٰہِ یہ اللہ کی طرف سے ہے یعنی اُس مالک کی جانب سے ہے جس کی بندگی کی کمند میں ہم بندھے ہوئے ہیں اور جو چیز آقا کی طرف سے غُلام پر اور مالک کی طرف سے مملوک پر واقع ہو اُس میں سوائے تسلیم و انقیاد اور رضا بحکمِ قضا کے چارہ کار نہیں وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور ہم اُسی کے مجازات و مکافات کی طرف لوٹنے والے ہیں یعنی ہمارا رجوع اُسی کی ذات کی طرف ہوگا اور وہ ہمارے کردار کے مطابق جزا و سزا مقرر فرمائے گا، اگر ہم نے اُس کے حکم کو خُوشی سے تسلیم کر لیا تو یہ

ثوابِ ابدی کا مُوجب ہوگا اور اگر ہم اُس کی رضا سے منہ موڑ لیں گے تو ہمیشہ کے عذاب کے مستحق ہو جائیں گے۔

سر قبول بباید نہاد و گردن طوع
کہ ہر چہ حاکمِ عادل کند ہمہ داد است

اِس آیت پر ہدایت میں یہ مضمون ظاہر کیا گیا ہے کہ مصیبت و ابتلاء اہلِ عالم کے زر کی کسوٹی اور انسانوں کے احوال کا معیارِ تجربہ ہے تا کہ جو شخص دعویٰ محبّت کی کٹھالی اور رنج و آلام کی بھٹی میں ڈال کر امتحان و ابتلاء کی آگ سے گذارا جائے اگر وہ شخص خواہشاتِ نفسانی دُنیاوی آرزوؤں اور بخل و خیانت سے بچا ہوا اور پاکیزہ فطرت ہے آزمائش کی بھٹی سے خالص باہر آئے گا اور دار الضربِ ہدایت میں اُس کا چہرہ ضرباتِ عنایت سے شرفِ قبولیت حاصل کرے گا جب کہ اِس کے برعکس اگر کوئی شخص کمینہ بخیل اور عیب دار ہوگا تو فراق کی بھٹی میں نشاناتِ احتراق سے موسوم ہو کر مردودِ ابدی ہو جائے گا۔

ایک آسمانی کتاب میں ذکر آیا ہے

من احب اذا حب یصب علیه البلاء

جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویدار ہے اور دروازہ محبّت پر دستِ ارادت سے دستک دیتا ہے یا وہ شخص جسے اللہ تبارک وتعالیٰ خلعتِ محبوبی پہناتا ہے یا جُرعہء مقبولیت پلاتا ہے اُس پر دُکھوں اور مصیبتوں کے بادلوں

سے مسلسل بارش برساتا ہے نیز ہر قسم کی راحتیں خوشیاں اور آسائشیں اُس سے دور ہو جاتی ہیں

البلاء للولاء کا للھب للذھب

یعنی بلا وِلا کے لئے ایسے ہے جیسے سونے کے شُعلہ

اِس قول کا مطلب مثنوی شریف میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

دوستی چوں زر بلا چوں آتش است

زرِّ خالص در دلِ آتش خوش است

کلماتِ سابق کی روشنی میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ بلا اہلِ ولا سے اور مصیبت اہلِ محبّت سے تعلّق رکھتی ہے جہاں بھی محبّت کی بنیاد استوار کی جاتی ہے اُس میں مصیبت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، اور جس میدان میں دوستی کا پرچم لہراتے ہیں بلاؤں کی فوج اُس کی ملازم رکھ دی جاتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ دوست بناتا ہے اُسے بلاؤں میں مُبتلا کر کے رنج و محن کے امتحان میں ڈال دیتا ہے۔

اِن معنوں کی تائید حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِس حدیث سے ہوتی ہے !

ان اللّٰہ اذا احب قوما ابتلاھم

یعنی جب اللہ تبارک وتعالیٰ کسی قوم کو دوست بناتا ہے

اُس پر رنج و بلا اور غم و اندوہ کے لشکر وارد کر دیتا ہے

اور یہ مقرر ہے کہ مصیبت محبّت کی مقدار میں اور بلا وِلا کے انداز کے مطابق نازل ہوتی ہے محبّت کے راستے میں جس قدر کوئی ساتھیوں سے آگے ہوگا اسی قدر اُس پر مصیبتیں اور بلائیں اُن سب سے زیادہ ہونگی۔

ہر کرا فوقِ محبّت بیش تر
سینہ اش از نیشِ محنت ریش تر

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا !

یارسول اللّٰہ ای الناس اشد البلاء

یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ جاں سوز اور غم اندوز مصیبتیں اور دل سوز تر درد والم کس گروہ کے لئے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! گروہِ انبیاء کے لئے یہ لوگ حرمِ جلالت کے محرم ہیں اس لئے اِن کے مصائب وآلام بھی تمام انسانوں سے زیادہ ہیں اور اِن کی طرف جو اندوہ وغم آتا ہے وہ تمام تر آلام سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

ثم الامثل فالامثل یعنی بعد ازاں اِن جمیع آلام ومصائب سے ملتی جُلتی مصیبتیں اور بلائیں اُن لوگوں کی طرف آتی ہیں جو محبّت کے راستے پر چلتے اور معرفت کے تختوں پر بیٹھتے ہیں اور اِن کی مثل امتحان دیتے ہیں چنانچہ اِسی پر قیاس کرلیں کہ جو شخص بارگاہِ ربُّ العزت میں جس قدر قریب اور اقرب ہوگا اُسی قدر اس کی مصیبت اور تکلیف زیادہ ہوگی۔"

ہر کہ دریں بزمِ مقرب تر است
جامِ بلا بیشترش می دہند
واں کہ زِدلبر نظر خاص یافت
داغِ عنابر جگرش می نہند

اِبتلاء میٹھا شربت نہیں جو اَطفالِ طریقت کو دیا جائے بلکہ یہ زہر ہلاہل ہے جو بالغانِ راہ کو دیا جاتا ہے مشائخ میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

دردے خُوردن بمیکدہ عادتِ ماست
رطلے کہ گراں تر است آں شربتِ ماست

اِسی مقام سے ہے کہ جو سب سے بھاری بلا ہے اُسے انبیاء کے مبارک دلوں پر رکھا گیا ہے اور مصیبت کا ہر وہ تحفہ جو قوی تر ہوتا ہے وہ اولیاء و اصفیاء کو بھیجا جاتا ہے۔

رُوح الارواح میں ہے کہ جو شخص بھی صدیقین و محبّین کی قدم گاہ میں آتا ہے وہ اپنی مراد کی طرف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا اور اپنے دل کی آرزوؤں کے مطابق ایک سانس بھی نہیں لے سکتا۔

عاشق باشی تراز بوں باید بود
ورنہ زرہِ عاشق بروں باید بود

اُس کی آزمائش کے راستے میں ہزاروں دل کباب ہیں اور اُس کی

فرستادہ مصیبتوں اور بلاؤں کی کشاکش سے ہزاروں آنکھیں پُرنم ہیں، ہر صحرا میں اُس کا کُشتہ محبّت حسرت کے ساتھ گرا پڑا ہے اور اُس کی سطوتِ کبریائی سے جان دینے والا جسم ہر گوشہ میں جلا پڑا ہے، کون سا ولی ہے جسے اُس کی آتشِ کبریائی کی بھٹی میں نہ جلایا گیا ہو اور کس نبی کا دل ہے جو اُس کے تیرِ بلا کا نشانہ نہیں بنا"

ایک نظر حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی حسرتوں کی طرف ڈالیں، نوحہ نوح نجی اللہ علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا دیکھیں، حضرت اسمٰعیل ذبیح علیہ السلام کی قُربانی اور بیت الاحزان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے کرب پر نگاہ کریں، چاہ و زندانِ یُوسف علیہ السلام کی طرف اور شبانی و سرگردانی مُوسیٰ کلیم علیہ السلام کو دیکھ لیجئے، جنابِ ایّوب علیہ السلام کی بیماری بے تیماری اور مظلوم زکریا علیہ السلام کے جسم پر چلتا ہوا آرہ دیکھیں، حضرت یحییٰ معصوم علیہ السلام کے حلق پر زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا چلنا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب و دندان مبارک کے الم کا مشاہدہ کریں۔

سیّد الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے ٹکڑے ٹکڑے دل کو دیکھیں، اہل بیت رسالت اور خانوادۂ عصمت و طہارت کی مصیبتوں پر نظر کریں جناب بتول عذرا سلام اللہ علیہا کے سرشکِ درد آلود اور جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کے خون آلود سر مبارک کو دیکھیں، نُور دیدۂ زہرا جنابِ حسن علیہ السلام کے زہر چشیدہ لبوں اور شہیدِ کربلا کے خُون میں ڈُوبے ہوئے چہرۂ انور کا مشاہدہ

کریں اور اِس اُمت کے دوسرے عالی ہمّت بلاکشوں اور مصیبت زدوں کے احوال کو دیکھیں سب کے سب غم و اَلم کی بھٹی میں غمزدہ جانوں کے ساتھ جلے ہوئے ہیں۔

عالم زبلائے دوست محنت کدہ ایست
ویں محنت و غم نصیب ہر دل شُدہ ایست
ہر جا کہ نگاہ میکنم در رہ تو
دل خُوں شدہ سوختہ غمزدہ ایست

عزیزانِ گرامی! اِس راہ میں کسی نبی کو اُس قدر بلاؤں کے کانٹوں پر سے نہیں گذرنا پڑا جس قدر سیّد البشر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور کسی پیغمبر کے سر پر مصیبتوں کا اُس قدر بوجھ نہیں ڈالا گیا جس قدر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈالا گیا ہے چُنانچہ آپ خود اِس امار کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں

ما او ذی نبی مثل ما او زیت

یعنی کسی پیغمبر کو وہ ایذاء نہیں پہنچی جو میں نے برداشت کی ہے۔

اور اِسی نسبت سے کسی پیغمبر کے اہلِ بیت پر وہ ظُلم و جفا نہیں ہوئے جو خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت پر روا رکھے گئے۔

اِن میں سے ہی شہیدانِ کربلا کا واقعہ ہے کہ نہ کسی آنکھ نے ایسی

مصیبتوں کو دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے ایسی بلاؤں کا تذکرہ سُنا۔

تا دہر است واقعہ زیں صعب تر ندید
ہر کان خبر شنید کش باخبر ندید
چشمِ زمانہ بر ورقِ چرخ قصّہ ای
پُر سوز تر زحالِ شبّیر و شبّر ندید

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مرآت الجنان میں روایت لائے ہیں حضرت حسن بصری سے ابن عبدالبر نے نقل کیا کہ واقعہ کربلا میں ابی عبداللہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ اہلِ بیت میں سے سولہ افراد نے جامِ شہادت نوش کیا اُس وقت اور اُس روز رُوئے زمین پر اُن کی مثل و نظیر کہیں موجود نہ تھی۔

مصابیح القلوب میں ابو علی حسن بن محمد سبزواری بیہقی شافعی روایت لائے ہیں کہ ایک روز حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منوّرہ میں آسمانی کتابوں سے فتنوں کے مطلق بتا رہے تھے، اثنائے گفتگو میں اُنہوں نے کہا اِن سب میں عظیم ترین واقعہ اور بہت بڑا فتنہ حضرت حسین بن علی علیہ السلام کا قتل ہوگا اور میں نے اِس طرح پڑھا ہے کہ جس روز امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جائے گا ساتوں آسمان خُون کے آنسو روئیں گے۔

لوگوں نے کہا! اے ابا اسحاق ہم نے نہیں سُنا کہ کسی وقت آسمان خون کے آنسو رویا ہو ؟

کعب الاحبار نے کہا ! ویلکم ان قتل الحسین امر عظیم

تُم پر افسوس قتل حسین بہت بڑا امر ہے وہ خاتم النبیّین اور رسولِ آخر الزمان کی اولاد اور سبط ہیں سیّد المرسلین کے پھُول ہیں سیّدِ اوصیاء کے بیٹے اور آلِ عبا کے پانچویں ہیں جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی آنکھوں کا نُور ہیں اُس خدا کی قسم جس کے قبضے میں کعب کی جان ہے میں نے ایسے پڑھا ہے کہ اُن کی شہادت کے روز اُن کی قبر پر فرشتوں کا ایک گروہ آ کر رونا شروع کر دے گا اور اُن کا یہ رونا قیامت تک جاری رہے گا نیز جُمعہ کی ہر رات کو ستّر ہزار فرشتے آپ کی قبر مبارک پر آ کر گریہ کُناں ہوا کریں گے اور جب صبح ہوگی تو اپنی عبادت گاہوں کو واپس چلے جائیں گے۔

اہلِ آسمان امام حسین کو ابی عبد اللہ مقتول زمین کے فرشتے ابی عبداللہ مَذبُوح پانی کے فرشتے حسین مظلوم اور ہوا کے فرشتے حسین شہید کے نام سے یاد کیا کریں گے۔

بر قتلِ حُسین اَرض و سما مِی گریند
از عرشِ علیٰ تا بہ ثُریٰ می گریند
ماہی تہہِ آب و مُرغ دَر رُوئے ہوا
دَر ماتمِ شاہِ کربلا مِی گریند

اِس مصیبت پر رونا رضائے ربّانی کے حصول کا باعث اور ریاضِ جاودانی کے وصول کا سبب ہے چنانچہ آثار میں آیا ہے۔

من بکی علی الحسین او تبا کی وجبت له الجنة

جو شخص جناب حسین علیہ السلام پر روتا ہے اُس کے لئے جنّت واجب ہے۔

علامہ جار اللہ نے کہا! جو شخص اِمام حسین علیہ السلام پر روتا ہے اُس کے لئے جنّت واجب ہو جاتی ہے اور جو شخص خود کو اِس غم میں رونے پر مائل کرتا ہے وہ بھی،

من تشبه بقوم فهوا منهم

کے حکم سے وجوبِ جنّت کے اِس وعدے میں داخل ہے۔

امام رضی بخاری بیان کرتے ہیں اے عزیزانِ گرامی! کربلا کی مٹی وہ مٹی ہے جس میں شہادت کا بیج بویا گیا ہے اور وہ ہوا خواہوں اور محبّین کی آنکھوں کا پانی مانگتا ہے، پس ہر وہ شخص جو آنکھوں کی ندی کا پانی کربلا کی خاک پر پہنچاتا ہے یقیناً زمینِ سعادت میں اہلِ شہادت کا بویا ہوا تخمِ محبّت اُس کی آنکھوں کے پانی سے رضا کی کھیتی میں پرورش پائے گا اور جب وہ شخص دُنیا کی منزل سے آخرت کی کھیتی کی طرف جائے گا تو اُس کے بدلے میں نعیمِ جنّت اور نسیمِ راحت حاصل کرے گا یہی وجہ ہے کہ تمام محبّانِ اہلِ بیت ہر سال محرم الحرام کی آمد پر شہداء کی مصیبت کو تازہ کرتے ہیں اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزّت کی تعزیّت میں سب کے دل حسرت کی آگ سے بریاں ہوتے ہیں اور اُن کی آنکھیں انتہائی حیرت و

اندوہ سے اشک بار ہوتی ہیں۔

زاندوہ ایں ماتمِ جاں گسل
رواں گر دواز دیدہ ہا خُونِ دِل

کتابوں میں جو واقعات قتل گاہِ شہداء کے بارے میں تحریر ہیں مسلسل نمایاں ہیں اور ہر کتاب میں جو اِس باب میں لکھا گیا ہے اگرچہ شہیدوں کے واقعات کا حال ہے مگر فضائلِ سبطین کی جامعیت اور اُن کے احوال کی تفصیل سے خالی ہے، اعلیٰ حضرت سلطنت مرتبت، نقابتِ منقبت، شہزادۂ اعظم، نقاوۂ ملوک الامم، آفتابِ تاباں فلکِ بختیاری، مہرِ درخشاں سپہر شہریاری، شرفِ عترتِ نبویہ، عزّتِ فرقۂ علویہ، نسبِ حسنی اور حسبِ حسینی سے مخصوص و مختص دارائے جمشید مخبر فریدوں فرخورشید منظر، خلاصۂ سلاطین نامدار، نقاوۂ احفادِ خواقینِ عالی مقدار۔

ذوہمۃ یرقی علی مرقی العلی
وبنورہ انکشفت دیا جیر الوریٰ
شاہ ملک خوی فلک آستاں
گلبن نہ روضۂ مینو نشاں
سرور مہ رایت بھرام جاہ
صفدر مہرِ آیت گردوں پناہ
دادرِ عادل دلِ عالی نسب
والیِ کافی کف صافی حسب

ایسا رفیع الشّان کہ بلندی کا آستان آستانہ مناقب و اعتلاء اُس کے مناسب و مراتب کا یہ مرتبہ ہے کہ کوئی ایسا سیّاح اور دُور اندیش نہیں جو اُس کے خیامِ شرح کے آس پاس سے گذر سکے، اور نہ ہی کوئی ایسا زِیرک رَوشن رائے ایسا ہے جو اُس کے دریائے بیان کے کنارے کے گرد پھر سکے۔

پایۂ قدر تو ازاں بیش است
کہ توانم ادائے آں کردن
بلکہ خواں بصر ہزار زباں
عشر اَوصافِ اُو بیاں کردن

قرۂ باصرۂ سیادت و نقابت طُرّۂ ناصیہ سلطنت و نجابت سروِ گلزارِ سیدِ ثقلین قُرۃ العَینِ خواجہِ کونین۔

المستفیض مرشد الدولت والملّت والدّین عبد اللہ المعروف سیّد میرزا جو ہمیشہ سے آسمانِ سلطنت کے کواکبِ عظمہ اور جلالت مزینہ ہیں اور اِن کی دولت اور کمال ظاہری کائنات کے صحیفوں پر مرقوم ہے باوجود آپ کی سیادتِ نسبی کی رفعت کے کتاب کے آخر پر اس کا ایک شمہ رقم کر سکا ہوں۔

ہم سیادت دَر نسب ہم شہریارے دَر حسب

اُنہوں نے اِس فقیر حقیر حسین واعظ کاشفی کو حکم فرمایا کہ ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جو حُملہ اَنبیاء و اَصفیاء اور شُہداء اور دیگر تمام اہلِ اِبتلاء کے احوال کی جامع ہو، اور بر سبیلِ توضیح و تفصیل اُس میں آلِ عبا کا حال

مرقوم ہو اُس میں عربی کے ضروری اشعار کا ترجمہ کر دیا جائے اور منظوماتِ فارسی جو اہلِ زمانہ کے اذہان کے مطابق ہوں رقم کر دی جائیں۔

در آئینِ سُخن رانی بکوشد
سُخن را کسوئے از نو بپوشد
زسکۂ نو کند نقد کہن را
بزیور ہا بیاراید سُخن را

اگر چہ یہ بے بضاعت اِس امر کا استحقاق تو نہیں رکھتا تھا اور بڑھاپے اور دیگرِ موانعِ رایت فصاحت کی موجودگی میں مَیدانِ بلاغت میں آنے کی ہمّت نہیں کر سکتا تھا تاہم اعلیٰ حضرت کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے یہ کتاب موسوم بہ "روضۃ الشہداء" دس ابواب پر مرتب کر دی"

پہلا باب! بعض انبیاء علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام کے ابتلاء کے بیان میں۔

دوسرا باب! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قُریش کے ظلم و جفا اور جناب حمزہ و جعفر طیّار کی شہادت کے بیان میں۔

تیسرا باب! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بیان میں

چوتھا باب! جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حالاتِ

زندگی کے بیان میں۔

پانچواں باب! حضرت علی مُرتضیٰ علیہ السّلام کے حالاتِ زندگی کے بیان میں۔

چھٹا باب! امام حسن علیہ السّلام کے بعض فضائل اور احوالِ حیات کے بیان میں۔

ساتواں باب! امام حسین علیہ السّلام کی ولادت باسعادت اور آپ دیگر بعض احوال کے بیان میں جو امام حسن علیہ السّلام کی شہادت کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔

آٹھواں باب! حضرت مسلم بن عقیل اور اُن کے بچوں کی شہادت کے بیان میں۔

نواں باب! امام حسین علیہ السّلام کے کربلا میں پہنچے لشکر یزید سے جنگ کرنے اور اولاد و اقربا و دیگر شہداء کے ساتھ اُن کی شہادت کے بیان میں۔

دسواں باب! اُن واقعات کے بیان میں جو واقعۂ کربلا کے بعد اہلِ بیت کے ساتھ مخالفین کی طرف سے پیش آئے۔

خاتمہ کتاب! اَولادِ سبطین اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کے بیان میں۔

باب اوّل

بعض انبیاء کرام علیہم السلام

کی

اِبتلاء کے بیان میں

ابوالبشر آدم صفی اللہ علیہ السلام کی ابتلاء

آں روز کہ آب و خاک بر ہم زدہ اند
بر طینتِ آدم رقمِ غم زدہ اند
خالی نہ بود آدمی از درد و بلا
کاں ضربتِ اوّلیں بر آدم زدہ اند

ابھی حضرت آدم علیہ السّلام اخفائے عدم سے فضائے وجود میں نہیں آئے تھے کہ فرشتوں نے انسانوں پر زبانِ طعن دراز کرتے ہوئے اُن کے فساد و خونریزی کی گواہی دی۔

بعد ازاں شہنشاہِ جلیل کے حکم سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین کے تمام طبقات سے مٹی کی مُٹھی اُٹھائی اور جنّت میں ڈال دی، حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے اس خاک کے اوپر پاکیزہ بادل کا ایک ٹکڑا معیّن فرمایا کہ چالیس روز اس خاک کی آبیاری کرے اور کسی وقت بھی اس پر سے اپنا سایہ نہ اُٹھائے۔

ربّ الارباب کے حکم سے وہ بادل اُنتالیس صُبحیں اس پر غم واندوہ کے دریا کا پانی حضرت آدم علیہ السّلام کی مٹی پر برساتا رہا یہاں تک کہ رنج و غم کے پانی سے وہ خاک پھول بن گئی۔

خاک آدم را بآبِ غم تخمر ساختند

پس در او درد و بلا را جا مقرر ساختند

آدم علیہ السلام کی مٹی کا غم کے پانی سے خمیر تیار کیا گیا تو اُس میں درد مصیبت کی جگہ مقرر ہوگئی، چالیسویں روز خوشی کے سمندر کے پانی کے چند قطرے اس مٹی پر چھڑکائے گئے گویا انسانوں میں غم و آلام کی کثرت اور شادمانی و مسرّت کی کمی کا سبب یہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

بے حکمتے غریب حدیثے عجیب نیست

شادیٔ یک زمان و غم جاودانِ ما

شجرِ ممنوعہ

اور جب آدم علیہ السلام میں رُوح پھونکی گئی اور آپ از روئے تعظیم مسجودِ ملائکہ ہوئے اور جناب حوّا علیہا السلام ان کے پہلو سے پیدا ہو کر ان کی مُونس و ہمدرد بن گئیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان پہنچا، اُے آدم آپ اور آپ کی بیوی بہشت کی سکونت اختیار کریں اور اس کے پھل کھائیں جو بیشمار ہیں اور جہاں چاہو جاؤ اور ہر قسم کا لباس پہنو اور ہر رنگ کا کھانا کھاؤ مگر گندم کے درخت یا انگور یا کافور یا شجرۃ العلم کے گرد نہ گھومنا،،

شجرۃ العلم جنّت کے درمیان ایک درخت ہے جو لطیف پھلوں اور پاکیزہ کھانوں پر مشتمل ہے جو اُس سے کھا لیتا ہے، اچھے اور بُرے کو جان

جاتا ہے۔

پس حضرت آدم و حوا علیہا السّلام جنّت میں استراحت پذیر تھے، ابلیس کو ان کے اس حال پر رشک ہوا تو وہ مور اور سانپ کے ذریعہ سے بہشت میں در آیا، اور مختلف حیلوں وسوسوں اور جھوٹی قسموں سے حضرت آدم علیہ السّلام اور جناب حوا سلام اللہ علیہا کو فریب دیا، یہاں تک کہ انہوں نے شجرِ ممنوعہ سے کھالیا اور مصیبتوں کی فوج ان کے چہروں کے سامنے آگئی۔

حضرت آدم علیہ السلام تاجِ عزّت اور خلعۂ کرامت پہنے ہوئے ملک بہشت کے بادشاہ تھے چنانچہ غلمان اور لڑکے ان کی خدمت پر مامور تھے اور رضوان اور حوریں جناب حوا علیہا السلام کی غلامی میں تھیں،

اُس درخت کا پھل کھانے کے فوراً بعد تاجِ شرف اور کُلاہِ جلال ان کے سر سے الگ الگ ہوگئی اور بہشت کا لباس اُن کے جسم سے اُتر گیا اور وہ برہنہ ہوگئے۔ وہ اپنے حال کو دیکھتے اور انتہائی حسرت و نامرادی سے گریہ زاری کرتے وہ جس درخت کے قریب جاتے اس سے آواز آتی دور ہوجائیں،، دور ہوجائیں،، اور ایک پتے کو بھی اپنی موافقت میں نہ پاتے۔

جناب آدم علیہ السلام برہنگی کی شرمندگی سے ایک ایک درخت کے پیچھے چھپتے پھرتے کہ فرمانِ الٰہی پہنچا،،

افررت منی یا اٰدم

اے آدم! تو مجھ سے بھاگتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے

عرض کی۔

بل حیاء منك

بلکہ تجھ سے حیا آتی ہے۔

اور اپنے گناہوں سے سرگردان ہوں یا اللہ میں تجھ سے بھاگ کر کہاں جاسکتا ہوں، کیونکہ تیرے حضور سے گریز ممکن ہی نہیں۔

کجا روم کہ بغیر از درت پناہ ندارم
جزا آستانہ لطفت گریزگاہ ندارم

اِنخلائے بہشت

بالآخر انہوں نے انجیر کے پتوں سے خود کو ڈھانپا اور حکم ہوا کہ بہشت سے نکل جائیں جناب آدم علیہ السلام نے جناب حوا علیہا السلام کا ہاتھ پکڑا اور بہشت سے باہر آ گئے جناب آدم علیہ السلام ہر وقت روتے رہتے کہ شائد میرا رونا شب غم کی صبح اور بند دروازے کی چابی بن جائے مگر کسی طرف سے خوشبوئے مراد مشامِ امید تک نہ پہنچی۔

جب آدم علیہ السلام جنت سے باہر نکلے تو ان کی زبان پر بسم اللہ الرحمن الرحیم جاری تھا جبریل علیہ السلام نے کہا! اے آدم! تو نے یہ بزرگ کلمہ کہا ہے ایک زمانے کے بعد شاید غیب کے افق پر نجات کی روشنی درخشاں ہو جائے اور مطلعِ کرم سے خلاصی کا ستارہ طلوع کرے۔

آواز آئی اے جبریل! چھوڑ دے تا کہ یہ چلا جائے۔

جبریل نے کہا! الٰہی اُنہوں نے تیرا نام رحمٰن ورحیم پڑھا ہے کونسی بڑی بات ہے اگر تو ان پر رحم کرے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا! جبریل میری رحمت کم نہیں اور نہ ہی مجھے رحمت کرنے سے ملال وندامت ہے ولیکن اگر آج میں اس پر رحمت کروں گا تو صرف اس کی اکیلی ذات پر ہوگی ٹھہر تا کہ کل قیامت کے دن جب آدم علیہ السلام بہشت کی طرف رخ کریں گے اور ان کے کروڑوں گنہگار بیٹے ان کے ساتھ ہوں گے تو ان پر رحمت کروں گا تا کہ میری رحمت کا نشان ظاہر ہو،،

اور بحر الحقائق میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی بہشت سے اس سبب سے عذر خواہی تھی کہ عشق کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور عشق کے ساتھ لٹکا ہوا تھا اور عشق دار الملام، یعنی ملامت کا گھر ہے دار السلام نہیں عشق اہل ملامت کو چاہتا ہے اور عقل راحت وسلامتی کو تلاش کرتی ہے۔

اے مرورہِ عشق بکش بار ملامت
یا در گزر از عشق و برو خوش سلامت

شاخِ محبت

اکابرین میں سے ایک بزرگ از روئے تاویل فرماتے ہیں کہ وہ

درخت جو جناب آدم علیہ السلام کے لئے ممنوع تھا اُس کے قریب ہوئے تو وہ شاخِ محبت تھی اور نفس الامر میں اسے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہی لگایا گیا تھا وہ ان سے محبت کرتا تھا اور وہ اس سے محبت کرتے تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا اس سے انہیں روکنا دلیلِ محبوبی تھا کہ اس کا حسن وجمال کمال پر تھا یا تحریص وترغیب کے طور پر تھا۔ کیونکہ انسان اس چیز پر حریص ہوتا ہے جس سے اُسے منع کیا جائے یعنی انسان کی طبیعت کا اقتضاء یہ ہے کہ وہ اس چیز کی طلب پر حریص ہو جس سے اُسے روکا جائے۔

اور ممکن ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو اس سے نہ روکا جاتا تو ان کو نفس کی مرادیں پوری کرنے اور تکمیل ذات کے لئے ثمرِ محبت کی پرواہ نہ ہوتی۔ کیونکہ محبت روحانی غذا ہے اور جو شخص جسم کی پرورش میں لگا رہتا ہے اسے روح کی پرورش کی فراغت نہیں ہوتی۔

تو حکم ہوا ! اے آدم! اگر تم آسائش طلب کرتے ہو تو یہ جو کچھ بہشت میں ہے کھاؤ اور شجرِ محبت کے قریب نہ جانا تاکہ کہیں محنت ومحبت تجھے اپنی طرف نہ کھینچ لے اور تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والوں سے نہ ہو جائے کیونکہ نوشِ محبت بغیر نیشِ مصیبت کے نہیں تیری محنت ومحبت رنج وافسوس سے ممزون ہوگی۔

عاشقاں را از بلا صد راحت است
کہ محبت ہم نشینِ محنت است

عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ
چوں گواہت نیست دعویٰ شد تباہ
ہر کہ دعوائے محبت ساز کرد
صد در از غم بر رُخِ خود باز کرد

عشق تلاش میں تھا

سُلطان العارفین قُدس سرہ سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام وجود سے پہلے عشق ومحبت کے ایک مظہر کی تلاش میں تھے اور جب فرشتوں کو ان کی مظہریت کا استحقاق حاصل نہ ہوا تو گوشہ تنہائی اور علیحدگی میں چلے گئے یہاں تک کہ ملک وملکوت میں ابلیس کی اطاعت وعبادت کا کروفر اور دبدبہ ظاہر ہوا۔

عشق نے چاہا کہ اس کی مواصلت کی کمر میں اپنا ہاتھ ڈالا یعنی اس کے قریب ہو جائے تو عزت وجلال کے بادشاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی ٹھہر اور اپنے دشمن کو پہچان !

عشق دوسری بار حُجلۂ غیب میں بیٹھ گیا اور اس کے دروازہ پر جنوں اور ملائکہ نے پہرہ لگا دیا یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام اخفائے عدم سے فضائے شہود میں جلوہ گر ہوئے تو عشق شجر ممنوعہ کی صورت میں اُن کے سامنے ظاہر ہوا تو وہ اس کے جمال کے شیدائی ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ

ہر جگہ اس کا وصال حاصل ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ معنی دارِ جنت میں درست نہیں آتے کیونکہ عشق کا ٹھکانہ محبت و محنت کے ماروں کا دل ہے اور بہشت میں متاعِ محنت نہیں پائی جاتی بہشت کی راحتوں میں گریہ وزاری کا کیا کام؟ قیدیوں کے لئے دنیا کی جگہ ہی کام آتی ہے۔

اے برادر عاشقی را درد باید درد گو
برسرِ کوئے محبت مرد باید مرد گو
چند ازیں ذکرِ فسردہ چند ازیں فکرِ دراز
نعرہ ہائے آتشیں چہرہ ہائے زرد گو

پس حضرت آدم علیہ السلام محبت کی ہوس میں فضائے بہشت سے تنگنائے دُنیا میں آ گئے اور سلامتی کے ساحل سے گرداب ملامت کی طرف چہرہ کرلیا،

اور فرحت کے گلشن سے غم کے آتش کدہ کی طرف متوجہ ہو گئے،
گلزارِ نعمت کو خارزارِ عقوبت میں بدل لیا،
محبت کی بلندیوں سے محنت کی پستیوں میں گر پڑے،
مرتبۂ قربت سے غربت کی آبادی میں آ گئے،

طبقاتِ تکلیف و کلفت کو درجاتِ اُنس و اُلفت پر ترجیح دے کر خوشیوں کی عبادت گاہ سے قدم باہر نکالا اور غمکدۂ بدنامی کی سکونت اختیار کر

لی اِس لئے کہ عشق اور نیک نامی ایک دوسرے کو راس نہیں آتے۔

رہا کنید کہ تن دَر دہم بدَ نامی
کہ نامِ نیک در آئینِ عاشقاں ننگ است

جنّت سے زمین پر

الغرض جب صدائے اِهْبِطُوْا مِنْهَا بلند ہوئی یعنی حکم ہوا کہ بہشت سے نکل کر دنیا میں چلے جاؤ تو اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوّا علیہا السلام کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا آؤ چلیں بات ہماری معزولی تک پہنچ گئی ہے اور دنیا کی مصیبت، غربت اور بے کسی سے واسطہ پڑ گیا ہے۔

بر خیز کہ وقتِ اِفترا قست اِمروز
با محنت و درد و اتفاقست امروز
اے دیدہ رُخِ وصال دیدی ایک چند
خونبار کہ نوبتِ فراقست امروز

اور جب جناب آدم علیہ السلام اور جناب حوا سلام اللہ علیہا ایک دوسرے کے ساتھ چلنے لگے تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی اے آدم آپ جناب حوّا کا ہاتھ چھوڑ کر ان سے کنارہ کش ہو جائیں کیونکہ آپ دونوں کو الگ الگ سمت میں جانا ہے۔

چنانچہ جناب آدم علیہ السلام نے حضرت حوّا سلام اللہ علیہا کا ہاتھ

چھوڑ دیا تو دونوں ایک دوسرے سے الگ سمتوں میں لائے گئے حضرت آدم علیہ السلام روتے تھے اور یوں فریاد کرتے تھے، ہائے یہ غربت حوا، ہائے یہ اس کا فراق،، فرشتے حیران و پریشان کھڑے دیکھ رہے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام کی غربت اور جناب حوا علیہا السلام کے کرب کو دیکھ کر روتے تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے کو گُم کر بیٹھے تھے نہ اِن کو اُن کی خبر تھی اور نہ اُن کو اِن کا کچھ پتہ تھا، جناب آدم علیہ السلام کی سراندیپ کے پہاڑ پر گرے تھے اور جناب حوا دریائے ہند کے کنارے جدہ کے مقام پر گری تھیں جناب آدم علیہ السلام سراندیپ کے پہاڑ پر دو ہزار سال تک روتے رہے۔

حضرت آدم کی گریہ زاری

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ہر وقت بہشت کو یاد کرتے رہتے اور بے ہوش ہو جاتے، آپ بہشت کے لئے نہیں بلکہ خُدائے بہشت کے لئے روتے تھے، بہر حال جبریل امین نے آکر اُن کے سر پر ہاتھ رکھا کہ انہیں ہوش میں لائیں تو انہیں آواز آئی! آدم کی غم خواری کر کہ یہ بیکس ہے اور جب جبریل نے واپس جانا چاہا، تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا، کچھ دیر کے لئے اور ٹھہر وتا کہ تمہیں غم دل کی داستاں سناؤں اور تمہارے سامنے اندوہ وغم کے دفتر کھولوں اور جب جبریل گئے اور آنکھوں سے اوجھل ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام اس

قدر روئے کہ ہوا میں اڑنے والے پرندوں کو بھی آپ پر رحم آنے لگا اور اس قدر روئے کہ آنکھوں کے پانی سے نہر جاری ہوگئی۔

روزے کہ چشمِ مازِ جمالت جُدا بود
چنداں کہ چشم کار کند اشک ما بود

اُدھر جناب حوّا جدہ کے ساحل پر روتی ہوئیں نالہ وفریاد کر رہی تھیں کہ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے بھائی! حوا کہاں ہے ؟

جبریل نے کہا! آپ کے فراق میں دریا کے کنارے پر رو رہی ہیں اور انہیں آپ کے حال کا کچھ پتہ نہیں یہ سُنا تو حضرت آدم علیہ السلام بے ہوش ہوگئے حضرت جبریل علیہ السلام نے اُن کا سر اپنی آغوش میں لے لیا تو بے ہوشی کے دوران میں آدم علیہ السلام نے جناب حوا سلام اللہ علیہا کو اس حال میں دیکھا کہ آپ روتی ہوئی کہہ رہی ہیں۔

حبیبی اٰدم اجائع انت ام شبعان الا بس انت ام
غریان انا ئم انت ام یقظان

اے میرے حبیب ومونس آدم! آپ بھوکے ہیں یا سیر ہیں
آپ برہنہ ہیں یا لباس میں ہیں آپ سوئے ہوئے ہیں یا
جاگ رہے ہیں ؟

جناب آدم علیہ السلام نے چاہا کہ جناب حوّا کی اس فریاد کا جواب

دیں کہ اچانک آپ کو ہوش آ گیا تو فریاد و فغاں کرنے لگے جبریل علیہ السلام نے پوچھا،، اَے آدم آپ کو کیا ہو گیا ہے بیان کریں تو جناب آدم علیہ السلام نے ایسا نعرہ درد لگایا کہ جبریل نے فریاد کرتے ہوئے کہا یا اللہ ان دو عاجزوں اور محتاجوں پر رحم فرما! آواز آئی آدم کو خوشخبری سُنا دے کہ عنقریب شبِ فراق ختم ہو جائے گی اور مراد کا چاند اُمید کے مشرق سے نکلنے والا ہے۔

نسیمِ بادِ صبا دوشم آگہی آورد
کہ روزِ محنت و غم روبکو تہی آورد

چنانچہ حق سُبحانہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور علماء نے اس باب میں بہت گفتگو کی ہے محققین میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبولِ توبہ کا سبب تین چیزیں ہیں حیاء، بُکا اور دُعاء اور حضرت آدم علیہ السلام پر اس طرح کی حیا غالب تھی کہ شہر بن جوشب نے کہا! جب جناب آدم زمین پر آئے تو آپ نے شرم کے مارے تین ہزار سال تک سر اوپر اُٹھا کر آسمان کو نہیں دیکھا تھا۔

رونے کا مقام

آپ کا رونا اس مقام کا تھا کہ روایت میں آتا ہے اگر تمام دُنیا کا رونا جمع کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کے رونے سے نسبت دی جائے تو بھی حضرت داؤد علیہ السلام کا رونا زیادہ ہے،

اور اگر تمام اہل دنیا کے رونے میں حضرت داؤد علیہ السلام کا رونا شامل کر کے حضرت نُوح علیہ السلام کے رونے سے نسبت دی جائے تو ابھی حضرت نوح علیہ السلام کا رونا بڑھ کر ہے،

اور اگر تمام دنیا کے رونے میں حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا رونا جمع کر لیا جائے تو اس تمام رونے سے حضرت آدم علیہ السلام کا رونا فزوں تر ہے،،

''عیون الرضا'' میں آیا ہے کہ جناب آدم علیہ السلام کی آنکھوں سے سیلِ اشک اس طرح رواں تھا کہ دائیں آنکھ سے بہنے والے آنسو مثل دجلہ کے اور بائیں آنکھ سے آنسو مثل فُرات کے تھے۔

نیازمندی کے آنسو

مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام بیس سے صد سال کی مدت تک زمین ندامت پر آنکھوں کے بادل سے حسرت کی بارش برساتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں کی روانی سے آپ کے دونوں رُخسار مبارک دو نہریں بن گئیں اور آپ کی آنکھوں کے پانی سے چشمے جاری ہو گئے، پرندے آپ کے اشکوں کا پانی پیتے تو ایک دوسرے سے کہتے !

یہ کتنا اچھا پانی ہے کہ ہم نے اس سے اچھا پانی کبھی نہیں پیا جناب آدم علیہ السلام ان کی گفتگو سنتے تو گمان کرتے کہ پرندے یہ باتیں ان کے

لئے طنز و تمسخر کے طور پر کرتے ہیں، یہ خیال آتے ہی آپ دلِ پُر درد سے آہِ سرد کھینچتے زار زار روتے اور بارگاہِ خُداوندی میں عرض کرتے "الٰہی! میرا حال اس مقام پر پہنچ گیا ہے اور میرا کام اس انجام کو پہنچ گیا ہے کہ پرندے میرے آنسوؤں کا مذاق اُڑاتے ہیں، آخر گُنہگاروں کے آنسوؤں کا مزہ کیا ہوسکتا؟

آواز آئی! اَے میرے صفی! اپنے دل کو خوش رکھ کہ پرندے درست کہتے ہیں میں نے نیازمندی کے آنسوؤں سے بڑھ کر کوئی نفیس گوہر پیدا نہیں کیا۔

گوہرے بس گرانبہا اشک است
سببِ آبروئے ما اشک است
گریہ می کُن کزآں ثمر یابی
اشک ریزی کنی گُہر یابی
اَبرتا گریہ برچمن نہ کند
غنچہ ہم خندہ برسمن نکند

حضرت آدم کی دُعا یہ تھی

آپ کی دُعا یہ تھی کہ آپ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفیع بنا کر بارگاہِ خدا میں عرض کیا اے میرے پروردگار بحق محمد و آلِ محمد

"صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میری توبہ کو شرفِ قبولیت عطا کر حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے پُوچھا تو محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کو کس طرح پہچانتا ہے ؟

عرض کی! میں نے عرش کے پائے پر ان کا نام نامی تیرے نام کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ مخلوق میں بزرگ ترین ہستی ہیں ان کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کروں، تو جس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سفارش پیش کی اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اُن کی توبہ کو قبول فرمالیا۔

چُوں آدم کرد روئے دل بسوئش
شفیعِ آدم آمد آبروئش
کزاول وستہ بندِ گلشنش بُود
نہ آخر خوشہ چینِ خرمنش بود

ہابیل وقابیل کا تنازعہ

دوسرا غم حضرت آدم علیہ السلام نے اُس وقت دیکھا جب قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کر دیا، اور یہ قصّہ اجمالی صُورت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت آدم اور جناب حوّا علیہا السلام کا ملاپ ہوا تو عرصہ بعد جناب حوّا علیہا السلام کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور پھر ہر بار ایسا ہی ہوتا رہا چنانچہ جب وہ بڑے ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام ایک بطن کے لڑکے کو

دوسرے بطن کی لڑکی سے بیاہ دیتے قابیل کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے والی صاحبزادی کا نام اقلیما تھا اور وہ بے حد خوبصورت تھیں اُن کا چہرہ درخشاں اور گیسو عنبر فشاں تھے۔

روئے چہ گونہ روئے روئے چوں آفتابے
موئے چہ گونہ موئے ہر حلقہ پیچ وتابے

اور جناب ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی صاحبزادی کا نام لیوذا تھا اور کہتے ہیں کہ وہ زیادہ خوبصورت نہ تھیں۔

چنانچہ جب یہ لوگ بالغ ہوئے تو حضرت آدم علیہ السلام نے جناب لیوذا کو قابیل کے لئے نامزد کر دیا اور جناب اقلیما کو ہابیل کے لئے مخصوص فرما دیا قابیل نے آپ کے اس حکم سے انکار کرتے ہوئے کہا میری بہن زیادہ خُوبصورت ہے اور وہ میرے ساتھ پیدا ہوئی ہے وہ میرے لئے بہتر ہے یا میرا اُس پر زیادہ حق ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو رہا ہے اور میرا اس میں کُچھ اختیار نہیں ہے۔

حکم حکمِ اُو وما محکوم فرمانِ وَے اَم

قابیل نے آپ کی اِس بات کو نہ مانا اور کہا کہ آپ ہابیل کو مجھ سے زیادہ چاہتے ہیں اور اسے لازماً بہت خوبصورت لڑکی دینا چاہتے ہیں۔

ہابیل کی قُربانی

جناب آدم علیہ السلام نے فرمایا! اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو تم دونوں قربانی کرو جس کی قربانی قبول ہو جائے گی اقلیما اس کی ہوگی۔

ہابیل کے پاس بکری تھی اور اس کے موٹے تازے اور توانا بچے سے انہیں بہت زیادہ محبّت تھی آپ بکری کے اُسی بچّے کو پہاڑ پر لے گئے اور نیّت کی اگر میری قربانی قبول نہ ہوئی تو اقلیما کو چھوڑ دوں گا۔

قابیل کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا چنانچہ وہ گندم کا ایک گھٹا لے کر آ گیا جب کہ اُس کے خوشوں میں بہت کم اور کمزور دانے تھے اسی مقام پر رکھ کر خود کو کہنے لگا کہ میری قربانی قبول ہو یا نہ ہو میں اپنی بہن سے دست بردار نہ ہوں گا۔

پس آسمان سے بغیر دھوئیں کی سفید آگ آئی اور بکری کو کھانے لگی اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی قابیل آتشِ غضب سے مُشتعل ہو گیا اور اس کے جسم کے دھوئیں نے اس کی بصیرت کو تاریک کر دیا اور اپنے بھائی کو قتل کرنے پر کمر بستہ ہو کر انتقام کی کمین گاہ میں بیٹھ گیا، اور جب حضرت آدم علیہ السلام بیت المعمور کی زیارت کو تشریف لے گئے تو قابیل کو فراغت کا موقع ہاتھ آ گیا اور وہ بکریوں کے ریوڑ کی جگہ پہنچ گیا جہاں ہابیل سو رہے تھے اس نے جاتے ہی پتھر اُٹھایا اور جناب ہابیل کے سر

پر دے مارا جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور مغز بکھر گیا۔

خود برادر با برادر ایں کند
کافرم گر ہیچ کافر ایں کند

جب ہابیل شہید ہو گئے تو قابیل نہیں جانتا تھا کہ اُن کے ساتھ کیا کرے، چنانچہ اُس نے انہیں کپڑے میں باندھ کر پُشت پر اُٹھایا اور بیابان کی طرف منہ کر لیا اور چالیس دن تک انہیں پُشت پر اُٹھائے ہر طرف پھرتا رہا مگر یہ نہ جان سکا کہ اس کا کیا کروں بالآخر ایک کوے کو دیکھا کہ اُس نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین میں گڑھا کھودا اور ایک مُردہ کوّے کو لا کر اس گڑھے میں ڈال کر اس پر مٹی ڈال دی یہاں تک کہ مُردہ کوا اس میں چھپ گیا چنانچہ قابیل نے بھی اسی طرح حضرت ہابیل کو سپردِ خاک کیا اور قوم کے پاس آ گیا

تلاشِ ہابیل

جب حضرت آدم علیہ السلام زیارتِ حرم سے واپس تشریف لائے تو سوائے ہابیل کے آپ کے تمام بیٹوں نے آپ کا استقبال کیا، جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جناب ہابیل سے بہت زیادہ محبّت کرتے تھے جناب ہابیل کا کیسا شباب تھا ؟

چاند جیسا چہرہ، سیاہ گیسو، اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت ہی اچھی صُورت اور دل کش سیرت عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ جنابِ آدم علیہ السلام

کی اولاد میں ایک فرد بھی اُن جیسے حُسن و جمال اور کمال و خُوبی کا مالک نہیں تھا

پیش رویت و گراں صُورت بر دیواند
نہ چنیں صُورت و معنی کہ تو داری دارند

حضرت شیث علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے جبکہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ خوبصورت حضرت شیث علیہ السلام تھے، کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نُور مبارک اُن کے چہرہ انور سے شُعاعیں بکھیرتا تھا اور ان کی جبینِ اقدس میں درخشاں تھا۔

بہر حال! جب حضرت آدم علیہ السلام کو ہابیل نظر نہ آئے تو ان کو تلاش کرنے لگے، ہر ایک سے اُن کے بارے میں پوچھا مگر صرف یہ پتہ چلا کہ وہ چند دنوں سے لاپتہ ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں؟

حضرت آدم علیہ السلام انہیں سات روز تک کوہسار و ریگزار میں تلاش کرتے رہے مگر ہابیل کا کچھ سُراغ نہ ملا اور آپ زبانِ حال سے یہ کہنے لگے۔

شبِ من سیہ شُد از غمِ مہِ مَن کجات جویم
بشب دراز ہجراں مگر از خدات جویم

فریادِ آدم علیہ السلام

آٹھویں رات کو حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ جناب ہابیل ایک جگہ سے اُٹھے اور کہا ہائے ابا جان میری مدد فرمایئے، اے بزرگ باپ میری فریاد رسی کریں، حضرت آدم علیہ السلام اس خواب کے ڈر سے بیدار ہو گئے اور نعرۂ غم لگا کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے سرہانے بیٹھے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اُن سے پوچھا اے بھائی تمہیں ہابیل کے بارے میں کچھ خبر ہے؟

میں نے اُسے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ مظلوموں اور بے چاروں کی طرح امداد اور فریاد رسی طلب کرتا تھا ؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اے آدم! اس مصیبت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ آپ کو بزرگی اور اجرِ عظیم عطا فرمائے گا قابیل نے ہابیل کو اس حال میں قتل کیا ہے کہ وہ فریاد کرتا تھا اور مدد کے لئے پکارتا تھا مگر کوئی اس کی مدد کو نہ پہنچا اب یہی تمام فریاد ہے جو زیر زمین ظاہر ہو گی اور کل قیامت کے دن عرصۂ محشر میں اُٹھے گی،،

حضرت آدم علیہ السلام یہ سن کر فریاد و فغاں کرنے لگے اور روتے ہوئے کہا اے بھائی! مجھے اس کی قبر دکھا۔

چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام انہیں جناب ہابیل کی قبر پر لائے تو جناب آدم علیہ السلام نے مٹی ہٹا کر ہابیل کی لاش کو دیکھا جو خُون میں لتھڑی ہوئی تھی اور سر پھٹا ہوا تھا جنابِ آدم علیہ السلام نے اپنا چہرہ بیٹے کے چہرے پر رکھا اور کہا ہائے حسرت، ہائے مصیبت، ہائے مصیب۔

از شکل و شمائل زیبائے او دریغ
دَر زیرِ خاک قامت و بالائے او دریغ

سر تا بپائے چابک و نغز و لطیف بود
زیرِ زمیں نہفتہ سرو پائے او دریغ

جناب آدم علیہ السلام ہابیل کے غم میں اس قدر روئے کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے گریہ وزاری کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض

جب پانی پینے لگو تو میرے تپیدہ جگر کی تشنگی اور لب وزبان کی خشکی کو فراموش نہ کرنا،،

چوں آب خوش خُورید بہ حسرت کنید باد
اَز سوزِ سینہ و جِگر خُوں چکان من
دَر جُوئے دیدہ چشمۂ خُونین روان کنید
از بہر آب ادن سروِ روان من
زد آسماں عمامہ خُورشید بَر زمین
آں دم کہ غرقہ گشت بخوں طیلسانِ من

یہودا کو بھائیوں کی ملامت

المختصر یہودا اس وصیّت کے سوز سے نالہ وشیون کرنے لگے اور یہودا اونچی آواز والے تھے لہٰذا اُن کی آواز اُن کے بھائیوں تک پہنچ گئی وہ اچانک اُٹھے اور آواز کی سمت روانہ ہو گئے،

کیا دیکھتے ہیں کہ یہودا کنوئیں کے کنارے بیٹھے ہوئے آہ وزاری کر رہے ہیں۔

بھائیوں نے کہا! یہودا تم کیوں روتے ہو؟

یہودا نے کہا کہ اس غریب وآوارہ و بیچارہ پر روتا ہوں اور کیسے نہ روؤں۔

آبم از دیدہ روا نست و خیالِ قدِ اُو
ھمچو سرویست دَر آں آبِ رواں پیوستہ
زُلفش زدست بدا دیم و زِدل خُون بچکید
گوئی از زُلف رگے بود بجاں پیوستہ

یہودا کو بھائیوں نے ملامت کی اور ایک پتھر کنوئیں کے اوپر رکھ کر کنعان کی طرف چل پڑے۔

حضرت یعقوب سے ملاقات

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ بکری کے خون میں آلودہ کر کے ساتھ لے لیا اور عصر کی نماز کے وقت اس ٹیلہ کے قریب پہنچ گئے جس کے اوپر حضرت یعقوب علیہ السلام دیدۂ تر کو راستے پر لگا کر تمام دن انتظار فرماتے رہے تھے اچانک اس صحرا سے غبار اُٹھا تو آپ نے بیٹی کو فرمایا کہ یہ کیسا گرد و غبار ہے؟

بیٹی نے کہا عجب نہیں کہ میرے بھائی آرہے ہوں۔

آپ نے فرمایا! اچھی طرح دیکھ کہ وہی ہیں؟

جناب دینا نے دیکھا تو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے پوچھا بیٹی تجھے کیا ہو گیا ہے؟

کہا ابا جان! میرے بھائی آئے ہیں مگر یوسف ان کے ساتھ نہیں،

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات سنی تو جگر سے آہ پرسوز کھینچ کر فرمایا! بیٹی اُن کو آواز دے تا کہ اس ٹیلہ کے اوپر آجائیں حضرت دینا نے بلند آواز سے پکارا اے یعقوب کے بیٹو ادھر آجاؤ تمہارے والد گرامی اس جگہ پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

جب بیٹوں نے جان لیا کہ والدِ گرامی ٹیلے پر ہیں تو وہ ہاتھ ہلانے لگے اور اُنہوں نے صبح کاذب کی طرح گریبان چاک کر لئے اور مرغ سحر کی طرح نالہ وفریاد کرنے لگے۔

ہائے ہمارے پیارے! ہائے ہمارے بھائی ہائے یوسف!

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹی یہ کیسی فریاد ہے جو میں سن رہا ہوں اور یہ کیسا شور وغل ہے؟ کہ آنکھوں سے رگِ خون کھل گئی ہے؟ یہ کیسا شور ہے جس کی تاثیر سے آتشِ ہجراں سینے کی بھٹی میں جلنے لگی ہے؟ اور یہ کیسا شور ہے کہ اُس کے سننے کی ہیبت سے دیدۂ غم دیدہ کے فوارے سے آبِ حسرت ٹپکنے لگا ہے۔

موج زن بینم از ہر دیدۂ طوفاں غمے
میرسد رد گوشم از ہر لب صدائے ماتمے
اہل عالم رانمید انم چہ حال اُفتاد است
ایں قدر دانم کہ درہم رفتہ کارِ عالمے

حضرت دینا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اُس آواز کی طرف کان لگائے

اور گریہ وفریاد کے مضمون سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو آگاہ کیا اِس خبر کو سنتے ہی بوڑھا باپ گر پڑا اور غش آ گیا۔

حضرت دینار رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا اے بھائیو! جلدی آؤ اور اپنے بوڑھے باپ کو دیکھو کہ اُن کا حال دگرگوں ہو گیا ہے اور ہمارے اختیار کے ہاتھ سے عنان عقل نکل گئی ہے۔

وہ لوگ جلدی سے وہاں پر آئے اور باپ کو اِس حال میں دیکھ کر فریاد کناں ہو گئے۔

برادرانِ یوسف کی پریشانی

روبیل آگے بڑھا اور والدِ گرامی کے سر کو آغوش میں لے لیا اور اُن کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ سانس بند ہو چکی ہے۔

فریاد کرنے لگا یہودا نے کہا اے بھائیو! ہم نے یہ اپنے ساتھ کر لیا ہے باپ کو ضائع کر لیا بھائی کو کنوئیں میں ڈال دیا اور خلقت کی زبان ملامت کو خود پر دراز کر لیا۔

اپنوں اور بیگانوں پر اعتراض کے دروازے ہم نے خود پر کھول کر اپنا پردہ خود چاک کر لیا۔

اپنے پیوند کا رشتہ تیغ سے کاٹ لیا پھر اُنہوں نے روتے پیٹتے چیختے چلاتے باپ کو اُٹھایا اور گھر میں لے گئے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ابھی تک بیہوش تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور نسیمِ سحر گاہی مہب الٰہی سے چلنے لگی حضرت یعقوب علیہ السلام نے آنکھیں کھول دیں اور کہا میری آنکھوں کا نور کہاں ہے؟

اُنہوں نے خون آلود کرتہ ہاتھ میں پکڑا اور بھیڑیئے کا قصہ بیان کیا حضرت یعقوب علیہ السلام پھر بے ہوش ہو گئے۔

بیٹی کے آنسو

حضرت یعقوب علیہ السلام کی صاحبزادی باپ کے سرہانے آ کر رونے لگی اور روتے ہوئے اپنا ہاتھ آپ کے سر مبارک پر رکھا اور فریاد و فغاں کرنے لگی ان کی آنکھوں سے ٹپکنے والا آنسو حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرۂ انور پر گرا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا میں کہاں ہوں؟

اُنہوں نے کہا! آپ اپنی منزل کرامت قرار گاہِ سعادت اور اپنی اولاد و عزت میں ہیں۔

فرمایا! میرا یوسف اس جگہ ہے ؟

اُنہوں نے کہا! نہیں آپ کے دوسرے بیٹے ہیں۔

فرمایا ! کیا حاصل ؟

گل و بنفشہ ہمہ است و یار نیست چہ سود
بتِ شکر لب من در کنار نیست چہ سود

فرشتوں کی آہ وزاری

القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر آہ وزاری کی کہ فرشتوں نے فریاد کرتے ہوئے کہا الٰہی یا تو یوسف کو اب اسے واپس کر دے یا یعقوب کو خاموش کرا دے یا ہمیں اجازت عطا فرماتا ہے کہ ہم دنیا میں جا کر یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مل کر آہ و نالہ کریں۔

تلاشِ یوسف علیہ السلام

صبح ہوئی تو حضرت یعقوب علیہ السلام صحرا کی طرف آئے اور کنعان کے نواح میں پھرنے لگے آپ اس حال میں فرماتے تھے اے میرے بیٹے! اے میرے فرزند دلبند اے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک اے میری آنکھوں کے نور اے میرے دل پر داغ کے باغ کے ثمر اے میرے جگرِ خون شدہ کے ٹکڑے کیا تجھے کسی کنوئیں میں ڈال دیا گیا ہے یا تجھے کسی تیغ نے ہلاک کر دیا ہے؟ تجھے کسی دریا میں غرقاب فنا کر دیا گیا ہے یا تجھے کہیں زمین میں دفن کر دیا ہے آپ اسی طرح اس وادی میں سرگردان پھرتے ہوئے حسرت کے آنسو آنکھوں سے بہاتے رہے اور گنبد افلاک کو آگ لگا دینے والے سوز کے ساتھ آہ وزاری کرتے رہے۔

جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اے یعقوب آپ نے آسمان کے فرشتوں کو اپنے گریہ سے گریہ کناں کر دیا ہے اور ملائے اعلیٰ کو نالہ و فریاد میں مبتلا کر دیا ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا !اے جبریل کیا کروں کیسے نہ روؤں

جاں غمِ فرسودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

آہ درد آلودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ

الغرض یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ

﴿سورۃ یوسف آیت ۸۴﴾

فراق زین العابدین

روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام واقعہ کربلا کے بعد بہت زیادہ روتے تھے لوگوں نے کہا یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بہت زیادہ روتے ہیں اور ہم آپ کی زیادتی گریہ سے آپ کے تلف ہو جانے سے ڈرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! اے میرے دوستو مجھے معذور رکھو حضرت یعقوب

خدا کے پیغمبر تھے اور بارہ بیٹے رکھتے تھے اُن میں سے ایک اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھ میں خلل پڑ گیا اور میری نظروں کے سامنے میرے والد بزرگوار کو میرے بھائیوں چچوں غم زادوں قریبیوں دوستوں اور تعلق والوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا میں کیسے نہ روؤں؟

ایک شخص کے فراق میں اس قدر گریہ واقع ہوا تھا تو بہتر شہیدا کے فراق میں کیا حال ہونا چاہیے۔

بے دردِ فراق در جہاں کیست بگو
بدتر ز فراق در جہاں چیست بگو
مارا گوئید در فراقش میگری
آن کیست کہ در فراق نہ گریست بگو

زنجیریں پہنا دو

جناب یوسف علیہ السلام کا دوسرا ابتلاء قید و بند کی خواری پر مشتمل ہے چنانچہ جب انہوں نے کنوئیں سے خلاصی پائی تو اُن کے بھائیوں کو خبر ہو گئی اُنہوں نے آکر مالک سے کہا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام خانہ زاد ہے تو نے اسے کہاں سے پایا؟

پھر طویل گفتگو کے بعد اُنہوں نے حضرت یوسف کو سترہ درہم کے عوض اس شرط پر فروخت کر دیا کہ وہ اس کی گردن میں طوق ڈال کر ہاتھ

خدا کے پیغمبر تھے اور بارہ بیٹے رکھتے تھے اُن میں سے ایک اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھ میں خلل پڑ گیا اور میری نظروں کے سامنے میرے والد بزرگوار کو میرے بھائیوں چچوں غم زادوں قریبیوں دوستوں اور تعلق والوں کے ساتھ شہید کر دیا گیا میں کیسے نہ روؤں؟

ایک شخص کے فراق میں اس قدر گریہ واقع ہوا تھا تو بہتر شہیدا کے فراق میں کیا حال ہونا چاہیے۔

بے دردِ فراق در جہاں کیست بگو
بدتر ز فراق در جہاں چیست بگو
مارا گوئید در فراقش میگری
آن کیست کہ در فراق نہ گریست بگو

زنجیریں پہنا دو

جناب یوسف علیہ السلام کا دوسرا ابتلاء قید و بند کی خواری پر مشتمل ہے چنانچہ جب انہوں نے کنوئیں سے خلاصی پائی تو اُن کے بھائیوں کو خبر ہو گئی اُنہوں نے آ کر مالک سے کہا کہ یہ ہمارا بھاگا ہوا غلام خانہ زاد ہے تو نے اسے کہاں سے پایا؟

پھر طویل گفتگو کے بعد اُنہوں نے حضرت یوسف کو سترہ درہم کے عوض اس شرط پر فروخت کر دیا کہ وہ اس کی گردن میں طوق ڈال کر ہاتھ

پاؤں کو زنجیروں سے کس دے کیونکہ یہ بھاگ جاتا ہے نیز اسے ننگے بدن اور بھوکا پیاسا رکھے تاکہ سرکش غلام قابو میں رہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیکھا اور اُن کی قہر و غضب سے بھری ہوئی باتیں سنیں تو اُن میں نہ بات کرنے کا حوصلہ رہا اور نہ ہی یہ طاقت رہی کہ وہ اپنا راز افشا کر سکیں۔

ایں طرفہ گلے نگر کے مارا بشگفت

نہ رنگ تواں بودو نہ بوئے نہفت

کچھ اور یاد آ رہا ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے والے مالک نے اپنے لوگوں سے کہا کہ وہ طوق و زنجیر پر نظر ڈالی تو فریاد و فغاں کرنے لگے۔

مالک نے کہا مضطرب نہ ہو بھاگنے والے غلاموں کو طوقِ ذلت اور تشویرِ زنجیر کے سوا چارہ نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! میں طوق و زنجیر کی وجہ سے فریاد نہیں کر رہا بلکہ اُس حالت کو یاد کر کے رو رہا ہوں جب بادشاہِ حقیقی اللہ تعالیٰ دوزخ کو فرمائے گا،

اس گنہگار بندے کو پکڑ اور اس کی گردن میں طوق ڈال دے کیونکہ اس کی گردن میری خدمت سے پھری رہی ہے کہ اس کے پاؤں میں زنجیر

ڈال دے کیونکہ اس نے میرے دائرہ فرمان سے باہر قدم رکھا ہے۔

مالک اس گفتگو سے حیران ہو گیا اور آہستگی کے ساتھ آپ سے کہا اے میرے غلام میں تجھے فروخت کرنے والوں کے سامنے قیدی بناؤں گا اطمینان رکھ کر جب یہ لوگ چلے جائیں گے تو تیرے پاؤں کی زنجیر اور گردن کا طوق اتار دوں گا۔

پس تو بھائیوں کے سامنے

ز آہن بند بر سیمش نہادند
بگردن طوقِ تسلیمش نہادند

چنانچہ اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ٹاٹ کا لباس پہنایا اور مختلف قسم کی وعید و تہدید سنائی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو تسلی ہو گئی اور وہ کنعان کی طرف چلے گئے۔

بیچنے والوں کو مل لینے دو

حضرت یوسف علیہ السلام نے دوبارہ رونا شروع کر دیا تو مالک نے کہا۔

اے غلام تو کیوں اضطراب ظاہر کرتا ہے اور صبر و سکون کا دروازہ خود پر کیوں نہیں کھولتا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! اے مالک میں فراق کی طاقت

نہیں رکھتا مجھے اجازت دے تا کہ میں اپنے فروخت کرنے والوں کو جا کر ایک بار دیکھ لوں اور اُن پر سلام کہوں۔

مالک نے کہا! اے میرے غلام میں نے ان میں تیرے لئے مہرو محبت کی کسی بات کا مشاہدہ نہیں کیا اور نفرت و وحشت کے سوا کوئی چیز ان میں نہیں پائی تجھے ان کے سلاتھ کیا رغبت ہے کہ تو انہیں دیکھنا چاہتا ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ اُن کو مجھ سے نفرت ہے مگر مجھے ان سے رغبت ہے اور اگر چہ وہ مجھے دوست نہیں جانتے مگر میں اُنہیں دوست رکھتا ہوں تو مہربانی کر کے اُنہیں کہہ دے کہ ٹھہر جائیں۔

مالک نے آواز دی اے جوانو! آہستہ ہو جاؤ یہ غلام چاہتا ہے کہ تم سے معافی طلب کرے اور پھر یوسف علیہ السلام کو اجازت دی کہ وہ جا کر اپنے مالکوں کو وداع کرے،،

میرا پیار یاد رکھنا

حضرت یوسف علیہ السلام زنجیر کھینچتے ہوئے بھائیوں کے پاس آئے اور کہا اے پیارو! تم نے جو کچھ کرنا تھا کر لیا میں نے تحمل کیا اور توقع رکھتا ہوں کہ میرے باپ کے رونے کے وقت تم اسے تسلی دو گے اور ان کی ہر خدمت بجالاؤ گے اور مجھ غریب مصیبت زدہ کو اپنی یاد میں رکھو گے،،

یہ سن کر یہود ا رونے لگے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو آغوش میں لے

کر کہا اے جان برادر بہادری کے ساتھ اپنے اُمور کو خدا کے حوالے کر دے،

پھر وہ اونٹ لائے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بوریئے کا لباس پہنا کر طوق و زنجیر سمیت اُس اونٹ پر بٹھایا اور ایک بدشکل متشدد قسم کے غلام کو اُن کا نگران مقرر کیا اور قافلہ مصر کی طرف روانہ ہو گیا،،

باپ کے نام پیغام

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پیچھے نگاہ دوڑائی اور کہا اے ابا جان آپ پر اللہ کی رحمت ہو مجھے معذور جانیئے کہ میں رنج و بلاء غربت رسوائی اور غلامی میں گرفتار ہو گیا ہوں۔

اے میری بہن! مجھے بھول نہ جانا میں تیری شفقتوں اور دل سوزیوں کو یاد رکھوں گا،،

ماں کے مزار پر

قافلے والے تمام رات چلتے رہے صبح ہوئی تو آلِ اسحٰق کے قبرستان میں پہنچے،،

حضرت یوسف علیہ السلام نگرانی میں تھے اپنی ماں کی قبر کو دیکھا تو بے اختیار ہو کر خود کو اونٹ پر سے اپنی والدہ کی قبر پر گرا دیا اُن کی بچپن کی تربیت کے زمانے کو یاد کیا والدہ محترمہ کی مہر و شفقت کو سامنے لائے اور بارش کی

طرح اشکوں کے قطرات چہرۂ ارغوانی پر برسائے اور آواز دی،،

اے امی جان اے مادرِ مہربان اپنا سر اوپر اُٹھائیں پردۂ خاک کو اپنی آنکھوں سے دور کریں اور اپنے فرزندِ دلبند کے حال پر نگاہ کریں میں آپ کا قیدی بیٹا ہوں جس کی گردن میں طوق ہے جس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئی ہیں اور جس کو ٹاٹ کا لباس پہنایا گیا ہے،،

امی جان مجھے غلامی کی تہمت لگا کر فروخت کر دیا گیا ہے اور میرے بوڑھے باپ کا دل میرے فراق کی آگ میں جلایا گیا ہے،،

ماں کا جواب

قبر سے ایک چیخ اُبھری اور آواز آئی اے میرے پیارے بیٹے اے میری آنکھوں کے نور تو نے میرے غم کو بڑھا دیا ہے اور میرے حزن و ملال کو زیادہ کر دیا ہے، اے میرے نازوں کو پالے بیٹے تو نے میرے دکھوں میں اضافہ کر دیا ہے اور درد کی تلوار سے میرے دل کو چیر دیا ہے اور میرے بیٹے صبر کر اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے،

میرے بیٹے! بتلاؤ آزمائش کے تیروں کے سامنے صبر کی ڈھال رکھ لے تا کہ کامیابی کا پرچم میدان مراد میں لہراتا رہے،

صبر و ظفر ہر دو دوستاں قدیم اند

چونکہ کنی صبر نوبت ظفر آید

بگور وایں روزگار تلخ تراز زہر
تات یکے روزگار چوں شکر آید

نگران کی جفا کاری اور تیز آندھی

صبح ہوئی تو جناب یوسف علیہ السلام کی نگرانی کرنے والے غلام نے انہیں اونٹ پر نہ دیکھا تو واپس آ گیا اور دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قبر کے سرہانے بیٹھے ہوئے ہیں اس بے رحم ظالم نے غضبناک ہو کر آپ کے رخسار مبارک پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ آپ کے نرم و نازک رخسار کی جلد پھٹ گئی اور آپ کا چہرہ مبارک خون میں نہا گیا پھر اُس نے کہا کہ اے غلام تیرے آقا درست کہتے تھے کہ تو بھاگ جاتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہ کہا مگر اس درد کے ساتھ آہ وزاری کی کہ فرشتوں کی عبادت گاہوں میں ہلچل مچ گئی تمام جبروت میں شور برپا ہو گیا اسی وقت ایک تیز آندھی اُٹھی اور ہر طرف زبردست گرد و غبار چھا گیا اور ہوا میں بغیر بادلوں کے بجلیاں تڑپنے لگیں رعد کڑکنے لگا اور برق بے سحاب جلانے لگی۔

اہلِ قافلہ آپس میں کہنے لگے! ہم نے اس تھوڑے سے عرصہ میں اپنا کوئی تازہ گناہ نہیں دیکھا جو ہماری عقوبت اور گرفت کا باعث ہوتا؟

اِسی اثناء میں حضرت یوسف علیہ السلام کو طمانچہ مارنے والا سنگدل ظالم

غلام آ گیا اور اُس نے بتایا کہ یہ مصیبت میری بدقسمتی کی وجہ سے نازل ہوئی ہے کیونکہ میں نے جس وقت عبرانی غلام کو تھپڑ مارا اور اُس نے روتے ہوئے دردِ دل دے فریاد و فغاں کی اُسی وقت سے یہ صورتِ حال پیدا ہو گئی ہے۔

مالک نے کہا تو نے اُسے کس لئے مارا تھا؟

غلام نے کہا! اس نے کود کو اونٹ سے گرا لیا تھا اور بھاگنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

مالک نے کہا! اس بے وقوف غلام کو یہ بھی پتہ نہیں کہ کوئی شخص طوق و زنجیر پہن کر نہیں بھاگ سکتا پھر مالک حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے جوان کیا تو بھاگنے کا ارادہ رکھتا تھا؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! اے مالک میں سرکش اور بھاگنے والا نہیں ہوں میں ماں کی قبر پر پہنچا تو مجھے صبر و تحمل کی طاقت نہ رہی اور میری قوت کے رشتے کو اضطراب کی طاقت نے کاٹ دیا میری ماں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں اُس کی قبر پر طوق و زنجیر پہن کر حاضری دوں گا یا وہ اپنے جگر گوشہ کے چہرے پر غلامی کا داغ دیکھے گی،

جب میں نے اپنی ماں کی قبر مبارک دیکھی تو بے اختیار خود کو سواری کے اوپر سے گرا لیا اور اپنا غمِ دل اُن کو سنایا میں اپنے درد کا قصہ اُن کے سامنے بیان کر رہا تھا کہ اس غلام نے آ کر میرے منہ پر تھپڑ مار دیا مگر میں نے اسے کچھ نہیں کہا آپ نے یہ کہا ہی تھا کہ آپ کے دل پر درد سے آہِ غم نکل گئی

اہل قافلہ نے سُنا تو وہ گریہ کناں ہو گئے اور تضرع وزاری کرتے ہوئے کہنے لگے اے جوانِ عالی شان یہ آندھی جو ہم پر مسلط ہو گئی اے اسے دور فرمادے۔

حضرت یوسف علیہ السلام ہوا کی طرف دیکھ کر ہونٹوں کو جنبش ہی دی تھی کہ اُسی وقت آندھی غائب ہو گئی اور مطلع صاف وشفاف ہو گیا،

مالک نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو اسی وقت حکم دے دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی گردن سے طوق اُتار دیا جائے اور آپ کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے آزاد کر دیئے جائیں اور آپ کو بہترین پوشاک پہنائی جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ کو تیز رو ناقہ پر سوار کر دیا گیا۔

کربلا والوں کا کیا حال ہوگا؟

اب جبکہ حضرت یوسف علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے والدہ ماجدہ کی قبرِ انور کی طرف دیکھا تو گریہ وبکا اور آہ وزاری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تو جب حجرۂ رسالت کی پردہ داروں اور حجلۂ ولایت کی معظمات نے دشتِ کربلا میں بغیر جسم کے سروں کو نیزوں پر چڑھے ہوئے اور بغیر سروں کے خاک وخون میں لتھڑے ہوئے جسموں کو دیکھا ہوگا تو ان کے گریہ وبکا نالہ وفریاد اور بے قراری کا کیا عالم ہوگا؟

روایات میں آتا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور آپ کی

اولادِ پاک کی شہادت کے بعد عمر سعد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ وہ شہیدوں کے سروں کو نیزوں پر چڑھالیں اور اُن کے کٹے پھٹے جسم میدانِ کربلا کی خاک پر پڑے رہنے دیں،

چنانچہ جب پردہ دارانِ پردہ سوائے طہارت وعفّت حرمِ حسین میدان جنگ میں پہنچیں اور شہیدوں کے بغیر سروں کے جسموں کو دیکھا تو بے اختیار نالہ وفریاد کرتے ہوئے گنبد خضریٰ کی طرف منہ کر کے گریہ وفغاں کرنے لگیں۔

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی ہمشیرہ مکرمہ سیدہ زینب بنتِ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فریاد کرتے ہوئے کہا!

اے نانا جان اور اے سیدنا مدار یہ آپ کا حسین ہے کہ اس ریگستان میں اس کا سر کٹا ہوا ہے اور اس کی حرمت کا پردہ بے حیائی اور بے ادبی کے ہاتھوں پھٹا ہوا ہے۔

نانا جان! یہ آپ کا نورِ نظر اور آپ کی آغوش میں پلنے والا حسین ہے جو خاک وخون میں غلطیدہ ہے۔

نانا جان! یہ آپ کے باغ نبوت کی خُوشبو ہے جس کے جسم انور کے اعضاء مبارک ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔

روایت میں آیا ہے کہ جب جنابِ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی یہ گفتگو یزید کے اہل لشکر نے سُنی تو وہ سب رونے لگے اور ان کی آنکھوں سے

خونیں اشک ٹپکنے لگے۔

اے عزیز! شہیدوں کے حال اور آلِ عبا کی مصیبت پر اگر دشمنوں کو رونا آجاتا ہے تو ان کے دوستوں اور حبداروں کی مصیبت پر اشک ریزی کرنا تعجب خیز نہیں۔

لائق بود در ایں دھہ از ما گریستن
برعترتِ نبی معلیٰ گریستن
اے دوستاں نہاں مکشیدہ آسوز ناک
کامد زمان نعرہ و پیدا گریستن
پیرانِ باوقار و جواناں جمع را
لازم بود برآں شہِ برنا گریستن
عینِ صفاست مقنعہ دارانِ عہد را
در ماتمِ خدیجہ کبریٰ گریستن
محضِ وفاست زہرہ جبینانِ عصر را
بر فوتِ نورِ دیدۂ زہرا گریستن
حوراں ز بہرِ فاطمہ آغاز کردہ اند
بر غرفہ ہائے جنت ماویٰ گریستن
نادرنہ بود و جود و پدر و روزِ ماتمش
باید بجائے ایں ہمہ مارا گریستن

بے نالہ و خروش مباشید یک نفس
قانع چرا شوید بہ تنہا گریستن

زندانِ یوسف

جدائی کے غم کے علاوہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے دوسری مصیبت قید خانے میں جانا تھا جس میں آپ اس وقت مبتلا ہوئے جب عزیز مصر نے اُنہیں خرید لیا اور جناب زلیخا اُن کے دام عشق میں گرفتار ہو کر اُنہیں عشق و ہوا کے قید خانہ میں ڈالنے کے لئے تمام حیلے بہانے اور کوشش کر بیٹھی۔

یہاں تک کہ مصر کے مردوں اور عورتوں نے جنابِ زلیخا کو ملامت کرنا شروع کر دی چونکہ حضرت زلیخا کا عشق مجازی تھا اِس لئے لوگوں کی ملامت کو برداشت نہ کر سکیں اور اس تمام شوکت و سطوت اور عشق کے شوق و طنطنہ کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کو متہم کرنے تک بات پہنچ گئی حالانکہ خطا اُن کی اپنی تھی مگر حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگاتے ہوئے کہہ دیا کہ میں بے گناہ ہوں اور گناہ کا ظہور حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ہوا ہے معاذ اللہ اور اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا جائے تا کہ میں تہمت و ملامت سے بری ہو جاؤں جبکہ وہ نہیں جانتی تھیں کہ ملامت عاشقوں کے دستر خوان کا نمک ہے۔

بہرکیف! جب حضرت زلیخا پر لوگوں کی زبانِ طعن دراز ہوگئی اور ہر طرف سے اُن پر ملامت کے دروازے کھل گئے تو انہوں نے لوہار کو بلا کر حکم دیا کہ مضبوط قسم کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں تیار کرے تاکہ وہ اس عبرانی غلام کو پہنا کر قید خانے میں ڈال کر چند روز اس کی گوشمالی کرے۔

لوہار نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے ہاتھ کے پاؤں کی طرف دیکھا تو کہا اے زلیخا یہ ہاتھ ہتھکڑیوں کی طاقت نہیں رکھتے۔

جناب زلیخا نے لوہار کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو اِس پر رحم کھاتا ہے جبکہ قیدیوں پر رحم نہیں کیا جاتا،

چنانچہ لوہار نے ہتھکڑی اور زنجیریں بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں اور پاؤں میں پہنا دیں، بعد ازاں حضرت زلیخا نے کہا! اسے اسی طرح پابند سلاسل کر کے مصر کے بازار میں پھراؤ اور منادی کرادو کہ جو بادشاہ کے گھر میں خیانت کرتا ہے اس کی سزا یہ ہے۔

فریاد یوسف بدرگاہِ خداوندی

بعد ازاں جناب زلیخا انہونا سا لباس پہن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے راستے میں کھڑی ہوگئیں اور آہن گر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پابند سلاسل کر کے آپ کے ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیئے اور گھوڑے پر سوار کرادیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے روتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی الٰہی تو میرے حال کو جانتا ہے کہ میں باپ کو جدائی کے غم میں فریاد و فغاں کرتا رہتا ہوں اور اور بھائیوں کی جفا سے مسافر سرگردان ہوں اور اب سرتاپا گرفتار بند و زن دان ہوں ان حالات میں سوائے تیرے حضور میں استغاثہ پیش کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

بزرگوار خدایا اسیر و حیرانم
شکستہ حال و دل آزردہ و پریشانم
تو یار باش کہ یاری زکس نمیبینم
توچارہ ساز کہ من چارہ ای نمیدانم
ببارگاہِ تو آوردہ اُم رخ امید
بفضلِ خویش کو نومیدوا مگر دانم

بشارتِ وحی

اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی اے یوسف! غم نہ کریں کہ بیاض افتادگی کی علامت ہے اور بند و سلاسل شیروں کا زیور ہیں جس کی تنگی کا کچھ غم نہ کریں اور جفائے قید کو خاطر میں نہ لائیں کیونکہ قید خانہ کی درزوں کی ہوا چمنستان شاہی کی ٹھنڈی ہواؤں کا موجب بنا کرتی ہے جیسا کہ سُرخ پھول غنچہ کی تنگ جگہ میں نہکتِ

جان پرور کا کام کرتا ہے اور مشکِ اذفر نافے میں قید رہ کر عطر کستوری ہو جاتا ہے۔

تنگ نائے گوشہ زنداں مُرا
می فزاید رتبہء عز و شرف
قیمتِ گوہر ازاں باشد کہ اُو
پرورش یابد بزندانِ صدف

اے یوسف! زلیخا آپ کی رہگزار میں بیٹھ کر یہ دیکھنا چاہتی ہے کہ آپ کس طرح اظہارِ ناشکیبائی کرتے ہیں اور کس کو اپنا سفارشی بناتے ہیں اِس لئے آپ چلتے وقت نہ تو چہرۂ انور پر ملال لائیں اور نہ ہی اس کے سامنے اظہار پریشانی کریں بلکہ بغیر سر ڈالنے کے اور بغیر دائیں بائیں دیکھے مسکراتے ہوئے گذرتے چلے جائیں۔

اور یہ غم نہ کریں کہ آپ کو گلستانِ سے زندان کو لے چلے ہیں میں قید خانہ کو آپ کے لئے ایسا بنادوں گا کہ ہزار گلستان آستان زنداں کی سلامی کو آئیں۔

مخور غم کہ چوں جا بزنداں کنی
زرد نے خود آں را گلستاں کنی

اہلِ مصر کے تبصرے

جب آپ کو پابند سلاسل کر کے قصر عزیز سے بازار مصر میں لایا گیا تو شہر کے ہزاروں مرد عورتیں اِس منظر کو دیکھنے کے لئے بازار میں نکل آئے مردوں نے پتھروں سے سینہ کوبی شروع کر دی جبکہ عورتوں نے ناخنوں سے اپنے منہ نوچنے شروع کر دیئے اور اہلِ مصر میں شور برپا ہو گیا اور آپ کو دیکھ کر لوگوں نے یوں تبصرہ شروع کر دیا۔

ایک نے کہا! بے چارے پر ظلم کیا گیا ہے۔

دوسرے نے کہا! یہ غریب الدیار اور محروم وطن ہے۔

کسی نے نعرہ لگایا! ہائے یہ کنعانی مسافر

کسی نے فریاد کی! ہائے افسوس اِس کو قیدی بنا دیا گیا۔

ایک نے کہا! یہ کس قدر بے رحمی اور دل آزاری ہے۔

کسی نے طعن کیا! یہ کس قدر ظلم و بیداد اور ستم گاری ہے جس گردن میں باہیں ڈالنے کے لئے حوریں ترس رہی ہوں اُس میں طوق کا کیا کام! تعجب ہے کہ جن کی سیاہ زلفوں کی قید میں محبوبوں کی گردنیں مقید ہوں اُنہیں بند و سلاسل سے کیا نسبت ہے؟

یہاں تک جو شخص بھی سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھتا آپ کے عشق میں دیوانہ ہو کر دل ہاتھوں سے دے بیٹھتا اور زبانِ حال سے

یوں کہنے لگتا۔

بزنجیر زچہ می بندی رقیب آں سرد دل جورا
مرا زنجیر می باید کہ من دیوانہ اَم اُو را

ناراضگی عزیز نافرمانی خدا سے بہتر ہے

حضرت یوسف علیہ السلام جب جناب زلیخا کے برابر پہنچے تو منادی ہونے لگی کہ یہ عبرانی بولنے والا کنعانی غلام ہے اور عزیز مصر اس پر ناراض ہے۔

اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے جناب یوسف علیہ السلام کے عقب سے کہا! اے یوسف آپ اس کا جواب ارشاد کرتے ہوئے کہیں کہ یہ خواری رحمٰن کے غضب سے بہتر ہے اور عزیز مصر کا یہ غضب اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی نافرمانی کر کے بدبودار لباس پہن کر آگ میں جلنے سے خوب تر ہے تاکہ میں آپ کی آواز کو کمال قدرت سے زلیخا کے کانوں تک پہنچا دوں اور اہلِ مصر میں سے کوئی بھی اسے نہ سن سکے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا تو زلیخا اسے سن کر پیچ و تاب کھاتی ہوئی وہاں سے گھر آ گئی اور داروغہ جیل کو پیغام بھیجا کہ اس غلام کو جیل کے تنگ و تاریک گوشے میں ڈال دے اور اس کا کھانا پینا بند کر دے۔

قیدِ تنہائی کا علاج

حضرت یوسف علیہ السلام اُس قید خانے میں مسلسل سات برس تک قید رہے اور دن رات روتے رہتے آپ کی یہ حالت دیکھ کر قیدی تنگ آ گئے اور اُنہوں نے آپ سے استدعا کی آپ یا تو دل کو گریہ کناں ہو کر رات کو خاموش ہو جایا کریں یا رات کو نالہ وزاری کر لیا کریں اور دن کو خاموش رہا کریں تا کہ ہمیں کسی وقت تو آرام و آرائش حاصل ہو۔

جب زلیخا کو اِن حالات کا پتہ چلا تو اُس نے حکم دیا قید خانے کے دروازے کو خالی رکھا جائے اور یوسف علیہ السلام کے لئے دیوار میں کھڑکی نصب کر دی جائے جو شارع عام پر کھلا کرے تا کہ یوسف علیہ السلام چلتے پھرتے لوگوں کو دیکھنے میں مصروف ہو کر رونا بند کر دیں اور قیدیوں کا آرام برباد نہ ہو۔

قدرتی طور پر یہ کھڑکی کنعان سے آنے والی سڑک کے سامنے بن گئی جب رات ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کر دیا،

آپ کنعان کی طرف سے آنے والی تمام ہواؤں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال پوچھتے اور ہر نسیم جو کنعان کی جانب جاتی زبانِ حال سے اُس کے ہاتھ پیغام و سلام بھیجتے۔

بیا نظارہ کن اے باد حالِ زار مرا
زحالِ زار خبردار ساز یار مرا

ایک کنعانی سے ملاقات

ایک رات آپ چشم انتظار بجانب کنعان لگائے بیٹھے تھے کہ اچانک آپ کو سڑک پر کسی کا ہیولہ نظر آیا ہوا یہ کہ ایک ناقہ سوار اعرابی صحرا کی طرف جانا چاہتا تھا کہ اُس کا اونٹ راستے سے ہٹ کر قید خانے کی طرف چلنے لگا،

اعرابی نے اُسے مارا پیٹا اور اُس کی مہار کو کھینچا مگر اُس پر قابو حاصل نہ کر سکا،

بالآخر اعرابی تنگ آ کر پا پیادہ ہو گیا اور اونٹ اُس سے مہار چھڑا کر قید خانے کی دیوار کی طرف چلنے لگا یہاں تک کہ اُس کھڑکی کے سامنے آ کھڑا ہوا جہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے۔

بعد ازاں اُس اونٹ نے فصیح زبان کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہا اے گلستان خوبی کے سمن اور اے گلشن یعقوبی کے پھول میں کنعان سے مصر میں آیا ہوں کیا آپ اپنے مصیبت زدہ بزرگ کو کوئی پیغام دینا چاہتے ہیں اور الم کشیدہ و فراق دیدہ باپ کو کوئی خبر بھیجنا چاہتے ہیں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے والدِ گرامی اور کنعان کا نام سُنا تو نالہ وفریاد کرتے ہوئے زارزار رونے لگے۔

باز بادِ صبح بوئے گلستاں می آورد
عندلیبانِ قفس را در فغاں می آورد

اِسی اثناء میں اعرابی نے اونٹ کے عقب میں پہنچ کر اونٹ کو مارنے کے لئے لاٹھی کھینچی ہی تھی کہ اسے نصف پنڈلیوں تک زمین نے پکڑلیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے فرمایا! اے اعرابی بھائی کچھ عرصہ ٹھہر جاتا کہ میں تجھ سے کچھ باتیں کروں۔

اعرابی نے کہا! میں کھڑا ہوں اِس لئے کہ زمین مجھے چلنے ہی نہیں دیتی آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! میں تجھ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تو کہاں سے آیا ہے؟

اعرابی نے کہا ! میں کنعان سے آیا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! تیرا اُونٹ کس چراگاہ میں چرتا ہے؟

اعرابی نے کہا! حضرت یعقوب علیہ السلام کی چراگاہوں میں چرتا تھا اور کنعان کے چشموں سے پانی پیتا تھا۔

بارہ شاخوں والا درخت

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! تو کنعان کی سرزمین کسی ایسے درخت کو جانتا ہے جس کی بارہ شاخیں تھیں چند سال ہوئے ان شاخوں میں سے ایک شاخ ٹوٹ گئی اور وہ درخت اُس شاخ کی جدائی میں روتا رہتا ہے اور جڑ اپنی فرع سے ملاقات کی اُمید میں وقت کاٹ رہی ہے؟

اعرابی نے کہا! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ صورت حال پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہے اُن کے بارہ بیٹے تھے اُن میں سے ایک گم ہو گیا تو اُس زمانہ سے اب تک وہ اُس بیٹے کے فراق میں روتے رہتے ہیں، اُنہوں نے سڑکوں کے چوک میں گھر بنا کر اُس کا نام بیت لاحزان رکھا ہوا ہے جو شخص بھی اُن راستوں سے گذرتا ہے اُس سے اپنے گم شدہ بیٹے کا حال پوچھتے ہیں مگر کوئی شخص اُنہیں اُن کے بیٹے کے نام ونشان کی خبر نہیں دیتا۔

زیارِ گم شدہ خُود نشاں نمی یا بم
دلم بشد زکف و دِلستاں نمی یا بم

مرا جہاں بچہ کار آید اے مُسلماناں
چو آں چہ می طلبم دَر جہاں نمی یا بم۔

پیغام کی قیمت

اس خبر کے سنتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام کے درد پر مزید نئے درد کا اضافہ ہو گیا آپ نے فرمایا! اے اعرابی تیرا یہاں سے کدھر جانے کا ارادہ ہے؟

اعرابی نے کہا! میں صحرا کی طرف جا رہا ہوں میں نے صحرا نشینوں کی ضرورت کا سامان خریدا ہوا ہے اسے وہاں فروخت کرنے کے بعد کنعان کو چلا جاؤں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! تجھے اِس سودے میں کتنے نفع کا لالچ ہے۔

اعرابی نے کہا! مجھ کو ایک سو درہم نفع حاصل ہو گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا! ہم تجھے ایک ایسا یاقوت عطا کرتے ہیں جو بیس ہزار دینار میں بھی سستا ہے تو یہیں سے کنعان کو واپس چلا جا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنا

اے خدا کے پیغمبر! میں ہجر کے مارے ہوئے غریب الوطن قیدیوں کا ایلچی ہوں جس وقت آپ کا درد اور سوزِ فراق اِنتہا کو پہنچ جائے اُس وقت خدائے بے نیاز کے حضور میں تضرّع وزاری کرتے ہوئے ہاتھ اُٹھا کر مجھے دعا میں یاد فرما لیں چونکہ میں آپ کو نہیں بھولا ہوں آپ بھی مجھے فراموش نہ

فرمائیں۔

اعرابی نے عرض کی! آپ کا نام کیا ہے؟

حضرت یُوسف علیہ السلام نے فرمایا! مجھے نام بتانے کی اجازت نہیں البتہ تو میرے چہرے کی طرف دیکھ میرے حُلیئے اور صفات کو دل کے ورق پر ثبت کر لے میرے چہرے اور زُلفوں کے ایک ایک حرف کو اپنے ذہن کے صفحے پر رقم کر لے اور اسی نشانی سے اُس صاحبِ کرامت بزرگ کو خبر دینا۔

اور اگر وہ تجھ سے میرے دائیں رُخسار کے خال کے بارے میں دریافت فرمائیں تو کہنا وہ مظلوم و محروم کہتا تھا کہ وہ نُقطہ آنکھوں کے پانی کی راہگذر میں تھا جب آپ کے فراق میں جگر کا خُون آنکھوں کے راستے چہرے سے گذرا تو وہ نقطہ مٹ گیا یہ میرا حال ہے اور ہمیشہ سے ایسے ہی ہے۔

اے اعرابی! اِس غریب کا سلام اور اس قیدی کا پیغام اس بزرگوار کو پہنچانے کے صلہ میں تجھے خوشی اور بہت زیادہ برکت حاصل ہوگی۔

اے اعرابی! جب تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے مصیبت کدہ میں پہنچے تو کچھ دیر صبر کرنا یہاں تک کہ رات کا ایک پہر گذر جائے اور دُنیا کا شور و غل تھم جائے نفسِ حیوانی حواس کا سامان بساطِ محبّت سے اُٹھا لے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے وظائف سے فارغ ہو جائیں تو اُن کے مکان کے دروازہ پر جا کر کہنا اے غموں پر غم کھانے والے آپ پر طرح طرح غموں کے مارے ہوئے غریب الدّیار کا سلام ہو اور یہ بھی کہنا کہ وہ مظلوم کہتا تھا جب

سے آپ کی خدمت سے محروم ہوا ہوں گریہ وفریاد کا سلسلہ جاری ہے اور جب تک آپ کے جمال کو نہ دیکھوں گا بساطِ راحت اور فرش آسائش و فراغت پر نہیں بیٹھوں گا۔

اے اعرابی! آ اور یہ قیمتی یاقوت تو مجھ سے لے لے علاوہ ازیں اِس دولت میں بھی شرکت کر لے جو حضرت یعقوب علیہ السلام ہر دُعا میں طلب کرتے ہیں کیونکہ غمزدہ بزرگ کی دعا بارگاہِ قاضی الحاجات میں مُستجاب ہوتی ہے۔

اعرابی نے کہا! اے جوان میں آپ کے قریب کس طرح آؤں میرے پاؤں تو زمین نے پکڑ رکھے ہیں؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اُونٹ کے بھاگ جانے کا خیال دل سے نکال دے زمین تجھے آزاد کر دے گی اور اِس اونٹ کو کچھ نہ کہنا کیونکہ اِس نے مجھے بیت الاحزان کے اُس کرب زدہ کے حال کی خبر دی ہے اور

گُفتم خبر تو پُرسم اَز بادِ صبا
تا بوئے تو بود بے خبر مرا

زمین نے پاؤں چھوڑ دیئے

اعرابی نے کہا! میں اونٹ سے درگذر کرتا ہوں تو اسی وقت زمین

نے اُس کے پاؤں چھوڑ دیئے پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ کے رُخِ انور کی روشنی میں تمام نشانیاں دیکھیں اور آپ کے ہاتھ مبارک سے یاقوت لے کر کنعان کے راستے پر ہولیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام اعرابی کو جاتے ہوئے پیچھے سے دیکھتے جا رہے تھے اور پھر آپ نے رو کر فرمایا! کاش میری والدہ محترمہ راحیل نے جنم نہ دیا ہوتا تا کہ میرا دل اِس طرح کے ورطۂ درد و غم میں نہ گرتا۔

چوں بے تو خواست بود ہمہ عمر کاشکے
ہرگز نہ بودمی و زمادر نہ زادمی

قاصدِ یوسف حضرت یعقوب کے حضور میں

اعرابی کنعان میں آیا جب ایک پہر کی مقدار رات گذر گئی تو اُس نے بیت الاحزان کے دروازے پر آ کر کہا،

اے اللہ کے نبی ! آپ پر سلام ہو،

حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل کو اس آواز سے راحت ہوئی اور آپ مکان سے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا اے اللہ کے بندے تجھ پر بھی سلام ہو تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

اعرابی نے کہا! میں پیغام لے کر آیا ہوں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا!

مرحبا قاصدِ فرّخ پَے فرخندہ پیام
خیر مقدم چہ خبر یار کجاراہ کدام

اعرابی نے کہا! میں غریبوں کا نامہ بر مجبوروں کا پیامی اور قیدیوں کا قاصد ہوں اور مصر کے علاقہ سے آیا ہوں بعد ازاں اعرابی نے تمام واقعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے گوش گذار کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اعرابی کی گفتگو سماعت فرمائی تو فریاد کرتے ہوئے فرمایا!

اگر تو غریبوں کا قاصد ہے تو میں بھی غریبوں کے فراق میں تڑپ رہا اگر تو ہجر کے ماروں کا سفیر ہے تو میں بھی آتشِ ہجر کا جلا ہوا ہوں اور اگر تو قیدیوں کا فرستادہ ہے تو میں بھی غموں کے گھر کا رہنے والا ہوں،

اے اعرابی! تو نے جو خوشخبری مجھے دی ہے اِس سے میرے مشام میں خوشبوئے وصال پہنچی ہے اور جو تو خبر لے کے آیا ہے اس نے میرے دل سے حسرت کی گرہ کھول دی ہے اس مُژدہ جانفزا کے صِلہ میں جو چاہتا ہے مانگ لے۔

اعرابی نے کہا! اے خدا کے نبی میرا جو مقصود تھا وہ میں نے پیغام بھیجنے والے سے حاصل کر لیا تھا آپ میرے لئے دعا فرما دیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی الٰہی! اس پر سکراتِ موت کا وقت آسان فرما دے۔

اسی اثناء میں اعرابی کا اونٹ پکار اُٹھا اِس پیغام کا سبب میں بنا
اور میں نے ہی اِس اعرابی کو قید خانے کا رستہ دکھایا ہے اِس پیغام میں میرا بھی
حصّہ ہے اور مجھے بھی دعا کا لالچ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بارگاہِ
ایزدی میں عرض کی خدایا اِس اونٹ کو بہشت کا ناقہ بنادے۔

اعرابی نے عرض کی اے خدا کے برگزیدہ نبی اِس غریب قیدی کے
لئے بھی دعا فرمادیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا!
الٰہی اس قیدی کو قید سے رہائی نصیب فرما اور اُسے اپنوں کے ساتھ ملادے۔

اللّٰھم اطلق عنه وا وصله باقاربه

ایک نظر اِدھر بھی

اے عزیز! اپنوں سے ملنا پیرایۂ راحت اور اُن سے الگ ہونا
سرمایۂ حسرت ہے ایک مرتبہ شہید کربلا کی طرف نظر کر کہ اُن کا ایک ایک
قریبی ایک ایک ساتھی ان کی نظر شریف کے سامنے جامِ شہادت نوش کر گیا
اور رشتہ وصحبت جدائی کی تلوار سے کٹ گیا یہاں تک کہ حضرت امام حسین
علیہ السلام میدان کربلا میں اکیلے اور تنہا رہ گئے،

آپ نے ہر طرف نگاہ دوڑائی تو آپ کو نہ کوئی دوست نظر آیا اور نہ
ہی کوئی دلداری کرنے والا نہ کوئی مونس تھا اور نہ کوئی غم خوار آپ نے ارجمند
دوستوں دلبند بھائیوں مہربان قریبیوں اور پیارے بیٹوں کو یاد کیا تو آپ

کے دوستوں اور پیارے کے بچھڑ جانے کی وجہ سے آپ کے سوز ناک سینے سے آہ نکل گئی اور اپنے اکیلے رہ جانے پر حسرت کا سماں طاری ہو گیا۔

ہزار حیف کہ یارانِ ہمنشیں رفتند
دریغ ازاں کہ حریفانِ نازنین رفتند
بباغِ عمر شگفتند چند روز چوں گل
وزیں چمن بدرو نہائے آتشیں رفتند
زہے سعادتِ صاحبدلاں کہ باغم ودرد
بزیستند وچوں رفتند ہم بریں رفتند

روایات میں آتا ہے کہ جب امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اکیلے رہ گئے تو آپ نے بارگاہِ قاضی الحاجات میں مناجات کرتے ہوئے کہا۔

الٰہی صرف مہو ما مزیدا
قتیل الطف مغموماً وحیدا
خدایا ماندہ ام تنہا و سرگرداں بکارِ خود
بحسرت کشتہ گشتہ دُور از یارو دیارِ خود

اہلِ بیت رسالت اور طہارت وجلالت کے حجُروں میں رہنے والیوں نے جب امام عالی مقام کی یہ بات سنی اور آپ کی تنہائی و بے کسی اور غربت وحیرانی کو دیکھا تو ان کے دلوں سے دکھ کا دھواں اٹھا اور غم کی آگ ان پاکبازوں کی جان پر گرنے لگی،

امام عالی مقام کی بیٹی نے دل کا خون چہرے پر مل کر کہا ہائے ابّا جان اور آپ کی ہمشیرہ نے جامہ حیرت حسرت کے ہاتھ سے چاک کر دیا اور کہا! ہائے بھائی جان

آپ کی حرمِ محترم نے روتے ہوئے کہا ہائے افسوس باغِ ولایت کے گلاب کا رخسار شاخسارِ زندگی سے ٹوٹنے والا ہے۔

آپ کے فرزندِ دلبند حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے روتے ہوئے فرمایا !

افسوس بے وفا زمانے کے ہاتھوں غبار یتیمی میرے سر پر ڈالا جا رہا ہے باجود اس کے کہ جفا کیش زمانے نے سختیاں کی ہیں ان مظلوموں پر اسے بھی رحم آتا ہے اور ان تمام بے رحمیوں کے باوجود اس سنگدل دنیا کا ان محروموں پر دل جلتا ہے آسمان بزبانِ حسرت کہتا ہے۔

واحسرتا کہ رشتۂ دولت گسستہ شد
پشتِ اہل زبار مصیبت شکستہ شد

زمین از روئے نیاز فریاد کرتی ہے

غوغا نگر کہ دہر ستم گار می کند
بیداد بیں کہ عالمِ غدار می کند

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اہلِ بیت کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا صبر نجات کی کنجی ہے۔

اَے کہ ہستی از حوادث دَر حرج

صبر کُن الصبر مفتاح الفرج

حضرت موسیٰ کلیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سرگردانی اوران کا فرعون نسیم سے بھاگنا اوراپنی قوم سے مصیبتیں اُٹھانا اوران لوگوں سے سخت الفاظ سُنتا شہرت پذیر ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کا حکام شام سے فرار اوراپنے نانا بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی زیارت سے مہجور ہو کر دشت کربلا میں سرگرداں ہونا اور اُمّت کی بے وفائی سے طرح طرح کے کرب وبلا میں مبتلا ہونا اس کتاب میں اپنے محل ومقام پر تحریر کیا جائے گا اس لئے کہ ہر بات کے لئے ایک وقت ہے اور ہر نکتہ ایک محل رکھتا ہے۔"

اِبتلائے ایوب علیہ السلام کا بیان

خدا کے رہنے کی جگہ

دیگر انبیاء علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام میں سے حضرت ایوب علیہ السلام کا ابتلاء مشہور ہے اور مصیبت و ابتلاء میں ان کا صبر کرنا سب زبانوں پر مذکور ہے۔

ہاں! نعمتوں کا لشکر پہنچنے میں بیگانوں کا گھر مانگتا ہے تا کہ وہاں آئے اور جب مصیبتوں کے لشکر کا ہراول دستہ آتا ہے تو دوستوں کا مکان تلاش کرتا ہے تا کہ وہاں اُترے۔

اے دنیا دارو! تمہیں نعمت اور خوشی سزاوار ہے اے دوستو اور ہوا خواہو تمہارے لئے زحمت وجنون بہتر ہے،

آسمانی کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہے کہ آدم کے بیٹے جانتے ہیں کہ آسمان فرشتوں کا خزینہ ہے اور بہشت حُور وغلمان کا خزانہ ہے اس جگہ کے دریا چمکتے ہوئے موتی اور پہاڑ قیمتی جواہرات کے معدن اور مخزن اسرار قدم احرار کے سینوں کی مقدار میں ہیں۔

جبکہ میرے دوستوں کے دل غم واندوہ کا خزانہ اور ابتلاء و مصیبت میں ٹوٹے ہوئے ہیں اور میں ٹوٹے ہوئے دل والے کو دوست رکھتا ہوں۔

انا عند المنکسرۃ قلو بھم

مصیبت میں غموں کا ہجوم ہے اور میں غمزدوں کو مقام محبت پر لے آتا ہوں،

ان اللہ یحب کل قلب حزین

ہر کہ دارد راہِ دَرد و دَر راہ
سوزِ اُو برحال اُو باشد گواہ
گرد وائے وصل اُوئی بائدت
دَرد خواہ و دَرد خواہ دَرد خواہ

پیغامِ ابتلاء

حضرت ایوب صبور علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام نے مصیبت وابتلاء سے قبل چالیس برس آرام وآسائش میں بسر کئے آپ کے بارہ بیٹے اور آپ کے زیر تصرف چار سو غلام تھے جو گلہ بانی اور شتر بانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے،

ہر غلام کے پاس بکریوں کا ایک ریوڑ اونٹوں کی ایک قطار اور چالیس عدد باغات تھے ان باغات کے تمام درخت پھل دینے کے قریب پہنچے ہوئے تھے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا اے ایوب آپ نے ایک زمانہ نعمتوں اور خوشیوں میں گذارا،

اب اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ کے حالات تبدیل کر دیئے جائیں نعمت عقوبت میں اور راحت مصیبت میں بدل جائے امارت چلی جائے اور فقر آجائے تندرستی سامان باندھ لے اور بیماری اپنا ڈیرا ڈال دے؟

رضائے دوست

حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا! کچھ حرج نہیں اگر دوست کی یہی مرضی تو میں خود کو اُس کی قضا کے سپرد کرتا ہوں۔

خطے ست برکتابہ ایں دیر دیرپا
کا سودہ زیست آنکہ رضا داد برقضا

دوست کی طرف سے جو کچھ پہنچے گا اور جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ نہایت اچھا اور بہت ہی خوب ہے۔

پیکانِ آبدار کی آید زدست دوست
بر عاشقانِ دل شدہ بارانِ رحمت است

سیّدنا ایوب علیہ السلام ایک عرصہ تک منتظر مصیبت و ابتلاء رہے یہاں تک کہ ایک روز آپ فجر کی نماز کے بعد محراب نبوّت کی طرف پشت کر کے حاضرین کو وعظ فرما رہے تھے کہ اچانک مسجد میں صدائے فریاد اُٹھی اور آپ کے چرواہوں کے سردار نے دروازہ سے آ کر کہا،

اے خدا کے پیغمبر! پہاڑ سے ایک سیلاب اُترا اور بکریوں کے تمام

ریوڑ بہا کر دریا میں لے گیا۔

ابھی وہ یہ بات کر ہی رہا تھا کہ آپ کے ساربانوں سے ایک شخص نے کہا! اَے اللہ کے نبی ایک ایسی زہریلی ہوا پیدا ہوئی ہے جو پہاڑ پر چلے تو اسے صحرا بنا دے اور اگر سُورج کو لگ جائے تو اُسے ثریا کر دے وہ بادِ سموم آپ کے اونٹوں پر چلی اور ان سب کو ہلاک کر گئی ہے۔

اسی اثناء میں آپ کا باغبان کپڑے پھاڑتا ہوا آ گیا اور اُس نے کہا اے خدا کے نبی ایک بجلی آ کر تمام درختوں کو جلا گئی ہے۔

بیٹے بھی چل دیئے

حضرت ایوب علیہ السلام اِن باتوں کو سن کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے لگے تو آپ کے بیٹوں کا اتالیق سینے پر پتھّر مارتا اور نوحہ خوانی کرتا ہوا آ کر کہنے لگا،

اے پیغمبر خدا ! آپ کے گیارہ بیٹے آپ کے بڑے بھائی کے گھر ضیافت میں شریک تھے کہ اُن پر مکان کی چھت گر گئی اور حال یہ تھا کہ آپ کے بعض بیٹوں نے منہ میں لُقمے ڈالے ہوئے تھے اور بعض نے پیالے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے کہ ان سب کے رُخِ حیات پر غُبارِ فنا جم گیا۔

حریف چاہتے تھے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اِن مصیبتوں کو دیکھ کر نالہ وفریاد کریں مگر آپ نے خود کو پایا تو بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو گئے

اور کہا کچھ فکر نہیں اگر اُس کو رکھتا ہوں تو سب کچھ رکھتا ہوں۔

اگرم ہیچ نباشد نہ بدنے نہ بعقلی
چوں تو وارام ہمہ دارم و گرم ہیچ نباید

خُود کو بھی سپرد کر دیا

جب آپ کا سب مال و منال اور بیٹے ختم ہو گئے تو آپ کو طرح طرح کی بیماریوں نے آگھیرا،

روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ آپ کے جسم مبارک میں چار ہزار کیڑوں نے گھر بنا رکھا تھا اور وہ آپ کے اعضاء شریف کو کھاتے رہتے یہ چور بغیر شب خون مارنے کے آئے اور آپ کے جسمِ انور کی دیوار میں نقب لگا کر داخل ہو گئے اور سوائے آپ کے دل اور زبان کے آپ کا کوئی عضو مبارک سلامت نہ رہا تو ان کرموں نے آپ کے دل اور زبان کا قصد کر لیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں فریاد کی الٰہی بلاشبہ مجھے تکلیف پہنچی ہے یہاں تک کہ کرموں کے اِس لشکر نے میرے جسم کا طلسم توڑ دیا تو میں نے صبر کیا اب یہ تیرے خانۂ محبّت اور خزانہ معرفت کو تاراج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کا داعیہ ہے کہ مناجات کے ہتھیار زبان پر حملہ کر کے سلسلہ گفتگو منقطع کر دیں مجھ پر رحم فرما کر تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

دِل مخزنِ مہراست و زُباں جائے ثنا
دیں ہر دو اَزاں تُست رحمے فرما

وہ بھی مقام صبر تھا یہ بھی مقامِ صبر

حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام پر بخشش فرماتے ہوئے ان سے جو کچھ لے لیا تھا دُگنا کر کے عطا فرما دیا۔

اَے عزیز! حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں چار ہزار کرم داخل ہو گئے تھے اور اُنہوں نے اس الم ناک مصیبت پر صبر کیا،

اور شاہِ کربلا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے اپنے جسمِ انور اور وجودِ باجود کو بائیس ہزار کاٹنے والی تلواروں جان لیوا نیزوں برچھیوں اور سینے سے پار ہو جانے والے تیروں کے حوالے کر دیا،

آپ نے صبر کی ڈھال چہرے کے سامنے کر لی اور شکیبائی کی زرہ پہن لی نہ روئے نہ کسی سے اِمداد مانگی اور سوائے اللہ رب العزّت کے کسی سے بھی پناہ نہ طلب کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مناجات کرتے ہوئے کہا،

اَے پروردگار! میرے اور میری قوم کے درمیان فیصلہ فرما ان کوفیوں نے کذب سرائی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے مجھے بلایا ہے میں ان کے کہنے پر آیا ہوں پس مجھ سے دُور گذر فرما اور میرے نانا مُصطفٰے میرے باپ مرتضٰی اور میری ماں فاطمہ زہرا کے صدقے سے مجھ پر نگاہ رکھ میں دیکھ

رہا ہوں کہ ان لوگوں نے بے شرمی اور بے ادبی کی ڈھال اپنے چہروں کے سامنے کر رکھی ہے اور کاٹنے والی بے رحمی کی تلوار میرے سینہ بے کینہ کی طرف تان رکھی ہے۔

اُے ہم دم! کوفیوں کی بے وفائی سے درد کا پیالہ کس طرح پی رہا ہوں نہ پُوچھ اور شامیوں کی بے حیائی سے کس طرح الم اور غُصے کو کھینچ رہا ہوں نہ پوچھ،،

اَب سوائے صبر کے میں کوئی چارہ نہیں رکھتا اور اپنے کام کو اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کے سپرد کرتا ہوں۔

من نہ گویم جُز بحق حالِ دِل افگارِ خُود
کار از آں اُوست با اوئی گذارم کارِ خود

ابتلائے زکریا علیہ السلام

جملہ انبیاء کرام میں سے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کی آزمائش و ابتلاء مشہور ہے روایات میں آتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں دُعا کی الٰہی میرے ضعف نے قوت پکڑ لی ہے اور بڑھاپے کی سستی مجھ پر غالب آگئی ہے، تو مجھے ایک بیٹا عطا فرما جو تیرا ولی ہو اور تو اس کا ولی ہو، تا کہ وہ میرا وارث بنے۔

هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ○ يَّرِثُنِيْ

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام عطا کئے، حضرت یحییٰ علیہ السلام خدا سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بچپن ہی میں علم و حکمت کا خزانہ عطا فرما رکھا تھا،،

سیرتِ یحییٰ علیہ السلام

روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عُمر مبارک تین سال کی تھی تو محلے کے بچوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں آ کر حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ باہر آ کر ہمارے ساتھ کھیلیں، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا! ہم دنیا میں لہو و لعب اور کھیل کود کے لئے نہیں آئے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام انتہائی رقیق القلب، صاحب فہم وادراک اور خُدا ترس تھے چنانچہ جب آپ قیامت کے بارے میں کوئی بات سنتے تو اسی وقت آپ کا دل مضطرب ہو جاتا اور آپ کی رُوح پرواز کر جانے کے لئے پر تولنے لگتی، آپ بوریئے کا لباس پہنتے اور سوکھی ہوئی روٹی کھانا پسند کرتے۔

ازیں شوق و ذکرِ حق مارا
دُر دو عالم دل و زبانے بس
واز طعام و لباسِ اہلِ جہاں
کہنہ دلق و نیم نانے بس

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے چار سال کی عمر شریف میں توریت حفظ کر لی تھی اور جب آپ کی عمر شریف دس سال ہوئی تو تمام شرعی احکام سے واقفیت حاصل کر چکے تھے،،

بایں ہمہ قدر و منزلت اور مقام و مرتبہ آپ اِس قدر روتے تھے کہ رخساروں سے گوشت کی تہہ اُتر گئی اور ہڈیاں باقی رہ گئیں اُن کی والدہ محترمہ از راہِ شفقت اُن کی آنکھوں پر روئی کے دو ٹکڑے رکھ دیا کرتی تھیں وہ لحظہ بھر میں آنسوؤں سے تر ہو جاتے تو اُنہیں اُٹھا کر نچوڑ دیتیں اور دوبارہ آنکھوں پر رکھ دیتیں اور یہ عمل بار بار دُہرایا کرتی تھیں،،

ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی!

خدایا میں نے تجھ سے ایسا بیٹا مانگا تھا جس سے میرے دل کو مسرت اور خوشی حاصل ہوتی مگر یہ بیٹا تو میرے دل سے ہر خوشی کو باہر نکال پھینکتا ہے،،

میں نے تجھ سے ایسا دِلبند طلب کیا تھا جس سے میرے دل کو فرحت اور شادمانی حاصل ہوتی مگر یہ جگر گوشہ تو میری جان پر دکھ اور تکلیف کا داغ ڈال دیتا ہے میں اُس کے گریہ و بکا اور آہ و زاری کا مزید متحمل نہیں ہو سکتا،،

ولی کی صفت رونا ہے

اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا اے زکریا تو نے مجھ سے ولی اور دوست بیٹا مانگا تھا جبکہ اَولیاء کی صفت رونا اور مصیبتیں برداشت کرنا ہے،

جس روز ہم نے بساطِ محبّت بچھا کر علمِ شوق کو عالمِ عشق میں برپا کیا تھا تمام مرادوں اور راحتوں کو آگ میں ڈال کر انبیاء و اولیاء اور رہروانِ راہِ خدا کے دلوں کی زمین میں حسرت و نا اُمیدی کا بیج ڈال دیا تھا جس کی پرورش غم کے پانی اور بلاؤں کی برسات سے ہوتی ہے،

راہِ محبّت کی بنیاد ضربتِ قہر پر ہے جبکہ دوستوں اور عاشقوں کی غذا شربتِ زہر ہے اے زکریا تو کہاں بیٹھا ہے ابھی تو تیرے بیٹے کے حلق پر تیغ جفا چلنے والی ہے اور تجھے سر سے پاؤں تک ستم کے آرے سے چیر دیا جائے گا، کمر ہمت باندھ اور رضا کے قدموں سے چل کر بلاؤں کا استقبال کر اور

ہمارے بنائے ہوئے درد کا دوسرا نام درمان سے گذر جانا ہے۔

چُوں خُدا دِل خستگی ودر د می خواہد زِ تو
خستہ را مرہم مساز و دردرا در ماں مکن
آتش اُو ہر زماں جانے دِگر بخشد ترا
باچنیں آتش حدیثِ چشمہ حیوان مکن

غلبۂ خوف خدا

بہر کیف! حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر اللہ تعالیٰ کا خوف اِس قدر غالب تھا کہ جس مجلس میں آپ حاضر ہوتے حضرت زکریا علیہ السلام اُس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی عقوبت اور گرفت کا ایک کلمہ بھی نہ کہتے اور سوائے اللہ تعالیٰ کی رحمت لا متناہی کے اور کچھ بیان نہ کرتے کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف ووعید ربّانی کی آیات سننے کی تاب نہ رکھتے تھے اور اگر آپ اِس سلسلہ کی ذرا سی بات بھی سن لیتے تو اِس قدر روتے کہ اُن کی موت واقع ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا،

حضرت یحییٰ پر وعید ربانی کے اثرات

ایک روز حضرت زکریا علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور دائیں بائیں دیکھا حضرت یحییٰ علیہ السلام اُنہیں نظر نہ آئے تو اُنہوں نے وعید ربانی

بیان کرتے ہوئے فرمایا! دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے جس کا نام غضبان ہے وہاں سے صرف وہ شخص گذر سکے گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السّلام اُس وقت کملی اوڑھے ایک ستون کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے یہ وعیدِ الٰہی سُنی تو تڑپ کر اُٹھ کھڑے ہوئے شانہ ہائے اقدس سے کملی اُتار کر پھینک دی اور فریاد کرتے ہوئے مسجد سے نکل گئے۔

افسوس ہے اس پر جس کی جگہ غضبان ہو اور وہ گرم پہاڑ اُس کا ٹھکانہ بن جائے۔

گُم شدہ بیٹے کی تلاش

حضرت زکریا علیہ السّلام منبر سے اُتر کر گھر آئے اور اپنی بیوی سے کہا مُجھے معلوم نہ تھا کہ تیرا بیٹا مسجد میں بیٹھا ہوا ہے میں نے وعیدِ خداوندی کا تھوڑا سا حال بیان کیا تو وہ برہنہ سر اور ننگے پاؤں مسجد سے نکل گیا،

لوگوں نے بتایا ہے کہ اُس کا رخ صحرا کی طرف تھا تو اُسے گھر لانے کے لئے میرے ساتھ چل کہیں وہ بے خودی میں کسی کنوئیں میں نہ گر جائے،،

اُسی وقت دونوں بزرگوار بیٹے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے مگر

شب و روز صحرا اور پہاڑوں میں تلاش کرنے کے باوجود اُنہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔

اے گلشنِ حدیقہ جاں ہا کُجا شوی
پنہاں ز چشم بلبلِ بیدل چرا شوی

چرواہے سے ملاقات

جب اِس تلاش و سرگردانی کو چوتھا دن ہو گیا تو صبح کے وقت اُنہیں ایک چرواہا ملا،

حضرت زکریا علیہ السلام نے اُس سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں دریافت تو چرواہے نے کہا اُسے کیا ہوا تھا ؟

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا! وہ خدا تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوا سر و پا برہنہ شہر سے نکل آیا ہے ہمیں اُس کی تلاش میں تین دن اور تین راتیں ہو گئی ہیں مگر اُس کا کچھ پتہ اور نشان نہیں مل سکا۔

چرواہے نے کہا! میں نے اُسے تو نہیں دیکھا مگر تین روز سے اِس پہاڑ سے نالہ و فریاد کی ایسی آواز آ رہی ہے جس کے باعث میری بکریوں نے چرنا چھوڑ دیا ہے اور اُس سوز ناک آواز پر کان لگائے آنسو بہاتی رہتی ہے۔

سوز فرقت یار آں چناں بگریم زار زار
کہ ہر کہ بشنود آں نالہ در خروش آید

بیٹے کی دردناک مُلاقات

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا ! یہ فریادِ یحییٰ کی نشانی ہے اِس کے ساتھ ہی دونوں بزرگوار جلد ہی چرواہے کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ گئے اور وہاں پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اِس حال میں دیکھا کہ اُنہوں نے سر مبارک سجدے میں ڈال رکھا ہے اور اُن کی مسلسل اشک باری سے خشک زمین کیچڑ میں تبدیل ہو چکی ہے،

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ وہاں پر بیٹھ گئیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کو مٹی اور کیچڑ کے درمیان سے اُٹھا کر آغوش میں لے لیا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو پریشان ہو گئے اور خیال کیا کہ ملک الموت میری رُوح قبض کرنے کے لئے آیا ہے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ! اے عزرائیل میرے بُوڑھے والدین ہیں مجھے تھوڑی سی مہلت دے تا کہ اُن سے مل کر معافی مانگ لوں اور اُن کی خوشنودی حاصل کر لوں،،

آپ کی والدہ نے یہ بات سُنی تو ان کی چیخ نکل گئی اور اُنہوں نے روتے ہوئے فرمایا،

اُے جان مادر! میں عزرائیل نہیں تیری ماں ہوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر اپنی والدہ مکرمہ کی

طرف دیکھا تو تڑپ کر بھاگنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے آپ کی والدہ نے پستان مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے یحییٰ! میں تجھے اِس دودھ کا واسطہ دیتی ہوں جو تو نے میرے پستان سے پیا ہے میرے ساتھ گھر کو چل اِسی عالم میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی اُن کے پاس آ گئے اور اور بے حد کوشش کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گھر لائے۔

دوبارہ صحرا کی طرف

حضرت یحییٰ علیہ السلام تین دن سے بھوکے تھے والدہ نے مسور کی کھچڑی پکا کر دی تو آپ کھچڑی کھا کر سو گئے نیند آتے ہی خواب میں کسی نے کہا!

اُے یحییٰ ! آپ نے غضبناک کو فراموش کر دیا ہے اور پیٹ بھر کر سو گئے ہیں؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام تڑپ کر بیدار ہو گئے اور دوبارہ صحرا کی طرف بھاگ نکلے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام معصوم تھے اور آپ نے تمام عمر کوئی گناہ نہیں کیا اور گناہ کا کوئی خطرہ اور وسوسہ بھی آپ کے دل میں نہیں آیا مگر باوجود اِس عصمت وطہارت کے ربّ ذوالجلال کے خوف سے یہ حال تھا۔

از مویہ چوں موئے شُد واز نالہ چوں نال

یعنی فریاد و فغاں کرتے کرتے اور روتے روتے آپ بال کی طرح باریک ہو گئے اور نالہ و فریاد کرتے کرتے نَے ﴿یعنی بانسری﴾ کی طرح ہو گئے۔

نظریں اُٹھا کر دیکھو

روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن منادی دو بار ندا کرے گا جسے اہلِ محشر سنیں گے پہلی بار یہ آواز آئے گی،

اَے لوگو! آنکھیں کھولو اور ہمارے اس بندے کی طرف دیکھو اور نظارہ کرو کہ اس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے کچھ ڈر اور خطرہ ہے، لوگ نظریں اُٹھا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گذرتے ہوئے دیکھیں گے اور تمام گنہگار ان کے سامنے سر جھکا دیں۔

نظریں جھکا دو

دوسری بار ندا آئے گی! اَے اہلِ محشر تمام مرد عورتیں نگاہیں نیچی کر لو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی گذرنے والی ہے، علماء کہتے ہیں کہ عورتوں کا نگاہیں نیچی کرنا نامحرم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کا نگاہیں نیچی کرنا ان کی آنکھیں خیرہ اور پریشان ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔

طرف دیکھا تو تڑپ کر بھاگنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے آپ کی والدہ نے پستان مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

اے یحییٰ! میں تجھے اِس دودھ کا واسطہ دیتی ہوں جو تو نے میرے پستان سے پیا ہے میرے ساتھ گھر کو چل اِسی عالم میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی اُن کے پاس آ گئے اور اور بے حد کوشش کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گھر لائے۔

دوبارہ صحرا کی طرف

حضرت یحییٰ علیہ السلام تین دن سے بھوکے تھے والدہ نے مسور کی کھچڑی پکا کر دی تو آپ کھچڑی کھا کر سو گئے نیند آتے ہی خواب میں کسی نے کہا!

اے یحییٰ ! آپ نے غضبناک کو فراموش کر دیا ہے اور پیٹ بھر کر سو گئے ہیں؟

حضرت یحییٰ علیہ السلام تڑپ کر بیدار ہو گئے اور دوبارہ صحرا کی طرف بھاگ نکلے،

حضرت یحییٰ علیہ السلام معصوم تھے اور آپ نے تمام عمر کوئی گناہ نہیں کیا اور گناہ کا کوئی خطرہ اور وسوسہ بھی آپ کے دل میں نہیں آیا مگر باوجود اِس عصمت وطہارت کے ربِّ ذوالجلال کے خوف سے یہ حال تھا۔

از مویہ چوں موئے شُد واز نالہ چوں نال

یعنی فریاد وفغاں کرتے کرتے اور روتے روتے آپ بال کی طرح باریک ہو گئے اور نالہ وفریاد کرتے کرتے نے ﴿یعنی بانسری﴾ کی طرح ہو گئے۔

نظریں اُٹھا کر دیکھو

روایت میں آیا ہے کہ قیامت کے دن منادی دو بار ندا کرے گا جسے اہلِ محشر سنیں گے پہلی بار یہ آواز آئے گی،

اَے لوگو! آنکھیں کھولو اور ہمارے اس بندے کی طرف دیکھو اور نظارہ کرو کہ اس نے کبھی گناہ نہیں کیا اور نہ ہی اسے کچھ ڈر اور خطرہ ہے، لوگ نظریں اُٹھا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گذرتے ہوئے دیکھیں گے اور تمام گنہگار ان کے سامنے سر جھکا دیں۔

نظریں جھکا دو

دوسری بار ندا آئے گی! اَے اہلِ محشر تمام مرد عورتیں نگاہیں نیچی کر لو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی گذرنے والی ہے، علماء کہتے ہیں کہ عورتوں کا نگاہیں نیچی کرنا نامحرم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کا نگاہیں نیچی کرنا ان کی آنکھیں خیرہ اور پریشان ہو جانے کی وجہ سے ہوگا۔

میدانِ محشر میں بنتِ رسول کی آمد

سیّدۃ نسأ العلمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا عرصہ محشر میں اس شان کے ساتھ تشریف لائیں گی کہ کسی بھی شخص میں اُن کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہوگی آپ کے دائیں شانہ مُبارک پر حضرت امام حسن علیہ السلام کا خرقہ زہر آلود اور بائیں شانہ مبارک پر حضرت امام حسین علیہ السلام کا خُون میں ڈُوبا ہوا پیراہن ہوگا اور سیدنا حضرت علی علیہ السلام کی خُون میں ڈوبی ہوئی دستار مبارک آپ کے ہاتھ میں ہوگی اور آپ عرشِ الٰہی کی طرف رُخ کر کے اس درد کے ساتھ فریاد کریں گی کہ ملائکہ تڑپ کر نالہ وفغاں کرنے لگیں انبیاء کرام اپنی کرسیاں چھوڑ کر کھڑے ہو جائیں گے،

جنّت کی حُوریں رونا شروع کر دیں گی جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا عرش کے پائے پر ہاتھ مار کر عرض کریں گی الٰہی میری دادرسی فرما اور میری فریاد کو پہنچ۔

حضرت جبریل علیہ السلام نالا فریاد کرتے ہوئے سید عالم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے سیدہ فاطمہ خرقہ زہرا آلود اور جامہ خون آلود لے کر عرش کے نیچے تشریف لے آئی ہیں عنقریب دریائے قہر خداوندی موجزن ہو جائے گا اگر آپ تشریف نہ لے گئے تو عظیم خطرہ ہے۔

باپ بیٹی کی گفتگو

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف سے اتر کر عرش کے نیچے تشریف سے آئیں گے اور کہیں گے،

اے فاطمہ! اے میری آنکھوں کی روشنی اور میری پسندیدہ بیٹی! اے باپ کی پیاری آج کا دن لوگوں کی فریاد کو پہنچنے کا ہے نہ کہ فریاد کرنے کا اور یہ دن نوازنے کا ہے نہ کہ پگھلا دینے کا یہ دن برداشت کرنے کا ہے نہ کہ بھول جانے کا میں مظلوموں کی شفاعت کرتا ہوں تو ظالموں کی شناخت کر،،

جناب سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا عرض کریں گی ابّا جان! کیا کروں جب میں حُسین کا خُون آلود پیراہن دیکھتی ہوں تو میرا جگر جل جاتا ہے جب میں حسن کی زہر آلود عبا دیکھتی ہوں تو میرا دل کباب ہو جاتا ہے،،

سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اے جانِ پدر! حسین کی خون میں ڈوبی ہوئی قبا اُٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کر بار الٰہا! حسین کے ناحق بہائے گئے خون کے صدقے سے ہر اس شخص کی مغفرت فرما دے جو میرے بچوں سے محبت رکھتا ہے اور اس نے اپنے دل کی کھیتی میں ان کی دوستی کی فصل کاشت کر رکھی تھی اور وہ ان کے ساتھ ہونے والے واقعات سے غمزدہ رہا ہے اور ان کی مصیبت پر رویا ہے اس کا گناہ مجھے بخش دے۔

اے جانِ پدر! میزان کے پاس چلیں جہاں ہزاروں فقیر و مفلس اور بیکس گنہگار اپنے اپنے دلوں کو ہمارے ساتھ باندھے ہوئے ہمارے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں وہاں چلیں تو خُون آلود قبا ہاتھوں میں اُٹھالے میں خاک آلود زلفیں ہاتھ پر رکھ لیتا ہوں تو اپنے گھائل دل سے فریاد کر اور میں مضروب دانتوں کے ساتھ شفاعت کروں گا یہاں تک کہ خُدائے ارحم الراحمین میری اُمّت کے بے کسوں اور گنہگاروں پر رحمت کرے۔

اَز کرم عُذر گناہِ عاصیاں خواہد بشر
ہیچ اُمّت را بدیں شاں عذر خواہی کس ندید
مُجرماں آرند سُوئے دَر گیش رُوئے اُمید
زانکہ دَر عالم اُزیں بہتر بنا ہے کس ندید

حضرت یحییٰ کے قتل کا حکم

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شہادت کا باعث یہ بنا کہ اس وقت کے بادشاہ کی ایک بیوی بوڑھی ہوگئی تو اس نے اپنی نہایت خُوبصورت بیٹی جو کہ اس کے پہلے شوہر سے تھی بادشاہ کی زُوجیت میں دینے کا ارادہ کیا،

بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا !

تیری بیوی کی بیٹی تجھ پر حرام ہے،

بادشاہ نے یہ سن کر ارادہ ترک کر دیا مگر اس کی زانیہ فاجرہ بیوی کو اس

پر سخت رنج ہوا چنانچہ وہ اس وقت خاموش ہوگئی اور وقت کا انتظار کرنے لگی۔

ایک روز بادشاہ نشے میں بدمست اور بے خُود تھا اس نے موقع غنیمت جانا اور لڑکی کو آراستہ کر کے اس کے کمرہ میں لے گئی بادشاہ لڑکی کی طرف بڑھا تو اس نے کہا پہلے اس لڑکی کا شیر بہا ادا کر کے پھر ہاتھ لگانا اور وہ یہ ہے کہ یحییٰ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر بادشاہ نے اسی وقت حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا،

علمائے وقت کو اِس امر کا پتہ چلا تو انہوں نے بادشاہ کو کہا! اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر گیا تو زمین کی روئیدگی ختم ہو جائیگی،

بادشاہ نے حکم دیا ان کا سر طشت میں کاٹا جائے اور خُون کنوئیں میں گرا دیا جائے، پھر اس نے لوگوں کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تلاش میں بھیج دیا،

بادشاہ کے ایک مقرّب نے کہا! یحییٰ کا باپ مُستجاب الدّعوات ہے پہلے اُسے قتل کرنا چاہیئے تا کہ وہ بددعا نہ کر دے بادشاہ نے حکم دیا زکریا کو بھی قتل کر دیا جائے۔

درخت کی پناہ

بادشاہ کے نوکر حضرت زکریا علیہ السلام کے گھر میں در آئے اس

وقت حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام دونوں باپ بیٹا نماز میں مصروف تھے،

بادشاہ کے نوکروں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو باپ کے پہلو سے کھینچ کر باندھ دیا،

بعد ازاں حضرت زکریا علیہ السلام پر حملہ آور ہوئے تو وہ ان کے سامنے سے فرار ہو گئے، کچھ لوگ جمع ہو کر ان کے پیچھے بھاگے اور کچھ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو لے کو بادشاہ کے محل کے دروازے پر آ گئے،

جو لوگ حضرت زکریا علیہ السلام کے پیچھے گئے تھے جب وہ ان کے نزدیک پہنچے تو حضرت زکریا علیہ السلام میں مزید بھاگنے کی طاقت نہ رہی وہاں ایک درخت تھا آپ نے اُس کی طرف اشارہ کیا تو وہ پھٹ گیا اور حضرت زکریا علیہ السلام اُس کے اندر چلے گئے۔

ابلیس کی شرارت

اسی اثناء میں ابلیس نے آپ کی چادر کا ایک کونا پکڑ لیا جو درخت کے باہر رہ گیا اور درخت آپس میں مل گیا جب کفار وہاں پہنچے تو ابلیس کو ایک بوڑھے کی شکل میں وہاں پر موجود پایا اُنہوں نے اُس سے پوچھا اس طرح کا ایک شخص ہمارے آگے آگے آ رہا تھا وہ کہاں گیا؟

ابلیس نے اُن کو بتایا جن صفات کا آدمی تم کہتے ہو وہ اس درخت

کے اندر ہے اور پھر ان کو نشانی کے طور پر اس چادر کا کونا دکھایا،،

اُنہوں نے کہا! اُے بوڑھے اس کو کس تدبیر سے درخت سے باہر لایا جائے؟

شیطان نے کہا! تم اسے کیوں باہر لانا چاہتے ہو؟

اُنہوں نے کہا! ہم اسے ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

شیطان نے کہا! تم اسے یہیں پر ہلاک کر دو پھر انہیں سمجھایا کہ دوسروں والا آرا لا کر درخت پر چلا دیا جائے۔

آرا چلتا رہا شکر ہوتا رہا

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جب آرا درخت پر پھرنے لگا تو غیب سے آواز آئی،

اُے زکریا! نالہ وفریاد نہ کر اور نہ ہم تیرا نام جریدۂ صابرین سے مٹا دیں گے، اگر تیرے دشمن تجھے سرائے وجود سے باہر نکال دیں گے تو ہم تجھے حجرۂ شہود میں بھیج دیں گے۔

جب آرا حضرت زکریا علیہ السلام کے سر پر پہنچا تو عرض کی الٰہی تیرا ہزار شکر ہے کہ میرا خون تیرے کوچۂ محبت میں بہہ رہا ہے۔

بجرم عشق تو مارا اگر کشند چہ باک
ہزار شکر کہ بارے شہید عشق تو ایم

بہر کیف ! حضرت زکریا علیہ السلام پر آرا چل رہا تھا اور آپ شکرِ خدا کر رہے تھے اور آہ تک نہ کی، اگر اس وقت آپ سے کوئی سوال کرتا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ کا ہر عضوِ بدن نعرۂ عشق لگا کر کہتا میں یہ چاہتا ہوں کہ قیامت تک یہ آرا مجھ پر چلتا رہے اور میرا جسم بار بار ٹکڑے ہوتا رہے اور بار بار آپس میں ملتا رہے،،

ہاں ! ہاں ! ہر وہ شخص جو لذتِ ابتلاء حاصل کر لیتا ہے کسی بھی تکلیف اور مشقت میں رُخ نہیں پھیرتا۔

در بلا لذتیست پنہانی
ناچشیدہ کے کجا داند
واں کہ او لذتِ بلایا بد
درد ہا بہتر از دوا داند

حضرت یحییٰ کی شہادت

اُدھر جب وہ لوگ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لے گئے تو بادشاہ نے حکم دیا! اسے باہر جا کر قتل کر دو۔

وہ سنگدل جفا کار معصوم و مظلوم یحییٰ علیہ السلام کو لے گئے اور آپ کا سر مبارک ایک طشت میں کاٹ دیا اور اس طشت میں جمع ہونے والا خون ایک کنوئیں میں گرا دیا اس خون کو اس کنوئیں میں جوش آ گیا اور حق تعالیٰ

سبحانہٗ نے بخت نصر بابلی کو یا طیطوس رومی کو ان پر مسلط کر دیا یہاں تک کہ اُنہوں نے بنی اسرائیل کے ستر ہزار اشخاص کو قتل کر دیا تب کہیں جا کر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ناحق بہائے گئے خون کا جوش ٹھنڈا ہوا،،

امام حسین بار بار حضرت یحییٰ کا ذکر کرتے تھے

''شواہد النبوۃ'' میں حضرت امام زین العابدین سے روایت نقل کی گئی ہے کہ کوفہ کو جاتے وقت ہم جس منزل پر بھی پہنچتے اور وہاں سے کوچ کرتے حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر ضرور کرتے،،

ایک روز آپ نے فرمایا دنیا کی ذلت خواری اور بے اعتباری میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا سر مبارک بنی اسرائیل نابکاروں نے ایک نابکار عورت کو ہدیہ کے طور پر بھیجا،،

امام حسین کا بدلہ

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آئی کہ

حضرت یحییٰ بن زکریا کے قتل کے بدلہ میں ہم نے

ستر ہزار اشخاص کو قتل کیا اور آپ کے بیٹے حسین کے
بدلہ میں دو بار ستر ہزار یعنی ایک لاکھ چالیس ہزار
اشخاص کو قتل کیا جائے گا،،

دُوسری روایت

دوسری روایت میں آیا ہے کہ جگر گوشۂ رسول کے خون کے بدلہ میں ستر ستر ہزار افراد ستر بار قتل کیے جائیں گے،

مختار بن ابی عبدیہ ثقفی مسیب بن قعقاع خزاعی، ابراہیم بن مالک اشتر نخعی اور تہتر دیگر اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے خروج کیا اور اُن میں سے ہر ایک نے یزیدیوں میں سے ستر ستر ہزار شامیوں کو فیوں کو قتل کیا۔

اور دوسری بار صاحب دعوت ابو مسلم مروزی نے اسی تعداد میں مروانیوں کو ہلاک کیا اور ان کی نسل ختم کر دی،،

اِمام مہدی انتقام حسین لیں گے

علاوہ ازیں قطب سلطنتِ دنیا و دین خاقان صاحب قران امیر تیمور گورگان جو کہ موجود شاہِ ایران کے جدِ امجد ہیں نے اہلِ شام سے جس صورت میں انتقام لیا وہ صحیفۂ روزگار پر مرقوم و مسطور اور ان کی تاریخ و سوانح حیات میں مذکور ہے،

ان کے علاوہ موجودہ شاہِ ایران خُلد مقامہٗ پُوری بلند ہمّتی اور ارجمندی کے ساتھ مصروفِ انتقام ہے، اور یزیدیوں کے تتمہ اور بقیہ کو کیفر کردار تک پہنچا رہا ہے اور یہ دولت توفیقِ خداوندی سے ہاتھ آتی ہے،

عیون الرضا میں ایک روایت آئی ہے جس کا یہ مضمون اس امر کا شاہد ہے کہ مہدی آلِ صلی اللہ علی النبی وعترتہ وذریتہ قتل حسین کا بدلہ لیں گے، پس اس خونِ ناحق کا انتقام ابھی باقی ہے یہاں تک کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہو جائے،،

اے عزیز! اِس خونِ ناحق کے خیال سے ہی لوگوں کے دلوں میں درد کی ایسی ٹیسیں اُٹھتی ہیں جس کا علاج سوائے آنسو بہانے کے نہیں ہے؟ اور جدارانِ حسین کے سینے اس واقعہ ہائلہ کے تصور سے اِس طرح پھٹے پڑے ہیں کہ اُن کے لئے سوائے نالہ وفریاد کے کوئی مرہم اور شفا کی صورت نہیں۔

ایں چہ زخم است کو جز نالہ ندارد مرہم
دیں چہ در داست کہ جز گریہ ندارد درماں

عظم اللّٰہ اجورنا بمصاب الحسین ورزقنا یوم القیامۃ شفاعۃ جدہ محمد سید الکونین علیہ صلوات رب الثقلین

باب دوم

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قریش اور تمام کافروں کا ظلم حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی شہادت

عظیم بلا عظیم جزا

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے !

اعظم الجزاء مع اعظم البلاء

بے شک عظیم جزا عظیم بلا پر مرتّب ہوتی ہے

جس شخص کی آزمائش عظیم تر ہوگی اسکی جزا جسیم تر ہوگی، جس کا جگر مصیبتوں کی تلوار سے جتنا زیادہ زخمی ہوگا اس کے زخموں کے لئے عطا کے دار الشفاء سے اُتنا ہی زیادہ اسے راحتوں کا مرہم عطا ہوگا،

اُے عزیز! اللہ تعالیٰ کے نظراتِ عواطف اور اس کی عطا کردہ فتوحات سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو اپنی محبّت کے شرف سے مشرف فرما دیتا ہے، اور مطلعِ محبّت سے اپنی توجہ کا پرتو اس کے مطمئن قلب پر ڈال دیتا ہے،

اس بندے کی دوستی کی نشانی آزمائش وابتلاء ہے جس میں طرح طرح کی مصیبتیں اور آفات وبلیّات اس پر ڈال دی جاتی ہیں اور اسے رنج و محن اور ایذیتوں سے مضروب کیا جاتا ہے،،

حضرت یحییٰ بن معاذ رازی قدس سرہٗ العزیز نے اپنی دعا میں کہا!

الٰہی! دُنیا داروں میں سے اگر کوئی شخص کسی کو دوست بناتا ہے تو اس پر نوازشات وانعامات اور راحتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور جس کو تو دوست رکھتا ہے اسے طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں ڈال کر رنج و آلام اور تکلیفوں کی آگ سے گذرتا ہے، اس پر سختیوں کی بارش کر دیتا ہے اور اس کے حال کے سر پر حسرت وملال کا غبار ڈال دیتا ہے؟

اس کے جواب میں ہاتف نے آواز دی کیا تو نہیں جانتا! میرے دوستوں کے نصیب میں آتشِ جاں سوز ہے اور میرے محبّوں کا حصہ کمانِ قضا سے ناوکِ دلدوز ہے،

ہم جسے دوست بناتے ہیں اس پر تکلیفوں اور مصیبتوں کے لشکر مسلّط کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اُس کی توجہ کا رخ تمام مخلوق سے پھیر کر اپنی طرف کر لیتے ہیں اور جب وہ ہماری ذات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو خلوت خانہ اُسرارِ کبریائی کا محرم ہو جاتا ہے اور جب اس کی محنت کے ساغر سے اس ایک گھونٹ عطا کیا جاتا ہے تو اسی وقت اس پر ولایت کا نام صادق آجاتا ہے۔

ما بلا بر کسے عطا نکنیم
تا کہ نامش زا ولیا نکنیم
ایں بلا گو ہر خزانہ ماست
ما بہر کس گہر عطا نکنیم

پس جان لینا چاہیے کہ مصیبت وابتلاء اس صورت میں محض راحت

اور نکبت و تکلیف اس وجہ سے عین فرحت و دولت ہے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

رَنج گنج آمد کہ راحت ہا دروست
مغز تازہ شُد چُو بخراشید پوست
ظاہراً کارِ تو ویراں مِی کُند
لیک خارِ رَا گُلستاں مِی کُند
پس ریاضت را بجاں شو مُشتری
بربلا ہادل بند تاجاں بری

بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے۔

اے انسان! جب تجھ پر راہِ مصیبت کھل جائے اور رنج و کرب کے سامان تجھے مہیّا ہو جائیں تو اپنی آنکھیں روشن کر کیونکہ تجھ پر کھلنے والا راستہ انبیاء کا راستہ ہے اور تجھ پر فتوحِ اولیاء کے دروازے کھولے گئے ہیں،،

سب سے بڑا امتحان حضور کا ہے

اب جبکہ یہ اَمر تحقق ہو چکا ہے کہ راہِ بلا کا سلوک صفتِ انبیاء اور کارِ اولیاء ہے اور جس قدر آزمائش بڑی وہ گی اسی قدر عطا بھی بڑی ہو گی تو اس سے یہ نکتہ تحقیق ہوتا ہے کہ جس قدر جفائیں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کی ہیں تمام انبیاء میں سے کسی نبی کو بھی نہیں برداشت

کرنا پڑیں اور زمرۂ اصفیاء میں سے کسی چُنے ہوئے کو اس قدر مصیبت اور بلا نہیں پہنچی، جس قدر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی ہے اگر آپ خرقہ پہنتے تو اس پر قہر کی کی بخیہ گری ہوتی اور اگر جرعہ پیتے تو اس میں زہر کا تعب ہوتا،

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبانِ حال سے اِس امر کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کی اذیتیں ہمیں پہنچی ہیں کس کو نہیں پہنچیں۔

کاں چہ ما دیدیم از جور و جفا ہا کس ندید

وانچہ ما خوردیم از زہر و بلا ہا کس نخوارد

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! حضرت زکریا علیہ السلام کے جسم کا دو ٹکڑے ہونا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تیغ جفا برداشت کرنا وہ مصیبت و ابتلا نہیں،

مصیبت تو وہ ہے جو مجھ پر آئی ہے، مجھے زمین و آسمان کی تمام مخلوق سے پہلے بنایا گیا اور پھر ان سب کی مُشکلات اور مصیبتوں کی زمام میرے ہاتھ میں دے دی گئی،،

میری اُمّت کے گناہوں کو میری شفاعت کے دامن سے باندھ دیا گیا،

مجھے مفلسانِ اُمّت کی معروضات سُننے اور رات کو غفلت کی نیند سونے والوں کے بدلے راتوں کو جاگنے کا حکم دیا گیا،

مجھے فرمایا گیا! عشرت خانہ راحت کے غافلوں کی جگہ تو اشک ریزی کر،

ایسے ہی کاہلوں کی سُستی اور مُجرموں کی عذر خواہی میرے ذمے لگا دی گئی،

ایک طرف مجھے دوستوں کے کام سونپ دیئے گئے اور ایک طرف مجھے دشمنوں کے آزار کھینچ رہے ہیں،،

کبھی مجھے قاب قوسین کی مسند پر بٹھایا جاتا ہے اور کبھی ابوجہل کی جفاؤں کے آستانہ پر بھیجا جاتا ہے،

کبھی مجھے بشیر ونذیر اور سراجِ منیر کا لقب دیا جاتا ہے اور کبھی شاعر و ساحر اور مجنوں کے نام سے پکارا جاتا ہے،

کبھی میرے خاندان کے ایک فرد سے خیبر کا قلعہ فتح کروایا جاتا ہے اور کبھی میرے دانتوں کو پتھّروں سے مضروب کیا جاتا ہے،

اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ تمام اہلِ جہان پر واضح ہو جائے کہ اس راہ میں بلاؤں کے دریا موجزن ہیں اور مصیبت کی آگ شعلہ بار ہے اگر کوئی شخص اِس راہ کا برگ رکھتا ہے اِس راہ میں اندر آ جائے ورنہ زحمت نہ کرے ؟

راہِ عشقِ اُو کہ اکسیرِ بقاست
درد بر درد و عنا اندر عناست

فانی مطلق شود از خویشتن
ہر ولی کو طالب ایں کیمیاست

پہلی مصیبت

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب سے پہلی مصیبت نازل ہوئی وہ یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی آپ کے والد گرامی کو اُٹھا لیا گیا تا کہ آپ ناز نہ دیکھ سکیں اور باپ کی محبّت بھری آغوش میں نہ بیٹھ سکیں،

چنانچہ ابھی آپ والدہ ماجدہ کے بطنِ اطہر میں تھے کہ آپ کے والدِ بزرگوار کا وصال ہو گیا اور یتیمی کا داغ آپ کے قلبِ پاک پر لگ گیا۔

روایات میں آیا ہے کہ ملائکہ آپ کو یتیم کہہ کر پکارتے اور آپ کی گردِ یتیمی پر اشکوں کی بارش کرتے۔

گر یتیمی چہ شُد کہ اَز تعظیم
بیش باشد بہائے دُرِّ یتیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب فرمایا! اگرچہ میرا حبیب یتیم ہے مگر میں اِس کا کارساز و مددگار اور حافظ و وکیل ہوں تم اِس پر درود بھیجو اور اِسے مبارک سمجھو،

دوسری مصیبت

جب آپ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ کا وصال مبارک ہوگیا آپ کے سر مبارک پر یتیمی کی سمت دوبارہ کھینچ دی گئی۔

چُوں در اگر یتیم شد بیش بود بہائے او

زانکہ خرد فزوں نہد دُرِّ یتیم را بہا

روایات میں آیا ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ مکرمہ آپ کو مدینہ منوّرہ میں لے گئیں تا کہ آپ کے والد گرامی کی قبر کی زیارت کریں کیونکہ آپ کے والد معظم حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی تھی،

مدینہ منوّرہ سے واپسی پر مقام ابواء پر پہنچے تو آپ کی والدہ ماجدہ علیل ہوگئیں،

ایک روز آپ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے ہوئے والدہ کے چہرۂ اقدس کو دیکھ رہے تھے اور اپنی تنہائی وغُربت اور بے کسی پر رو رہے تھے۔

سخت دشوار است تنہا ماندن از دلدار خود

با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوار خود

سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اُس وقت بے ہوش تھیں اچانک آپ کو

ہوش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور اور اشک آلود آنکھوں کو دیکھا اور آپ کی درد میں ڈوبی ہوئی آہ کو سنا تو اپنے فرزندِ دلبند کی تسلی کے لئے چند شعر ارشاد فرمائے جن میں سے یہ بھی ہیں۔

بارك الله فيك من غلام

ان صح ما بصرت في المنام

فانت مبعوث الى الانام

من عند ذي الجلال والاكرام

یعنی اے بیٹے! خدا آپ کو برکت دے جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اور ہاتفِ غیبی سے سُنا ہے اگر وہ درست ہے تو آپ کو خدائے ذوالجلال و الاکرام کی طرف سے پیغمبر بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا! اے بیٹے ہر زندہ کو مرنا ہے اور ہر نئے کو پرانا ہونا ہے جو شخص پردۂ عدم سے بساطِ وجود پر قدم رکھتا ہے بالآخر اُس کے لئے یہی ہے کہ تیغِ اجل اُس کی گردنِ آرزو کو کاٹ دے،

جو شخص بھی بزمِ زندگانی میں زندگی کا میٹھا شربت پیتا ہے اُس کی مشکلات کی انتہا یہ ہے کہ وہ موت کا تلخ زہر پئے،،

درایں سرائے مصیبت کہ غیر ماتم نیست

دِلے کجا است کہ زیرِ شکنجۂ غم نیست

لباسِ عمر نکو کسو تیست لیک چہ سود
کہ آستینِ بقاش از دوام معلم نیست

مگر اے میرے بیٹے! اگر میں مر بھی جاؤں گی تو میرا ذکر زندہ رہے گا اور میرا نام صحیفۂ روزگار سے مٹ نہ سکے گا اِس لئے کہ میں نے آپ جیسے پاکیزہ بیٹے کو جنم دیا ہے اور آپ جیسی اچھی اور خُوب یادگار چھوڑ رہی ہوں،،

زندہ است کسے کہ از تبارش
ماند خلفے بیاد گارش

روایت ہے کہ جب سیدہ آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا نے رحلت فرمائی تو جنات کی نوحہ خوانی کی آوازیں آئیں جو روتے ہوئے کہہ رہے تھے،

فبکی الفتاۃ المراۃ الامنۃ
ام رسول اللّٰہ ذی السکینۃ
ماہمہ گریم بہر ایں زنِ نیکو شعار
مادرِ پیغمبر دیں پرورِ صاحب وقار

بعثت و دعوت

جب حضور رسالت مآب ﷺ کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو

آپ کی کفالت فرمانے والے آپ کے جدامجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رحلت فرما گئے اور آپ کو آپ کے چچا حضرت ابوطالبؓ کے سپرد کر گئے۔

آپ کی عمر مبارک بیس سال ہوگئی تو آپ نے پانچ سال تک بکریاں چرائیں پچیس[۲۵] سال کی عمر مبارک میں آپ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا،

چالیس کی عمر شریف میں آپ کی بعثت مبارک ہوئی تینتالیس کی عمر شریف میں آپ نے آغازِ دعوت کیا اور مکہ معظمہ میں دس سال تک کفار مکہ کی طرح طرح کی بے ادبیاں اور حماقتیں دیکھنا پڑیں اور طرح طرح کی مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کرنا پڑیں۔

دو ہمسائے

پہلے پہلے آپ کے بیت الشرف کے دائیں بائیں جو دو شخص پڑوس میں تھے ان میں ایک طرف ابولہب تھا اور دوسری طرف عتبہ بن ابی معیط،

زلال الصفا فی احوال المصطفےٰ میں ابن الفتح محمد بن ابی بکر رازی نے روایت کی ہے۔

کہ پہلے آپ کے دو جفا کار ہمسائے تھے اور دونوں آپس میں ملے ہوئے ضرر رساں تھے دونوں ہی خود غرض اور خود بین تھے، اور دونوں ہی

بدنام وسیہ نامہ تھے،

آپ کے دونوں ہمسائے بوجھل سائے والے تھے اور دونوں ہی بے سرمایہ وزیاں کار دونوں ہی دن کے وقت آپ کو ایذاء دینے کی کوشش میں مصروف رہتے،

اور دونوں ہی رات کو آپ پر جفائیں ڈھانا شروع کر دیتے دونوں ہی غلاظت اور گندگی لاتے اور آپ پاک صاف راستے کو پراگندہ اور خراب کر دیتے تاکہ شائد آپ کا دامن آلودہ ہو جائے،،

بعض تفسیروں میں آیا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل دن کے وقت خاردار جھاڑیاں اور گوکھرو ﴿ بکھڑے کا بیج ﴾ جمع کرتی رہتی اور رات کے وقت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہگذر پر بچھا دیتی تاکہ جب وہاں سے گذریں تو کانٹے آپ کے دامن سے الجھ جائیں اور گوکھرو وغیرہ آپ کے پاؤں مبارک میں چبھ جائیں،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کے لئے گھر سے باہر تشریف لاتے تو ان لوگوں کو راستے میں روک کر نہایت نرمی اور ملائمت سے فرماتے تم لوگ میرے ساتھ کیسا حق ہمسائیگی ادا کرتے ہو۔

می ریختند در رہ تو خار و باہمہ
چوں گل شگفتہ بود رخ دلستانِ تو

ابولہب اوراس کے ساتھیوں کا کردار

حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں شروع السلام میں حجاز کی طرف گیا،

عرب کے بازاروں میں ایک شخص کو دیکھا جس نے سرخ پوشاک پہن رکھی تھی اور وہ نہایت ملیح انداز کے ساتھ فصیح زبان میں رہا تھا لا الہ الا اللہ کہو تمہیں فلاح درستگاری حاصل ہو گی جبکہ میں نے ایک اور ایسے شخص کو دیکھا وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا، اور لوگوں سے کہتا تھا اس کی بات نہ سنو یہ جھوٹا ہے اس کے ساتھ ہی اُس نے پتھر مار کر اُس کی ایڑی کو زخمی کر دیا۔

میں نے لوگوں سے پُوچھا یہ دونوں کون لوگ ہیں؟

ایک شخص نے مجھے بتایا جس شخص نے سرخ لباس پہن رکھا ہے یہ محمد قرشی ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو آسمان کے خدا کی طرف بلاتے ہیں اور جو ان کے پیچھے سنگ باری کر رہا ہے وہ ان کا چچا ابولہب ہے اور اس معاملہ میں قریش کے اکثر سردار ابولہب کے ہم نوا ہیں۔

ایسے ہی جب بھی کوئی شخص حج کے دنوں میں یا آگے پیچھے مکہ میں آتا کفار اُسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات سے ڈراتے اور آپ کے ساتھ گفتگو کرنے سے اظہار نفرت کرتے اور آپ کے بارے میں مختلف باتیں کرتے،

کبھی آپ کو شاعر و کاہن کہتے، اور کبھی آپ کا نام مجنوں رکھ دیتے اور جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر ان کی باتوں سے غبارِ ملال آ جاتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کی تسلی کے لئے آیات نازل فرماتے جن میں سے بعض کا مضمون یہ ہے۔

پس آپ بھی صاحب عزیمت پیغمبروں کی طرح صبر وشکیبائی کا دامن تھام کر رکھیں،

چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس قوم غدار کے اشرار سے اضرار وایذا اٹھاتے رہے نیز ثباتِ قدم اور صبرِ کامل کے ساتھ ہر قسم کی سختیاں برداشت کرتے ہوئے ہر حال میں سلسلہ دعوت وارشاد جاری رکھا۔

از ثبات خودم ایں نکتہ خوش آمند کو بجور
بر سرِ کوئے تو از پائے طلب نہ نشستم

بڑی سختی کیا تھی؟

روضۃ الاحباب میں آیا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پوچھا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کی طرف سے سب زیادہ کون سی تکلیف دی گئی تھی جو آپ نے دیکھی ہو؟

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا!

ایک روز صنا دید قریش حرم شریف میں جمع تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا اسی اثناء میں قریش کے سرداروں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا،

ہم لوگوں نے کبھی کسی ایسے امر پر صبر نہیں کیا جس پر اب کر رہے ہیں یہ شخص یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے داناؤں کو بے وقوف گردانتا ہے ہمارے آباؤ اجداد کو دشنام دیتا ہے ہمیں عیب دار کہتا ہے اور جماعت میں تفرقہ ڈالتے ہوئے ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے بایں ہمہ ہم نے اسے چھوڑ رکھا ہے اور اسے کچھ نہیں کہتے۔

قریش کے سردار یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کعبہ کے لئے حرم شریف میں تشریف لے آئے اور مصروفِ طواف ہو گئے،

دورانِ طواف میں جب آپ اِن لوگوں کے قریب سے گذرے تو اُنہوں نے آپ کی شان میں ناجائز و نازیبا کلمات کہے،

چنانچہ میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی اس ناروا گفتگو سے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چہرۂ اقدس پر ناگواری کے اثرات نمایاں ہو گئے ہیں، بعد ازاں جب آپ دوسرے اور تیسرے طواف کے دوران میں ان کے قریب سے گذرے تو اُن لوگوں نے پھر وہی باتیں جو پہلے کی تھیں دہرا دیں،،

جب آپ چوتھے طوف میں اُن کے قریب سے گذرنے لگے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا

اے گروہِ قریش! سُو قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے میں تمہیں ذبح کرنے کے لئے لایا گیا ہوں،

یعنی اگر تم نے میری بات نہ سُنی اور میری اتباع نہ کی تو میں تمہاری گردنوں پر اُسی طرح تلوار پھیر دوں گا جس طرح بکری کو ذبح کیا جاتا ہے اور فرمایا! غرور مت کیا کرو تم میرے پنجے سے باہر نہیں نکل سکو گے۔

حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات کی تو یوں معلوم ہوا کہ اُن تمام لوگوں کے حلقوم پکڑے گئے ہیں، اور اُن کے ہر عُضوِ بدن پر لرزہ طاری ہو گیا ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ چاپلوسی اور نرمی سے گفتگو کرتے ہوئے مطاف میں آ گئے اور وہ شخص جو اِن میں آپ کو سب سے زیادہ کالی گلوچ کر رہا تھا آپ کو تسلی دیتا ہوا نہایت اچھے الفاظ اور نرم لہجہ میں کہنے لگا

اے ابا القاسم! آپ واپس جا کر طواف کریں آپ بہت سمجھدار ہیں اور عقلمندی کا کام کر رہے ہیں، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں سے واپس آ کر طواف پورا کیا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں دوسرے روز وہ سب لوگ پھر جمع ہوئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا،

اُنہوں نے ایک دوسرے سے کہا! کل جب ہم جمع ہوئے تھے تو ہم نے محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کو سبّ وشتم کیا اور اس نے ہم پر دشنام طرازی کی جس کا ہم جواب نہ دے سکے اور خاموش رہے اس وقت ہماری زبانیں بند ہو چکی تھیں اس وقت یہ ہم نے کیا کیا تھا؟ اگر اس مرتبہ ہم نے اسے دیکھ لیا تو جانتے ہو اس کے ساتھ ہم کیا کریں گے؟

ابھی وہ لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے لگے،

جب اِن لوگوں نے آپ کو دیکھا تو شدید بُغض اور غصّہ کے ساتھ سب نے مل کر آپ پر حملہ کر دیا اور کہا! تُو وہی ہے جو ہمارے اور ہمارے بتوں کے بارے میں باتیں کرتا ہے؟

آپ نے فرمایا! ہاں میں وہی ہوں، جو بتوں کو بُرا کہتا تھا اور اب بھی کہتا ہوں، اِس پر اُن میں سے ایک شخص نے آپ کی چادر مبارک کا ایک گوشہ پکڑا اور آپ کی گردن مبارک میں ڈال کر مل دینا شروع کر دیئے جس سے آپ کا سانس رکنے لگا۔

وہاں پر صحابہ میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر تھے، آپ چیختے ہوئے اور روتے ہوئے آگے بڑھے اور کافروں سے کہا! کیا تم ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہیں روشن ترین معجزے دکھاتا ہے،

اس شخص نے یہ سن کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ آور ہو گیا ان کی داڑھی مبارک پکڑ کر اس قدر مارا کہ اُن کا سر پھٹ گیا،،

مصائب ہی مصائب

القصہ! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کی جفائیں دیکھیں اور اس قسم کی مصیبتیں اُٹھائیں جاننا چاہیے کہ مصیبت وابتلاء میں صبر وشکیبائی کا اظہار سبب کلی ہے اور رنج والم اور سختیوں میں صبر کا اصل موجب وادیٔ جور و جفا میں صبر وثبات کے ساتھ قدم رکھنا ہے، زوائد کے کشادہ راستے میں فوائد ثواب ہے،،

وادیٔ بلا یا اور میں ثابت قدمی سے چلنا ہی بارگاہ رب الارب کی قربت کے ثمر کی طرف پھیرتا ہے۔

وللّٰہ فی ضمن البلا یا لطائف

بزیرِ غصہ نہاں ذوقہاد شاد یہاست

بے مراد کہ در زیرنا مراد یہاست

جناب فاطمہ کی بے قراری

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش

نے اِس امر پر اتفاق کرلیا کہ محمد نظر آ جائیں تو انہیں زندہ نہ چھوڑا جائے اور کسی بھی وجہ سے درگذر نہ کیا جائے،

جناب سیدۃ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ روتی ہوئیں اپنے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔

بر چہرۂ خویش اشکِ گلگوں می ریخت
خونِ جگرش زدیدہ بیروں می ریخت

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا! اے جانِ پدر کیوں روتی ہے؟

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی! اے پدرِ بزرگوار اس قوم نے آپ کو ہلاک کردینے کا عزمِ صمیم کر رکھا ہے اور ہر شخص چاہتا ہے کہ آپ کے خونِ مبارک سے وہی ہے اپنے ہاتھوں کو رنگے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بیٹی فکر مت کر اور پانی لا تاکہ میں وضو کروں کیونکہ مومن کا ہتھیار وضو اور زِرہ نماز ہے، پھر آپ نے وضو فرمایا اور بیت اللہ شریف میں تشریف لے آئے،،

پاشاہت الوجوہ

کافروں نے آپ کو دیکھا تو ان پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ اِس قدر

مرعوب ہوئے کہ اُن کی آنکھیں اوپر نہ اُٹھ سکیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُٹھی میں کنکریاں لے کر اُن کی طرف پھینک دیں اور فرمایا ! یا شاھت الوجوہ

یعنی تمہارے چہرے بگڑ جائیں چنانچہ اُن میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ تھا، جسے اُن کنکریوں میں سے کوئی ایک کنکر لگ گئی ہو اور وہ بدر کے دن قتل ہو کر جہنم کا ایندھن نہ بنا ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ابی اُمیہ اور عمارہ کے لئے دُعائے ہلاکت مانگی تھی وہ بدر کے دن دِین کے مددگاروں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

امام حسین سے لڑنے والوں کا انجام

اور کربلا میں لڑنے والوں کا قصہ بھی ایسے ہی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ لڑنے والے کوفیوں اور شامیوں کی تعداد بائیس ہزار تھی اور ان بائیس ہزار میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس سال عقوبتوں میں مبتلا ہو کر بلاؤں کا شکار نہ ہوا ہو،

اور جب سال پورا ہو گیا اور عاشورے کا دن آیا تو اس پورے لشکر کا ایک فرد بھی زندہ نہ رہا خواہ اس نے جنگ میں حصّہ لیا تھا یا ویسے ہی اُس لشکر کا سپاہی تھا، اور یہ کیسے نہ ہوتا جبکہ امام حسین علیہ السلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کا نُور تھے،

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے چُنے ہوئے بیٹے تھے،

حضرت بتولِ عذرا سلام اللہ علیہا کے جگر کا ٹکڑا تھے،

اور جناب امام حسن علیہ السلام کے بھائی اور اُن کی جان تھے۔

اندھے کا خواب

،،کنز الغرائب،، میں ابو جعفر ہمدانی سے قاضی بصرہ ابو عبد اللہ کی روایت نقل کی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ایک اندھے واقف کار کو دیکھا تو اس سے کہا تیری آنکھیں تو بینا تھیں تجھے کیا ہوا ہے،،

اندھے نے کہا! اَے قاضی جب کربلا کا واقعۂ ہائلہ ہوا تو میں ابنِ زیاد کے لشکر میں تھا، وہاں سے جب میں اپنے گھر واپس آیا تو ایک رات عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد میں لیٹ گیا تو مجھے پر نیند غالب آ گئی،

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاجت بیان کر میں اُس شخص کے پیچھے پیچھے ہو لیا، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے آپ مسجد کی محراب کے آگے تشریف فرما تھے میں نہیں جانتا کہ وہ مسجد نبوی تھی یا کوئی اور مسجد تھی آپ کے دائیں بائیں صحابہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے گرداگرد بے شمار لوگ کھڑے تھے،

میں نے امام حسین علیہ السلام کو دیکھا وہ آپ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے تھے اور اُنہوں نے خُون میں ڈوبی ہوئی پوشاک پہن رکھی تھی اور آپ کے ساتھ آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے،

وہاں پر امام حسین اور ان کے اقربا اور رفقاء کے قاتلوں میں سے ایک ایک کو لایا جا رہا تھا اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے اسے تلوار سے کاٹ کر جہنم میں پھینک دو،

پس ان پر تلوار چلنے لگی اور جس پر تلوار کی ضرب پڑتی اُسے آگ لپیٹ میں لے لیتی اور وہ جل جاتا، جلنے کے بعد وہ پھر زندہ ہو جاتا تو اسے پھر قتل کر دیا جاتا،

میں نے یہ حال دیکھا تو ڈر گیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب چلا گیا اور کہا اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو آپ نے مجھ پر نگاہِ غضب ڈالی اور سلام کا جواب نہ دیا،

پھر ایک ساعت خاموش رہنے کے بعد آپ نے فرمایا! اے دشمنِ خدا تو نے میرا احترام بھول کر اور میرے ادب کو پس پشت ڈال کر میری اولاد وعزت کو قتل کر دیا، تجھے میری رسالت سے کچھ یاد نہ رہا اور میرے غضب کی تو نے کچھ پرواہ نہ کی؟

میں نے کہا! یا رسول اللہ خدا کی قسم میں نے امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اقرباء واصحاب میں سے کسی پر بھی تلوار نہیں چلائی اور نہ ہی میں

نے ان پر نیزہ پھینکا ہے اور نہ ہی تیر چلایا ہے میری خطا یہی ہے کہ میں دشمنوں کے لشکر میں تھا اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

آپ نے فرمایا! یہ تو سچ ہے کہ تو نے تلوار نہیں چلائی نیزہ اور تیر نہیں پھینکا مگر تو دشمنوں کی لشکر کی سپاہی تھا اور اس کی سپاہی کے اضافے کا باعث بنا تھا، میرے قریب آ میں آگے بڑھا تو آپ کے پاس خون سے بھرا ہوا طشت پڑا تھا،

آپ نے فرمایا! یہ میرے جگر گوشے کا خون ہے پھر آپ نے اس خون سے ایک سلائی لگا کر میری آنکھوں میں پھیر دی میں اِس خواب سے ڈر کر بیدار ہوا تو اندھا ہو چکا تھا۔

قاضیِ بصرہ نے فرمایا! اے اندھے یہ تو دنیا کی سزا ہے تجھے کیا معلوم قیامت کے دن تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

بروزِ واقعہ اُے ظالم خدانا ترس
بیا ہمیں چہا کردہ ای بجائے حُسین
خُداست حاکم دعویٰ گر ست پیغمبر
چگو نہ می دہی انصاف بلعرائے حسین
روا بود کی بخاک و بخوں کنی غرقہ
رُخِ منوّر گیسوئے مشکسائے حسین

کفّار کا تشدد

اب میں حضور رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بقیہ ابتلاء سو مصائب کی طرف آتا ہوں،

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سیرت ابن اسحٰق میں بیان فرماتے ہیں کہ کفار مکہ حمایت حضرت ابو طالب کی وجہ سے حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دست اندازی نہ کر سکتے تھے اور آپ کے بڑے بڑے صحابہ کرام پر ان کے قبیلوں اور قوم کی حمایت کی وجہ سے ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے،

اور جس صحابی کے قبیلہ اور اقرباء کو کمزور پاتے اسے طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیتے بعض کو بھوک اور پیاس سے معذب کرتے بعض کو ننگے بدن لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے اور مارتے تا کہ وہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو چھوڑ دے،،

ان میں سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہیں اُمیہ بن خلف وادیٔ مکہ لے جاتا اور ننگے بدن گرم ریت پر لٹا کر سُورج کی شعاؤں سے تپتا ہوا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا اُے کالے دینِ محمد سے نکل کر لات وعُزّیٰ پر ایمان لے آ،،

حضرت بلال اَحد اَحد کہتے ہوئے فرماتے ہیں خدائے واحد و یکتا کی پرستش کرنے والا ہوں، ان لوگوں میں حضرت صہیب و خباب اور

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اِن کی مثل دُوسرے صحابہ کرام طرح طرح کی مصیبتیں اور سزائیں برداشت کرتے تھے اور میدانِ دین کے یہ فارس اور راہِ یقین کے یہ مسافر پوری رضا و رغبت کے ساتھ ان سب بلاؤں اور مصیبتوں کا خیر مقدم اور استقبال کرتے ہوئے کہتے بلا عطا ہے تو عطا سے رونا خطا ہے، جسموں کا مجاہدہ آئینہ قلب کا صیقل ہے اور پیکرِ آب و گل کی بربادی خانہ جان و دِل کی آبادی ہے،،

ہر رنج کی از حضرت جاناں آید
زنگِ غم از آئینہ جاں بذداید
گر راہِ سلامتش ببندد لیکن
صد در زِکرامت برخش کشاید

اَلقصّہ کفّارِ مکہ کمزور اور مسکین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے پر اُتر آئے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین یعنی حضرت یاسر اور اُن کی بیوی کو شہید کر دیا اِن حالات کے تحت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم سے صحابہ کرام سے کثیر لوگ مکہ معظمہ سے حبشہ کو ہجرت کر گئے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں کی تعداد کم ہوگئی تو کفارِ مکہ نے آپ کو آزار و اضرار پہنچانے کی کوشش میں اضافہ کر دیا، ایک روز حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حُجون کے قبرستان

کی طرف تشریف لے جاتے وقت قریش کے سرداروں کے پاس سے گذرے تو ان میں سے ابوجہل اور عدی بن حمیرا وغیرہ نے پہلے ہی آپ کا راستہ روک رکھا تھا،

جب اُنہوں نے آپ کو دیکھا تو ایذا رسانی کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کوئی ایسی بُری اور تکلیف وہ بات نہ چھوڑی جو آپ کو نہ کہی ہو۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ خداوندی وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا یعنی جواب جاہلاں باشد خموشی کے پیش نظر اُنہیں بغیر جواب دینے اور جھگڑا کرنے کے سر جھکا کر آگے گذر گئے اور قبرستان میں ایک جگہ پر محزون وملولِ خاطر بیٹھ گئے۔

حضرت حمزہ کیسے مُسلمان ہوئے

اسی اثناء میں ابوجہل بھی قبرستان میں آپہنچا اور آتے ہی آپ کی شان میں شدید گستاخی کرتے ہوئے آپ کو اذیت پہنچائی آپ اس سے سخت آزردہ خاطر ہو گئے،

یہ خبر مکہ کے متعدد مرد عورتوں میں مشہور ہو گئی اسی روز آپ کے عمِ محترم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب تین روز کے بعد شکار کی تلاش میں گئے ہوئے بھوکے پیاسے واپس آرہے تھے،

آپ کو آتے دیکھا تو عبداللہ بن جدعان کی کنیز نے اُنہیں کہا !

اے حمزہ تجھے شکار کی پڑی ہوئی ہے اور اس پر غیرت نہیں آتی کہ تیرے بھتیجے کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔

حضرت حمزہ نے یہ گفتگو سُنی تو سخت پریشان اور متغیّر ہو گئے اور غصّہ کی حالت میں اُس سے مزید پوچھ گچھ بھی نہ کر سکے، اسی حالت میں گھر کے اندر داخل ہو کر کھانا طلب کیا تو ان کی بیوی نے دستر خوان بچھا کر کھانا چن دیا،

جنابِ حمزہ نے اپنی بیوی کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو اسے روتے پایا، بیوی سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا!

اے ابا عمارہ! کیوں نہ روؤں جبکہ تمہارے کسی یتیم کسی دودھ شریک کسی نور دیدہ ہاشم اور کسی سرورِ سینہ عبدالمطلب پر اس قدر جور و جفا روا انہیں رکھا گیا جو اَب ہے۔

حضرت حمزہ نے فرمایا! کھول کر بیان کر؟

اُن کی بیوی اُم عمّارہ نے کہا ! کیا بتاؤں جو کچھ ابوجہل نے تیرے بھتیجے محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کے ساتھ کیا ہے میں بتا نہیں سکتی۔

حضرت حمزہ نے فرمایا! کیا واقع ظہور پذیر ہوا ہے؟

حضرت اُمِ عمارہ نے کہا اے سردار! ابوجہل نے مکے کے بیوقوفوں کو ساتھ لے کر اُن پر حملہ کیا اور اس قدر زدوکوب کیا کہ آپ کی پیشانی مبارک سے خون جاری ہو گیا اور اُن کے رشکِ آفتاب رخساروں کو زمین پر

رگڑا گیا،،

حمزہ نے فرمایا! شدید افسوس ہے ان کے چچا ابو طالب اس وقت کہاں تھے؟

اُمِ عمارہ نے کہا وہ شعب میں بکریاں چرا رہے تھے اور اُنہیں اِس واقعہ کی خبر نہیں۔

حمزہ نے فرمایا! کیا ابولہب وہاں نہیں تھا؟

اُمِ عمارہ نے کہا! وہ سنگدِل اور بے شرم وہیں پر موجود تھا اور کہہ رہا تھا اِس کو اور مارو اور قتل کر دو یہ جادوگر اور جھوٹا ہے۔

حمزہ نے پوچھا ! عباس کہاں تھے؟

اُمِ عمارہ نے کہا! وہ پروانہ وار آپ کے گرد چکر کاٹتے ہوئے لوگوں کو مارنے سے روک رہے تھے اور رحم کی درخواست کر رہے تھے مگر ان بدبختوں میں سے کسی نے بھی اُن کی بات پر دھیان نہیں دیا۔

حضرت حمزہ نے یہ سُنا تو زار زار رونے لگے باوجود اِس کے کہ آپ تین روز سے بھوکے پیاسے تھے دستر خوان سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا جب تک اپنے بھائی کے بیٹے کو تکلیف پہنچانے والے سے انتقام نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے،،

اس کے ساتھ ہی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور حرم شریف میں آ گئے وہاں آ کر دیکھا تو حضور سرورِ

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھٹنوں پر سر مبارک رکھے ہوئے کعبہ شریف کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں،

حضرت حمزہ نے آپ کے قریب جا کر کہا اے میرے بھائی کے بیٹے آپ پر سلام ہو آپ کا چچا اس لئے آیا ہے کہ آپ کے دشمنوں سے آپ کا بدلہ وصول کرے؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دل پر درد سے آہِ سرد کھینچی اور آنکھوں کے صدف سے آنسوؤں کے موتی بہاتے ہوئے فرمایا!

اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں جس کا نہ باپ ہے نہ ماں
نہ کوئی چچا ہے نہ کوئی دوست
نہ کوئی مُونس ہے نہ دلداری کرنے والا
نہ کوئی محرم ہے نہ غمگسار
نہ کوئی ناصر ہے اور نہ کوئی مددگار۔

آہ کاندر زمانہ محرم نیست
ہیچ کس راز حالِ من غم نیست
دم نیارم زدن ز سوزِ دُروں
کہ کسم غمگسار و ہمدم نیست
دردمندی و غصہ بسیار است
ہیچ چیز از بلا مراکم نیست

حمزہ کا قبولِ اسلام اور ابو جہل سے انتقام

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی یہ گفتگو سُنی تو رونے لگے اور چیختے ہوئے کہا! اے بیٹے لات عزیٰ کی قسم میں آپ کی مدد کے لئے آیا ہوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اُس خدا کی قسم جس نے مجھے رسول بنا کر خلقت کی طرف بھیجا ہے اگر آپ شمشیرِ آبدار کے ساتھ مشرکوں کو ہلاک بھی کر دیں اور میری حمایت میں اُن کے ساتھ مقاتلہ کرتے ہوئے خون میں بھی رنگے جائیں،

جب بھی آپ کو اللہ تعالیٰ سے دُوری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا اس محاربہ و کارزار سے آپ کو اس وقت ہی کچھ مل سکے گا جب آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار کریں گے،

اے چچا! اگر آپ مجھے لطف و شفقت کا شربت پلانا چاہتے ہیں اور میرے دل کے زخموں پر آرام و راحت کا مرہم رکھنا چاہتے ہیں تو کہیں !

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت حمزہ نے عرض کی اے جانِ عم اگر میں یہ کلمہ کہہ دوں تو آپ خوش ہو جائیں گے؟

آپ نے فرمایا! ہاں اسی کلمہ میں میری رضا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کلمہ شہادت پڑھ کر توحید و رسالت کا اقرار کیا اور ابوجہل سے انتقام لینے کے لئے حرم شریف سے باہر آ گئے جب آپ ابوجہل کے گھر پہنچے تو وہ اس وقت قریش کے سرداروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت حمزہ کے ہاتھ میں کمان تھی آپ نے ہر مروت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پوری قوت سے کمان اس کے سر پر دے ماری جس سے ابوجہل کا سر پھٹ گیا اور خون کا دھارا بہہ نکلا،

کمان کا وار کرنے کے بعد حضرت حمزہ نے ابوجہل کو فرمایا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دی ہے اور انہیں گالی گلوچ کیا ہے۔

مشرکین میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا اے ابا عمارہ ! آپ اس وقت غصے میں ہیں کچھ دیر صبر کریں تا کہ آپ کو بعد میں اس پر پشیمان نہ ہونا پڑے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا! مجھے پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں، خدا کی قسم! میں اس ملت کو نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی اس بات سے روگردانی کروں گا۔

کشاد خویش چو در راہِ عشق می یابم
ہیچ حال از ایں راہ رو نمی تابم

شعبِ ابوطالب

قریش نے یہ بات سُنی تو وہ غمزدہ وملول خاطر ہو گئے اور دین اسلام کو قوّت وعزّت حاصل ہوئی جبکہ انہیں ایّام میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے اور ان سے بھی مسلمانوں کو قوّت و امداد حاصل ہوئی، مگر جب کافروں نے دیکھا کہ مسلمان رفتہ رفتہ طاقتور ہو رہے ہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کام رونق پذیر ہو رہا ہے تو ان کے بغض وحسد میں اضافہ ہو گیا، یہاں تک کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہلاک کر دینے کا مصمّم ارادہ کر لیا،

چنانچہ اُنہوں نے اس سلسلہ میں حضرت ابوطالب سے بہت زیادہ جھگڑا کیا اور اُنہیں مقاتلے اور محاربے کی وارننگ دے دی۔

حضرت ابوطالب نے تمام بنی ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور اُنہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت پر متفق کیا،

چنانچہ سوائے ابولہب کے تمام بنو ہاشم نے اس امر پر اتفاق کر لیا خواہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کر لیا تھا یا ابھی حلقہ بگوشِ اسلام نہیں ہوئے تھے۔

دو ساتھی الگ ہو گئے

چونکہ بنو ہاشم قبیلہ کے لوگ پوری قوم قریش کے ساتھ نہیں لڑ سکتے تھے اس لئے گھروں کو چھوڑ کر درہ کوہ میں آ گئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاسبانی اور محافظت پر کمر بستہ ہو گئے جبکہ کفارِ مکہ نے آپس میں یہ عہد کر لیا کہ ان لوگوں کے ساتھ میل جول شادی بیاہ اور بول چال بند کر کے مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے،

چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور بنو ہاشم کے ساتھ خرید و فروخت بھی بند کر دی،

علاوہ ازیں بنو ہاشم کا کوئی شخص اگر شعب سے باہر آتا تو اس سے زد وکوب کرتے اور ایذا دیتے یہاں تک کہ حج کے دنوں میں باہر آنے پر بھی بد بخت کافر انہیں نہ چھوڑتے اور کسی کو ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کرنے دیتے،،

بنو ہاشم کو شعب میں شدائد و ابتلاء کا مقابلہ کرتے ہوئے تین سال کا عرصہ گذر گیا تو ان لوگوں پر اضطراری کیفیت طاری ہو گئی راتوں کو شعب میں بچوں اور ضعیفوں کے گریہ و بکا کا یہ عالم ہو گیا کہ مکے والوں کی نیندیں حرام ہو گئیں۔

تین سال بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنو ہاشم کو شعب سے خلاصی

نصیب فرمائی اور شعب سے باہر آنے کے آٹھ ماہ اور اکیس دن بعد حضرت ابوطالب علیہ السلام کا انتقال پُرملال ہوگیا،

چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی جدائی سے انتہائی غمزدہ اور ملول ومحزون ہوگئے جناب ابوطالبؑ کے وصال کے تین روز یا ایک ماہ پانچ روز بعد اُم المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا بھی وصال مبارک ہوگیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا آخری وقت

روایات میں آتا ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی رحلت کے وقت حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے حُجرۂ پاک میں تشریف لائے تو جناب خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کی خدمت میں شدتِ مرض کی شکایت پیش کی خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آگئے آپ نے اشکبار آنکھوں سے اُن کے لئے دُعائے خیر کرتے ہوئے فرمایا اے خدیجہ! جنّت آپ کی زیارت کی مشتاق ہے۔

حضرت خدیجہ نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے موت کا فکر نہیں میں تو آپ کی صُحبت سے مفارقت کی وجہ سے روتی اور حسرت زدہ ہوں۔

زمرگ بیم ندارم ولے از آں ترسم
کہ من بمیرم و تو جانِ دیگراں باشی

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی بیٹیوں کی طرف سے آسودۂ خاطر ہوں اور اُن میں سے ہر ایک کا سامان بنا ہوا ہے مگر میری بیٹی فاطمہ کی شادی ابھی باقی ہے اس کی کفالت آپ کو خود فرمانا ہے اور اس کام کو کسی دوسرے پر نہ چھوڑنا،

سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی آہ وزاری

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو وہاں پر بلا لیا اور اُن کا سر مبارک اپنی آغوشِ رحمت میں لے کر فرمایا !

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے مگر جب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی والدہ مکرمہ کو بے ہوشی کی حالت میں دیکھا تو فریاد کرتی ہوئیں اپنی ماں سے لپٹ گئیں اور اپنا چہرہ اقدس اُن کے چہرۂ انور سے ملنے لگیں اور اُن کی جدائی میں اِس طرح زار زار رونے لگیں کہ نہ کسی شخص نے کبھی اِس طرح سے نالہ وفریاد اور آہ وزاری کی ہوگی اور نہ ہی اس جہان درد وغم میں کسی نے سوزِ ہجراں سے بے خود ہو کر اس طرح کا نعرۂ غم والم لگایا ہوگا۔

جب دوستوں کی جدائی صبر کی بنیادوں کو گرا دیتی ہے تو پیچھے رہ جانے والوں کے دن سیاہ اور تاریک ہو جاتے ہیں،،

روز مارا ساخت چوں شب تیرہ آں ماہ از فراق

چند سوزیم از فراق آہ از ق آہ از فراق

آگہت از ماہ تا ماہی کہ ہر شب می رود
آب چشم تا بما ہی آہ تا ماہ از فراق

آرزوئے خدیجہ

کتاب مبکیات میں امام وقار رحمۃ اللہ علیہ سے مذکور ہے کہ جب خدیجہ خاتُون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کی،

یا رسول اللہ! کچھ دیر میرے سامنے تشریف رکھیں تا کہ میں آپ کے دیدار کے ذوق سے توشہ آخرت تیار کرلوں اور زبانِ نیاز سے آخری الوداعی باتیں عرض کرلوں،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے سامنے بیٹھ گئے تو جناب خدیجہ نے عرض کی،

یارسول اللہ! میں نے اپنی زندگی آپ کی خدمتِ اقدس میں بسر کی ہے اور اب قاصدِ اجل آنے والا ہے اور میں جارہی ہوں۔

میں التماس کرتی ہوں کہ قیامت میں مجھے اپنے ساتھ رکھنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں میری بات کرتے ہوئے میری بخشش کی درخواست کرنا اور اس مشکل وقت میں میری سفارش وشفاعت فرمانا،

علاوہ ازیں اگر میری طرف سے آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی

ہوگئی ہو تو مجھے معاف فرما دینا۔

نیز یہ کہ میری فاطمہ چھوٹی ہے اور بغیر ماں کے رہ جائے گی اس پر دستِ رافت اور نگاہِ شفقت رکھنا اس کے ساتھ ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے عرض کی،

یارسول اللہ! میں ایک بہت بڑی بات کہنا چاہتی ہوں مگر آپ کے سامنے عرض کرنے کی ہمّت نہیں رکھتی میں وہ بات فاطمہ کو بتا دیتی ہوں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دے گی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے ہوئے اُن کے سرہانے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور جنابِ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اندر آ کر اپنی والدہ محترمہ کے سامنے بیٹھ گئیں،

حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے اُنہیں فرمایا! بیٹی اپنے والدِ گرامی کی خدمت میں عرض کر کہ میری ماں کی خواہش ہے کہ آپ اپنی چادر مُبارک جو نزولِ وحی کے وقت زیبِ بدن فرمایا کرتے ہیں میرے کفن کے لئے عطا فرما دیں تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُس کی برکت سے مجھ پر رحمت فرمائے،،

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی والدہ مکرّمہ کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔

حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روتے ہوئے جنابِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو چادر مبارک عطا فرمادی اور فرمایا ! بیٹی چادر اپنی ماں کو دکھادو تا کہ وہ خوش ہو جائے۔

پیغامِ خداوندی

اِسی اثناء میں حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے آپ اپنی چادر مبارک سنبھال لیں،

خدیجہ نے اپنا سب کچھ ہمارے راستے پر فدا کر دیا ہے اِس لئے اِس کا کفن ہمارے ذمّہ ہے ہم اِسے اپنے کرم کی پوشاک عطا کریں گے اور اِس کے لئے جنّت سے پاکیزہ تر کفن بھیجتے ہیں،

اگر یہ روایت صحت کو پہنچتی ہے تو جنّت کا کفن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خصوصیتوں میں سے ہوگا اور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنابِ خدیجۃ الکبریٰ کی رحلت پر شدید غمزدہ اور ملول خاطر تھے،

جان در عنا بماند کہ آرام دل نماند
دل از الم بسوخت کہ مطلوب جاں برفت
اکنوں چہ حاصل از قفس تنگ روزگار
کاں طوطیٔ شکر شکن از بوستاں برفت

قُریشِ مکّہ کی شدّت

روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے رحلت فرما جانے کے بعد قریش مکہ نے سرکشی کے ہاتھ دشمنی کی آستینوں سے باہر نکال لئے اور وہ جفا جو وہ کر سکتے تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روا رکھتے اور اُن کی یہ مہم اِس حد تک پہنچ گئی کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے نکل کر طائف میں تشریف لے گئے وہاں پر طائف کے بے وقوفوں نے آپ کو شدید تکلیفیں پہنچائیں تو آپ دوبارہ مکہ معظّمہ میں تشریف لے آئے،،

الغرض! اعلیٰ ترین بادشاہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظّمہ میں دس سال تک گم کردہ راہ لوگوں کی جفائیں اور ایذیتیں برداشت کیں یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم آ گیا کہ آپ مدینہ منوّرہ کی طرف متوجہ ہو جائیں،،

خاندانِ نبوّت کا پہلا شہید

جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہودی آپ کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے منافقین مکر وحیلہ کی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے اور مشرکین اہل اسلام کے ساتھ محاربہ ومقاتلہ کے لئے میدانِ کارزار میں آ گئے،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنفسِ نفیس جس پہلی جنگ میں شرکت فرمائی وہ غزوہ بدر ہے اِس غزوہ میں آپ کے اہلِ بیت سے آپ کے چچازاد حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا، جناب عبیدہ بن حارث کو عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے شیخ اطہاجرین کہتے تھے،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہت زیادہ محبّت کرتے تھے اور یہ وہ پہلے شخص ہیں جن کے لئے آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے لوا باندھا،

اُن کی شہادت کا واقعہ اِس طرح ہے کہ جب دونوں لشکروں نے چاہِ بدر پر صف آرا ہو کر اپنا اپنا علم بلند کیا تو کافروں کے جنگجو افراد کی تعداد نو صد پچاس تھی اور اُن کے پاس ایک صد گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے نیز یہ کہ کافروں کی کثیر تعداد مسلح تھی جبکہ لشکر اسلام کی تعداد تین سو پچاس افراد پر مشتمل تھی اور اِن میں سے اکثر لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں تھے، بلکہ اِس پورے لشکر کے پاس ستر اونٹ دو گھوڑے چھ زرہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو کر آمنے سامنے آئیں تو کافروں سے تین جنگجو عتبہ بن ربیعہ اُس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ میدانِ کارزار میں نکلے اور اُنہوں نے مبارز طلبی کی، اُن کے مقابلہ میں تین انصاری جوان میدان میں آئے تو عتبہ وغیرہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟

اُنہوں نے کہا! ہم انصار ہیں عتبہ وغیرہ۔ نے کہا! ہمیں تم سے کچھ کام نہیں ہم اپنے چچوں کے بیٹوں کو طلب کرتے ہیں اور اِن میں سے ایک نے کہا اُے محمد ہمارے مقابلے کے لئے ہمارے کُفو کے لوگ بھیجیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا اے عبیدہ، اے حمزہ، اُے علی آپ لوگ میدان میں جائیں بحکمِ مصطفےٰ یہ تینوں بہادر اور مردِ میدان میدانِ کارزار میں کافروں کے مقابلے میں آ گئے،

حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی عمر کے تھے لہٰذا کافروں کے بڑی عمر والے عتبہ کے مقابل آ گئے،

حضرت حمزہ درمیانی عمر کے تھے آپ شیبہ کے سامنے آ گئے،

حضرت علی نوخیز نوجوان تھے آپ ولید بن عتبہ کے سامنے آ گئے جو کہ نوخیز نوجوان تھا مقابلہ ہوا تو حمزہ رضی تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے اپنے حریفوں کو قتل کر دیا جبکہ حضرت عبیدہ اور عتبہ نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا عتبہ کا وار حضرت عبیدہ کی پنڈلی پر ہوا تھا جس سے پنڈلی کی ہڈی کٹ گئی اور مغز باہر آ گیا اور حضرت عبیدہ گر پڑے،

حضرت حمزہ اور حضرت علی نے یہ صورت حال دیکھی تو عتبہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو اُٹھا کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آ گئے، اِن کی پنڈلی کی ہڈی کا مغز باہر بہہ رہا

تھا اور وہ بے ہوش ہو گئے تھے،

جب اُنہیں ہوش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھتے ہی عرض کی یا رسول اللہ کیا میں شہید نہیں ہوں؟

آپ نے فرمایا! آپ شہید ہیں اور اِس سعادت کے سردفتر ہیں۔

حضرت عبیدہ نے کہا! آج اگر ابو طالبؓ زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ میں اِس دعوے کا مستحق ہوں جو اُنہوں نے اپنی نظم میں کہا تھا کہ!

ونسلمه حتیٰ نصرع حوله

وندهل عن آبائنا و اطلابل

اِس شعر کا مضمون یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی اور حفاظت کے لئے تمام مصیبتوں کو برداشت کریں گے یہاں تک کہ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو فراموش کر کے اِن کے گرداگرد ہلاک ہو جائیں گے یعنی آپ پر اپنے تمام گھر والوں کو قربان کر دیں گے،،

غزوۂ اُحد

روایت میں آیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس بات کی تصدیق فرماتے ہوئے ان کے لئے دعا خیر فرمائی،

چنانچہ حضرت عبیدہ بن حارث بدر سے واپسی پر مقام روحا پر

دارالقرار کی طرف انتقال فرما گئے "رضوان اللہ علیہ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت میں سے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں جو غزوۂ اُحد میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے،

غزوۂ اُحد کا اجمالی قصہ یہ ہے کہ جنگ بدر کے بعد مشرکینِ مکّہ مسلمانوں کی دشمنی پر کمربستہ ہو گئے چنانچہ بدر میں ان کے جو سردار مارے گئے تھے ان کا بدلہ لینے کے لئے اُنہوں نے تین ہزار افراد جن میں سات سو زرہ پوش تھے جمع کئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے،

اس لشکر کے ساتھ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ تھے یہ لشکر وادیٔ اُحد میں فروکش ہو گیا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے سات سو مجاہدین السلام کے ساتھ تشریف لے آئے۔

نافرمانی کی سزا

قفا اور مدینہ کے سامنے اُحد کی بائیں طرف کوہِ عینین واقع ہے کہ عینین میں ایک درّہ ہے جہاں سے دشمن لشکرِ اسلام پر حملہ آور ہو سکتا تھا،

چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے دستہ کے ساتھ اس درّہ کی

حفاظت کے لئے مقرر کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ تم لوگ اس درّہ پر پوری طرح نگاہ رکھو تا کہ مشرکین میں سے کوئی شخص بھی اِس طرف سے حملہ آور نہ ہو سکے یہاں تک کہ تمہیں اِس جگہ سے جنبش بھی نہیں کرنا ہے خواہ ہمیں کافروں پر غلبہ حاصل ہو جائے اور خواہ کافر ہم پر غالب آجائیں۔

بعد ازاں دونوں لشکر آمنے سامنے آگئے تو قریش کے پرچم بردار طلحہ بن ابی طلحہ نے میدان میں آکر مبارز طلبی کی اس کے مقابلہ میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم گئے اور اس کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی جو اس کی کھوپڑی چیرتی ہوئی مغز تک جا پہنچی اور وہ اُسی وقت ہلاک ہو گیا،

اِس کے بعد اُس کا بھائی میدان میں آیا تو اُسے حضرت حمزہ کی تلوار نے واصلِ جہنّم کر دیا یہاں تک کہ قریشِ مکہ کا ہر پرچم پردار قتل ہو گیا اور ان کا پرچم نگوں سار ہو گیا مسلمانوں نے اُن پر عام حملہ کر کے اُنہیں میدان چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔

جب درّہ عینین کے نگہبانوں نے کافروں کو فرار ہوتے اور مسلمانوں کو غنیمت جمع کرتے دیکھا تو اس جگہ کو چھوڑ کر لشکر گاہ کی طرف بھاگ نکلے اس محافظ دستہ کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اُنہیں روکنے کی انتہائی کوشش کر ڈالی اور انہیں سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی نہ کریں مگر ان لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا چنانچہ اس مقام پر حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ چند افراد باقی رہ گئے۔

کافروں نے جب اس درّہ کو خالی دیکھا تو اُس طرف رُخ کرلیا اور حملہ آور ہو کر حضرت عبداللہ بن جبیر کو مع ان کے چند ساتھیوں کے شہید کر دیا اور لشکرِ اسلام کے عقب سے اُن کی صفوں میں دَر آئے اور صفوں کو اُلٹ پلٹ دیا،

چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ سے مسلمانوں کی جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہوگئی، کافروں کے جو لوگ فرار ہو چکے تھے اُنہوں نے بھی معرکہ کارزار کی طرف رُخ کرلیا اور مسلمانوں کو گھیر میں لے لیا۔

ان حالات میں مسلمانوں کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ایک حصہ ہزیمت اُٹھا کر مدینہ منورہ کی طرف بھاگ نکلا یہاں تک کہ شہر میں آ گیا۔

ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا اور اس نے کسی بھی طرح آپ سے الگ ہونا گوارا نہ کیا جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ایک حصہ میدانِ کارزار میں جان و پریشان پھر رہا تھا جن میں سے کچھ لوگ تو مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے اور کچھ لوگ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے

"روضۃ الاحباب" میں روایت آئی ہے کہ اُحد کے دن جب مسلمان ہزیمت سے دوچار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلے چھوڑ دیا آپ نے خشمناک نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو اپنے پہلو مبارک میں کھڑے دیکھا آپ نے فرمایا اے علی تم نے دوسروں کے ساتھ الحاق کیوں نہیں کیا؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے آپ کی اقتدا کی ہے مقتدی اپنے مقتدا کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہے۔

جاں دُہد عاشق واز کوچۂ جاناں نرود
بلبلِ سوختہ ہرگز ز گلستاں نرود
صفتِ عاشقِ صادق بحقیقت آں ست
کہ گرش سر برو داز سرِ پیماں نرود

اسی اثناء میں اچانک کافروں کا ایک گروہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھا تو آپ نے فرمایا اے علی! اس گروہ سے میری حفاظت کر،

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم اُسی وقت اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے اور اُن پر ہلاکت اور تباہی مسلّط کر دی اور اُن میں سے بعض کو الگ

الگ کر دیا اور بعض کو قتل کر دیا،

بعد ازاں کافروں کا ایک اور دستہ آگے بڑھا تو نبی نے ولی کو اشارہ کیا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اسے بھی آپ سے دور کر دیا۔

لَافتیٰ اِلّا علیؑ

اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ علی نے اس وقت کمال بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! یقیناً علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

جبریل نے کہا! میں آپ دونوں میں سے ہوں۔

اسی حال میں ہاتف غیبی کی یہ آواز سنائی دی۔

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اتباعِ رسول کا صدقہ ہے

دُرج الدُّرِ فی میلاد سیّد البشر مؤلفہ سید اصیل الدین عبد اللہ بن عبدالرحمٰن حسینی میں اس مقام پر بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بلا شک وریب اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

سُلطان اولیاء حضرت مرتضیٰ علیہ السلام کو اس دولتِ عظمیٰ کا اکتساب اور اِس سعادتِ کبریٰ کا ادراک اور اِس مرتبۂ بلند کی رفعت اور اِس انتہائی مقصد کا عروج افضلِ اصفیاء واسطۂ انتما اکملِ اتقیا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدائے کاملہ کے صدقہ سے ہے۔

جیسا کہ ناظم نے کہا ولقد اجاد فیما افاد

آں کو بسر مرتبۂ لافتیٰ رسید
اُز دولتِ متابعتِ مُصطفےٰ رسید
آں پر دِلے کے بر سرِ اعدا بذوالفقار
ہمچوں کلیم بود کہ با اژدہا رسید
با مہرِ اُو زِتفرقہ ہا دِل خلاص یافت
زرگشت کارِ قلب چو با کیمیا رسید

روایات میں آیا ہے کہ کافروں میں سے ابنِ شہاب، ابنِ قمیہ، ابنِ حمید اور عتبہ بن ابی وقاص چار افراد نے ایک دوسرے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کرنے کا معاہدہ کر رکھا تھا،

چنانچہ جب اشرار غالب اور ابرار مغلوب ہوئے تو یہ چاروں ایک گوشے سے نکل کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑھے اُس وقت آپ گنتی کے چند افراد کے ساتھ کھڑے تھے۔

چنانچہ ان سنگدلوں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے دشمنی کی آستین

سے دستِ جرأت نکالا اور اُس معدنِ جواہر رسالت وجلالت پر سنگباری شروع کردی اُن میں سے ایک پتھر حرمِ صدق وصفا کی طرف متوجہ ہونے والے دلوں کی محراب اور آئینۂ نور جبینِ اقدس پر آکر لگا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور اُس کعبۂ حلم ووفا کے طاقِ ابرو دلجو بھی زخمی ہو گئے، زخموں سے خون کا دھارا بہنے لگا اور آپ کی ریش مبارک رنگین ہو گئی،

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون سے تر ڈاڑھی مبارک اور چہرۂ انور کو اپنی چادر مبارک سے صاف کیا اور خون کا ہر قطرہ اپنی ردائے اقدس میں سمیٹ لیا تاکہ یہ خون مقدس زمین پر نہ گرنے پائے اور اگر اس سے ایک قطرہ بھی گر جاتا تو اہلِ زمین پر آسمان سے عذاب نازل ہو جاتا۔

ابنِ شہاب کا چلایا ہوا پتھر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازو مبارک پر لگا جس سے آپ کا بازو مبارک زخمی ہو گیا ابنِ ابی وقاص نے لب ودندان مبارک پر پتھر مارا جس سے آپ کے ہونٹ مبارک پھٹ گئے،

بے شک اس خارستانِ حسد کے بینوا نے کینے کے پتھروں سے جوئبارِ قدس کے سرسبز وشاداب نخل کو زخمی کر دیا، قیامت کے دن اُس کے عمل کی شاخ دوزخیوں کی خوراک شجر زقوم یعنی تھوہڑ کے پھل سے بار آور ہوگی۔

آں سخت دِل کہ سنگِ جفا بر لبت فگند
جز خار، خار از آں رطبش نیست حاصلے

اِس پتھر کی ضرب سے آپ کے چار زیریں دندان مبارک زخمی ہو گئے اور اُن میں سے ایک گوہرِ شب چراغ جس کی آتشِ محبت سے چاند کے سینے میں داغ ہے دُرجِ یاقوت* سے باہر آ گیا۔

اس مردود پتھر کی بے حیائی تختہ زمین پر کہیں شمار نہ تھی مگر اُس نے اِس گروہ کو توڑنے کے لئے صحیح راستہ پایا۔

داشت از دُرہا دہانش دُرج پر
دندراں در جست درسی و دو دُر
بود عقدِ صحیح لیک در آں
کسرے افگند سنگ بد گہراں

گویا اس خشک دماغ پتھر کو اپنے دماغ کا سودا اور دیوانگی دور کرنے کے لئے مفرح درکار تھا جو اس نے کوشش تمام کے ساتھ اُس دُرِّ شاہوار کو توڑ کر یاقوت رمانی یعنی سُرخ انار حاصل کر لیا۔

☆ اکثر طور پر یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ غزوہ احد میں پتھر سے مضروب ہو کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دُرِّ دندان مبارک ٹوٹ گئے تھے حالانکہ محققین کے نزدیک درست نہیں بلکہ حقیقت الامر میں آپ کے دندان مبارک شدید زخمی ہوئے تھے اور اکھڑ کر باہر نہیں آئے تھے واللہ اعلم ورسولہ اعلم (مترجم)

کے شدے آں سنگ مفرخ گرائے
گر نشدے در شکن و لعل سائے

یا وہ سخت دل سیاہ چہرہ پتھر یہ چاہتا تھا کہ جب عقیقِ یمنی درخشاں ہوتا ہے تو سہیل ستارے کی روشن شعاؤں سے اُس کی تابانی رنگین روشنی ظاہر کرتی ہے۔

بود لعلش سہیل رخشندہ
سنگ را رنگِ لعل بخشندہ
چوں سہیلش رفیقِ سنگ آمد
سنگ در دم عقیق رنگ آمد

بہر کیف جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہو گئے تو ابنِ قمیہ نے آپ پر تلوار سے وار کیا،

آپ خود کو اِس وار سے بچاتے ہوئے ایک گڑھے میں گر گئے اور آپ کا رُخِ آفتاب اچھوں اور بُروں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا چمکتا ہوا دن احباب کی نگاہوں میں شب تاریک بن گیا اور چشم روزگار مشاہدۂ آثار چشم زخمِ اغیار سے خیرہ ہو گئی۔

نالۂ دلہا بثریا رسید
از مژہ ہا سیلِ بدریا رسید

ابنِ قمیہ کو جب یقین ہو گیا کہ شرع یقین کا آفتاب غروبِ فنا کا

لباس پہن چکا ہے اور اَوجِ کمال کا چاند فوت وزوال کے مغرب میں غروب ہو گیا ہے تو اُس نے اپنی قوم کو خوشخبری دیتے ہوئے کہا میں نے محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کا کام تمام کر دیا ہے اور میرا دل اِس مہم کو سر کر لینے سے آراستہ ہو گیا ہے، شیطان نے اُس کی اِس بات کو اُچک لیا اور ندا دی کہ محمد قتل ہو گئے ہیں،

شیطان کی یہ آواز مدینہ منورہ میں پہنچی تو تمام دوست اور دشمن ایک لحظہ میں اِس خبر سے آگاہ ہو گئے چنانچہ مشرکین اِس خبر سے خوش ہو کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے جبکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر بعد اِس گڑھے سے نکلے اور ایک غار میں چلے گئے اور وہاں پر چند صحابہ بھی پہنچ گئے،،

خاندانِ نبوّت کے دوسرے شہید

اِس غزوہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا اور یہ رزقون فرحین کے چمنستانِ درخشاں میں پہنچ گئے،

اُن کی شہادت کا واقعہ اِس طرح ہے کہ مکہ کے ایک بڑے باپ کا بیٹا جبیر بن مطعم جو کہ عرب کے سرداروں میں سے تھا اُس کے پاس وحشی نامی ایک حبشی غلام تھا جو بہادر اور جنگجو تھا اور برچھے کے ساتھ جنگ کرتا تھا،،

جب لشکرِ قریش نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تو جبیر نے وحشی کو بلا

کر کہا! اے غلام تو جانتا ہے کہ مسلمانوں نے بدر میں میرے چچا طمہ بن عدی کو کس قدر ذلت وخواری کے ساتھ قتل کیا تھا اور میرا صرف ایک چچا تھا جبکہ محمد کے دو چچا عباس اور حمزہ ہیں،

عباس تو مکہ ہی میں ہیں اور حمزہ مدینے میں ہیں اگر تو حمزہ کو قتل کر دے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا اور اِس قدر مال دوں گا کہ تو خوش ہو جائے چنانچہ وحشی نے اِس کام کو پورا کرنے کا وعدہ اُس کے ساتھ کر لیا،،

علاوہ ازیں ابوسفیان کی بیوی ہندہ جو کہ قبائل عرب میں اپنے حُسن وجمال کی وجہ سے مشہور تھی اُس کا باپ عتبہ بدر کے دن ہلاکت کے کنوئیں میں گر گیا تھا اُس نے بھی وحشی کو بلا کر کہا ! اگر تو محمد کو میرے باپ کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دے تو میں باقاعدہ طور پر تیری پرورش اور کفالت کروں گی،،

اِس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ عتبہ بن حارث بن عامر کی بیٹی نے بھی وحشی سے کہا تھا کہ میرے باپ کو مُسلمانوں نے بدر میں قتل کر دیا تھا اور تو قریش کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے جا رہا ہے،

میں اپنے باپ کے بدلہ میں محمد، علی اور حمزہ تین افراد میں سے کسی ایک کے قتل کی خواہاں ہوں اگر تو اِن تینوں میں سے کسی ایک کو قتل کر دے تو میں تجھے خوشیاں اور آزادی بہم پہنچاؤں گی،،

وحشی نے کہا! میں محمد کے قتل پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ اُن کے اصحاب اُن کی حفاظت کے لئے اُن کے پاس جمع رہتے ہیں اور حمزہ کے بارے میں ربّ کعبہ کی قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر وہ مجھے خواب میں بھی نظر آ جائیں تو میں اُن کی ہیبت وسطوت سے بیدار ہونے کی جرأت نہیں کر سکوں گا، البتہ علی نوخیز جوان ہیں اور جنگوں میں کم حصہ لینے کی وجہ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہیں اس لئے ان پر شائد میں اپنا حربہ استعمال کر سکوں،

پس وحشی سے آزادی کی خوشی، ہندہ کے وعدے اور بنتِ حارث کی کفالت کے خیال سے ان تینوں برگزیدہ شخصیات میں سے کسی ایک کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور غزوہ اُحد میں جب حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملے کی غرض سے نکلا تو آپ کو ہر جگہ پر سرفروش مہاجرین اور جاں باز انصار میں گھرا ہوا پایا،

آپ کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ وہ میدان لافتیٰ کا بہادر لڑاکا اور ایوانِ ہَل اتیٰ کا سپاہی تمام تر جنگی مہارتوں سے واقفیت رکھتا ہے اور اپنے اطراف و جوانب سے پوری طرح باخبر ہے، چنانچہ آپ کے اندازِ حرب سے وحشی نے اندازہ کر لیا کہ میں اِن پر بھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا،،

حضرت علی کی طرف سے مایوس ہو کر واپسی پر وحشی نے حضرت حمزہ کی صرف توجہ دی تو دیکھا کہ جنابِ حمزہ شیرِ مست کی طرح لوگوں میں در

آتے ہیں اور قریش کی صفوں کو درہم برہم کئے جا رہے ہیں،،

روایت آئی ہے کہ غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں شمشیریں لے رکھی تھیں اور میدانِ کارزار میں جو چیز بھی اُن کے سامنے آتی اُسے کاٹ کر رکھا دیتے اور آپ کے سطوت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اگر سام نریمان زندہ ہوتا تو آپ کی شجاعت کو دیکھ کر آپ کے پاؤں میں گر پڑتا اور اگر رُستمِ دستان یعنی زال کا بیٹا رستم آپ کی مضبوطی اور درست ضربوں کو دیکھتا تو آپ کی پاپوش چوم لیتا۔

سالہا لعب نماید فلک چوگاں قدر
تا چناں شہسوارے سوئے میداں آرد
از رہ چستی و چالاکی اگر قصد کند
بدمے گوئے فلک در خمِ چوگاں آرد

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح لڑائی کر رہے تھے کہ اتفاقاً آپ سباع بن عبدالعزیٰ کے سر پر پہنچ گئے اور ایک ہی وار میں اسے جہنم رسید کر دیا اور رجز خوان بہادروں کو للکارا مگر کوئی شخص بھی کفارِ قریش سے سامنے نہ آیا،،

جنابِ حمزہ غضبناک ہو کر کافروں کی صفوں میں گھس گئے اور شمشیر آبدار کے جوہر دکھاتے ہوئے اُن سب کو منتشر کر دیا۔

جنابِ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت اِس قدر غصے میں بھرے

ہوئے تھے کہ آپ کو اپنی حفاظت اور گردوپیش کے حملوں کی بھی کچھ پرواہ نہ تھی جبکہ وحشی اپنی کمین گاہ میں موقع کی تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک جناب حمزہ گھوڑے پر سوار اُس کے سامنے آگئے،،

ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت پا پیادہ جنگ کرتے ہوئے واپس آئے تو آپ کا پاؤں ایک لاش سے اُلجھ گیا جس سے آپ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور پُشت کے بل زمین پر گر گئے جس سے آپ کا شکم مبارک ننگا ہو گیا۔

اسی اثناء میں وحشی نے اپنی کمین گاہ سے برچھا تول کر آپ کی طرف پھینکا جو آپ کے جسم سے آر پار ہو گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ دیکھنے کے لئے اُٹھے کہ اُن پر کس نے وار کیا ہے مگر زخم اِس قدر کاری اور مہلک تھا کہ آپ وحشی کی کمین گاہ کی طرف بڑھنے کی بجائے لڑکھڑا کر منہ کے بل زمین پر گر گئے، پھر سیّد الشہداء جناب حمزہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور اُن کی جان عالمِ بالا کی طرف چلی گئی،،

انا للہ وانا الیہ راجعون

وحشی اور ہندہ

جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دینے کے بعد وحشی اِس انتظار میں بیٹھا رہا کہ کب لوگ وہاں سے دُور جاتے ہیں، چنانچہ لوگ دور

ہٹ گئے تو وہ اپنا حربہ لے کر آیا اور حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ باہر نکالا اور ہندہ کے پاس آ گیا اور کہا کہ تیرے باپ کے قاتل حمزہ کا کلیجہ ہے،

ہندہ نے جناب حمزہ کا کلیجہ منہ میں ڈال کر دانتوں سے چبایا اور پھر زمین پر پھینک دیا،

بعد ازاں اُس نے وحشی کو اپنے گلے کا ہار، بازو بند اور پازیب وغیرہ تمام زیور دیتے ہوئے کہا کہ میں مکے میں جا کر تمہیں دس ہزار دینار سرخ مزید بھی دوں گی،،

پھر اُس نے کہا! مجھے وہاں پر لے چل جہاں تو نے حمزہ کو شہید کیا ہے، چنانچہ وحشی اُسے حضرت حمزہ کی قتل گاہ لایا تو ہندہ نے چھری نکال کر آپ کے کان ناک اور دیگر کئی اعضاء کاٹ لئے اور اُن کا ہار پرو کر گلے میں ڈال لیا اور آپ کا مثلہ کر کے خاک و خون میں ڈال دیا،،

در خاک و خون فتادہ رہا کے بود حتے
کو در غزا بدشمنِ دیں کار زار کرد
جانہا فدائے عمِّ محمدؐ کہ در اُحد
جاں را برائے دینِ الٰہی نثار کرد

شیطان کی آواز کے مدینے میں اثرات

روایات میں آیا ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے قتل ہو جانے کی آواز مدینہ منورہ میں پہنچی تو ایک بھی قرشیہ اور ہاشمیہ خاتون ایسی نہ تھی جو گریہ کناں نہ ہوئی ہو، جبکہ پردہ نشینانِ حُجراتِ طہارت اُحد کی طرف روانہ ہو گئیں،

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے حجرۂ مبارک کے دروازہ میں کھڑی تھیں کہ اُحد میں شکست کھا کر آنے والا ایک شخص وہاں سے گذرا آپ نے چاہا کہ اُس سے اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھیں مگر حیا مانع ہو گیا،

اِسی اثناء میں محلے کے ایک شخص نے اُس ہزیمت خُوردہ سے پُوچھا کیا خبر ہے،

اُس نے کہا ! کیا پُوچھتا ہے،

احوال دروں خانہ گفتن نتواں
خُون بردر آستانہ می بیں مپرس

سیّدہ فاطمہ کی حالت زار

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے یہ بات سُنی تو آپ کے سینے مبارک سے دھواں اُٹھ کر دماغ تک پہنچ گیا اور آپ کی آنکھوں سے سیلِ اشک جاری وساری ہو گیا، آپ کو دور دراز کے اندیشوں نے گھیر لیا،

اِسی اثناء میں اچانک ایک دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا اور اُس نے کہا!

اے مسلمانو خدا تمہیں صبر دے تمہارے پیغمبر شہید ہو گئے،،

جناب سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے یہ خبر سُنی تو آپ بے ہوش ہو گئیں وہاں پر موجود خواتین نے آپ کے چہرہ مُبارک پر پانی کے چھینٹے دیئے یہاں تک کہ آپ کو ہوش آیا تو فریاد کرتے ہوئے کہا ! ہائے ابا جان ہائے میری محبت کے مرکز، پھر آپ نے چادرِ عصمت میں خود کو چھپایا اور بابِ مدینہ سے باہر تشریف لے آئیں،

وہاں پر اُمّ المومنین جنابِ عائشہ صدیقہ، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنتِ عبد المطلب اور حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے ملاقات ہوگئی اور یہ سب خواتین اُحد کی طرف روانہ ہو گئیں،،

راوی کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ایسی آہ ماری کہ اُحد کا کوئی شخص اُس کی سماعت کی تاب نہ رکھتا تھا اور ایسا نالہ کیا کہ کوئی شخص اُس کے سننے کی طاقت نہ رکھتا تھا،،

ایں چہ آہ اُست کہ تا اَوجِ ثُرّیا برود
کوہ اگر بشنود ایں نالہ اُم از جا برود

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا دو قدم چلتیں اور گر پڑتیں آپ میں نہ چلنے کی قوت تھی اور نہ ٹھہرنے کی طاقت،،

ایک ذیبانی عورت

اچانک وہاں پر بنی ذیبان کی ایک خاتون وہاں پر پہنچی اور اُس نے کہا! اُے بنت خیر البشر آپ کہاں تشریف لے جارہی ہیں ؟

آپ نے فرمایا! میں اپنے والدِ محترم کے پاس جانا چاہتی ہوں مگر چلنے کی قوت نہیں رکھتی،،

اُس عورت نے کہا! اے سیدۃ النساء آپ اِس جگہ تشریف رکھیں میں جا کر اُحد سے آپ کے لئے خبر لاتی ہوں کیونکہ آپ کے والدِ محترم نے آپ کو اِس حال میں دیکھا تو برداشت نہیں کر سکیں گے۔

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا دیوار کے سائے میں ٹھہر گئیں مگر آپ کے دل بے قرار کو قرار نہیں تھا، اور آپ پر اِس قدر غم و آلام کی حالت طاری تھی کہ جانِ عزیز فراق کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئی تھی۔

آں را کہ غمے چوں غم من نیست چہ داند
کردستِ غمش دل بچہ شان میگذارند

پس حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا ! اے بی بی جب تو میرے والدِ گرامی جمال جہاں آراء کو دیکھے تو اُن کے حضور میں میرا سلام و نیاز عرض کرنا اور میرے جس حال کا تو مشاہدہ کر رہی ہے لمحات فرصت میں آپ کو بتا دینا،،

اے آفتابِ من کہ شُدی غائب از نظر
آیا شبِ فراق ترا کے بُود سحر
اَے نورِ چشمِ عالم و چشم و چراغِ دل
بکشائے چشمِ رحمت و برحالِ من نظر
نالم چو نے زغصّہ و بادم بود بدست
سوزم چو شمع دَر غم و دُودم رَود دلبسر

وہ عورت چلی گئی اور جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے قطراتِ اشک چہرے پر بہنے لگے اور آپ نے کمالِ درد سے کہا ! اے میرے ابا جان آپ میرے لئے غربت لے آئے اور میرے جگر پر یتیمی کا داغ لگا دیا، کاش! میری والدہ خدیجہ زندہ ہوتیں تو میری بے کسی اور یتیمی کے درد کی دوا کرتیں اور میری غربت و تنہائی کے زخم پر مرہم رکھتیں،،

قاصدہ کا بے مثال ایثار

اِدھر جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا گریہ کناں تھیں اور اُدھر ذیبانیہ عورت لشکرگاہ میں پہنچ گئی اور جس کسی کو دیکھتی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھتی اس بی بی کا باپ بھائی اور بیٹا بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں لشکرِ اسلام کے ساتھ اس غزوہ میں شریک تھے،،

اتفاقاً اُس بی بی نے لشکر گاہ میں قدم رکھا تو دیکھا کہ اُس کا بھائی شہید ہو چکا ہے اور اُس جگہ خاک وخُون میں ڈُوبا پڑا ہے،

اُس بی بی نے بھائی کی طرف سے نگاہیں پھیر لیں اور اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا! میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُوئے اقدس کی زیارت نہ کرلوں اِس کی طرف دیکھنا حرام ہے وہاں سے چند قدم آگے بڑھی تو اُس نے اپنے باپ کو خاک وخُون میں غلطیدہ دیکھا جو جامِ شہادت نوش کر چکا تھا، مگر وہ وہاں بھی نہ رُکی،

کچھ آگے بڑھی تو اس نے دیکھا کہ اُس کا زخمی بیٹا موت وحیات کی کشمکش میں ہے اور اُس میں زندگی کی کچھ رمق بھی باقی ہے، اُس کے بیٹے نے اُسے دیکھ کر کہا ! امّی جان آپ کا آنا مبارک ہے مجھے آپ کو دیکھنے کی آرزو تھی کچھ دیر میرے پاس بیٹھ جائیں تاکہ میں آپ کی باتیں سُنوں اور آپ کی زیارت کروں،،

دم جان دادنست ووعدۂ دیدار می باید
اگرچہ بر تو دشوار است بارے بر من آسان کُن

اُس خاتون نے کہا! اُے ماں کے پیارے اور اے ماں کے شہید ماں تیری جدائی میں روتی ہے اور تیرے اشتیاق کی آگ میں جلی ہوئی ہے مگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کو ایک جگہ بیٹھا کر اُس کے باپ کے حال کی خبر لینے آئی ہوں میں ابھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

حالات سے بے خبر ہوں اور جنابِ فاطمہ میرا انتظار کر رہی ہیں،

بیٹے! ماں کو اِس وقت معذور جان کیونکہ میں اِس وقت تیرے پاس بیٹھنے کی قوت نہیں رکھتی، پھر اُس بی بی نے بیٹے کو بھی اُس کے حالات پر چھوڑ دیا اور اور کوہِ اُحد پر اُس مقام تک پہنچ گئی جہاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار سے باہر آ کر کھڑے تھے اور صحابہ کرام آپ کے گرداگرد صف آرا تھے۔

وہ خاتون آگے بڑھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں گر گئی اور کہا! یا رسول اللہ میرا باپ، بھائی، بیٹا، جد و قبیلہ اور تمام اقربا آپ پر قربان میں آپ کی بیٹی فاطمہ کا سلام لے کر حاضر ہوئی ہوں اور اِس کا تمام حال آپ کے گوش گذار کرنا چاہتی ہوں،،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری بیٹی اِس وقت کہاں ہے؟

اُس بی بی نے جنابِ فاطمہ سیّدۃ النساء سلام اللہ علیہا کا تمام حال بالوضاحت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا،،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا! فوراً واپس جا کر میری زندگی کی خوشخبری سُنا اور بلا تاخیر اُسے میرے پاس لے آ،

اُس خاتون نے جنابِ بتول کی خدمت میں حاضر ہو کر خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلامتی کا مژدہ سناتے ہوئے کہا! خدا کی قسم میں

نے آپ کے والد گرامی کو کھڑے دیکھا اور آپ کے سر پر پرچم اسلام سایہ فگن تھا،،

باپ بیٹی کی مُلاقات ایثار کا انعام

جنابِ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا! مجھے ابھی میرے والد گرامی کے حضور میں پہنچا دے اور مجھے خوشخبری سُنانے کا صلہ وصول کر چنانچہ وہ خاتون جنابِ سیدہ کے آگے آگے چلتی ہوئی کوہِ اُحد پر پہنچ گئی،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ فاطمہ کو دیکھا تو جلدی سے اُن کے پاس آئے اور اُنہیں آغوش میں لے لیا،

جنابِ سیدہ بہت زیادہ رو رہی تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُنہیں تسلی دیتے ہوئے خود بھی اشکبار ہو گئے۔

جنابِ سیدہ بتول علیہا السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں نے اِس عورت سے خوشخبری سنانے کے انعام کا وعدہ کر رکھا ہے؟

آپ نے اُس عورت سے پوچھا تو فاطمہ سے کس انعام کی توقع رکھتی ہے؟

اُس خاتون نے عرض کی! میں اِس بات پر نگاہ رکھتی ہوں کہ جنابِ بتول قیامت کے دن میری دستگیری فرمائیں اور مجھے فراموش نہ کریں،

جنابِ سیدہ نے اپنے والدِ گرامی کی خدمت میں عرض کی !
یارسول اللہ آپ گواہ ہو جائیں کہ میں قیامت کے دن بغیر اِس کے جنت میں نہیں جاؤں گی،

اُس عورت نے یہ مژدہ سُنا تو اُس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے اور اُس نے کہا! یارسول اللہ مجھے اجازت عطا فرمائیں تا کہ اپنے شہیدوں کو ایک نظر دیکھ لوں، حُضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جازت مرحمت فرمادی،،

رسولِ رحمت جناب حمزہ کی لاش پر

بعد ازاں آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!
میرے چچا حمزہ اِس وقت کیا کر رہے ہیں اور اُن کا کیا حال ہے ؟

آپ کا فرمان سُن کر حضرت حارث بن صمہ جنابِ حمزہ کی تلاش میں روانہ ہو گئے اُن کی واپسی میں دیر ہو گئی تو حضرت علی مرتضیٰ بھی اُن کے پیچھے چلے گئے اور جا کر دیکھا کہ حضرت حارث حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سرہانے کھڑے ہیں،

جنابِ حیدر کرّار نے جنابِ حمزہ کا حال دیکھا تو روتے ہوئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اُن کے حال کی خبر دی،،

آہ ایں چہ خبر بود کہ دل با ہمہ خون شُد

جاں باہمہ سوخت و دیدہ ہا جیحون شُد

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں سے اُٹھے اور بنفسِ نفیس اپنے بزرگ چچا حضرت حمزہ کے پاس تشریف لے گئے اور جب اُن کی لاش مبارک کو کٹا پھٹا اور مثلہ کیا ہوا دیکھا تو آپ شدید غمزدہ اور اندوہناک ہو گئے اور آپ کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہونے لگی،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبّت کرتے تھے اِس لئے کہ حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی،،

حضرت صفیہ کی آمد

اِسی اثناء میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھی اور جناب حمزہ کی ہمشیرہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب بھی میدانِ اُحد میں تشریف لے آئیں،

آپ نے اُنہیں دور سے دیکھا تو اُن کے بیٹے زبیر کو فرمایا! جا کر اپنی والدہ کو واپس کر دے تا کہ وہ یہاں آ کر اپنے بھائی کو اِس حال میں نہ دیکھے، ہو سکتا ہے وہ اِس صورتِ حال کو برداشت نہ کر سکے اور بہت زیادہ بے صبری اور ناشکیبائی کا مظاہرہ کر بیٹھے،،

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اپنی والدہ مکرمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! آپ کہاں آ گئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش ہے آپ واپس چلی جائیں،،

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب نے فرمایا! بیٹے میں سُن چکی ہوں کہ میرے بھائی حمزہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور اُن کے اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں اور میں جانتی ہوں کہ میرے بھائی نے یہ بلائیں اور مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اُٹھائی ہیں،

اور میں اُنہیں دیکھنے کے لئے آئی ہوں ہو سکتا ہے اُنہیں دیکھ لوں تو خدا مجھے بھی صبر عطا فرما دے اور میں اُس کی رضا کی دولت حاصل کر لوں،

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر اپنی والدہ کی گفتگو من وعن حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی تو آپ نے اُنہیں اجازت عطا فرما دی تا کہ بھائی کو دیکھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اُس کے لئے بخشش طلب کریں، مگر آپ کا اپنا یہ حال تھا کہ آنسوؤں کا سیلاب رُکتا ہی نہیں تھا چنانچہ آپ کے گریہ میں حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ کا رونا بھی شامل ہو گیا،،

پہلی بڑی مصیبت

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حمزہ کی لاش کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا !

"ما اصاب بمثلك ابرا"

میں نے تجھ جیسی مصیبت کبھی کسی کی نہیں دیکھی یعنی کسی شخص کی مصیبت اِس کے برابر نہیں اور یہ لازمی امر ہے کہ مصیبت میں گریہ و بکا کا ظہور ہو،،

ہنگام چنیں مصیبت اے دِل
کو نالہ و آہ و بے قراری
اے دیدہ تو اشک ہائے خونیں
اَز بہر کدام روز داری

بعد ازاں ! حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ وصفیہ سلام اللہ علیہما کو فرمایا! تمہیں بشارت ہو کر مجھے جبریل نے آکر بتایا ہے! اہلِ آسمان کے درمیان حمزہ کا نام اللہ و رسول کا شیر لکھا گیا ہے،،

شہیدوں کی نماز جنازہ

بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہدائے اُحد کی نماز جنازہ پڑھی،

چنانچہ سب سے پہلے آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی بعد ازاں ہر شہید کو وہاں لایا جاتا اور اُس پر نماز پڑھتے،،

ستّر بار نماز جنازہ

''نورالائمہ خوارزمی'' میں روایت آئی ہے کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خاندانِ اہلِ بیت کے دوسرے شہید ہیں اور امام حسین اِس خاندان کے آخری شہید ہیں،

جن کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ ان کے ساتھ ستّر افراد شہید ہوں گے اور کوئی اُن بیکسوں کی نمازِ جنازہ پڑھنے والا نہیں ہوگا،

اور خیر البشر صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے ستّر بار نماز جنازہ ادا کی ایک حضرت حمزہ کے لئے اور باقی شہداء کربلا کے لئے تاکہ اللہ جل شانہٗ اس نماز کا ثواب شہدائے کربلا کی ارواح کو پہنچائے جبکہ شہداء کرام کی شہادت کا اجر وثواب از خود حد وحساب سے باہر اور حصر وشمار سے افزوں ہے،،

روایت میں آیا کہ جب کوئی شہید زمین پر گرنے لگتا ہے تو حُور العین اُس کا سر آغوش میں لینے کے لئے اس کے سرہانے کھڑی ہوتی ہے،،

وقتِ غزا تیغ زنانِ غیوّر
جان کہ کُنند از تنِ مردانہ دُور
نے زپے جاہ زیادت کُنند
کز پے اعلائے شہادت کُنند

لاجرم آں تیغ کہ برسر خورند
شربتے از چشمۂ کوثر خورند

غریبوں پر رونے والا کوئی نہیں

راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!
حمزہ کو ایسے ہی اُن کے خونیں لباس میں دفن کیا جائے اور بعد ازاں آپ اُحد سے واپس مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے آپ نے مدینہ منورہ کے اکثر گھروں سے رونے کی آواز سنی، مگر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے رونے کی آواز نہ آئی تو آپ نے فرمایا !

اس شہر میں حمزہ پر رونے والی کوئی عورت نہیں، یعنی وہ غریب ہیں اور غربت کے عالم میں ہونے والوں پر شفقت کرنے والے اور ان پر رونے والے کم ہوتے ہیں، غریبوں کا حال عجیب ہے اور ہر جگہ غریب کے نصیب میں درد والم ہے،،

کہتے ہیں کہ دو افراد کے لئے دو وقت حسرت کے ہوتے ہیں،
اوّل یتیم کی صبح کیونکہ جب وہ جاگتا ہے تو اُسے باپ کی صُورت نظر نہیں آتی،

اور دوسرا حسرت کا وقت غریب کی شام ہے کہ وہ جس طرف دیکھتا ہے اسے کوئی آشنا نظر نہیں آتا،،

نمازِ شام غریباں چُوں گریہ آغازم
بمو یہ ہائے غریبا نہ قصہ پردازم
بیادِ یارو دیار آں چناں بگریم زار
کہ از جہاں رہ ورسم سفر بر اندازم

حضرت حمزہ پر رونے والیاں

القصّہ جب انصار نے سُنا کہ حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِس شہر میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر رونے والے نہیں ہیں تو اُنہوں نے گھروں میں جا کر اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے جنابِ حمزہ کے گھر جا کر ان کے لئے روئیں اور بعد میں اپنے گھر آ کر اپنے شہیدوں کے لئے روئیں،

چنانچہ انصار کی تمام عورتیں نصف شب تک حضرت حمزہ کے گھر جا کر اُن پر روتی رہیں،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اچانک بیدار ہوئے تو آپ نے حضرت حمزہ کے گھر سے رونے آواز سُن کر پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟

عرض کی! انصار کی عورتیں آپ کے چچا پر روتی ہیں

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تم پر تمہاری اولاد پر اور تمہاری اولاد کی اولاد پر خوش ہو۔

آسمان کے سُرخ آنسو

اے عزیز! واقعہ کربلا پر غور کر کہ حضرتِ امام حسین علیہ السلام اُن کی اولاد اور اُن کے ساتھی غریبُ الدّیار تھے اور اُس صحرا میں کوئی اُن پر رونے والا نہیں تھا لہٰذا یقیناً آسمان اُن پر روتا ہوگا،،

محی ائمہ امام بغوی،، حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے معالم التنزیل میں روایت نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسین علیہ السلام شہید کئے گئے تو آسمان رو پڑا اور آسمان کا یہ گریہ اُس کے کناروں کی شفق بن گیا،،

ثعلبی نے محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے پہلے آسمان پر شفق کی سرخی ظاہر نہ ہوتی تھی اور یہ سُرخی بعد از شہادتِ حسین ظہور میں آئی ہے۔

ایں سُرخیِ شفق کہ بریں چرخ بیوفاست
ہر شام عکسِ خُونِ شہیدانِ کربلاست

خُون حسین کے اثرات

"شواہد النبوّت" میں روایت آئی ہے کہ جناب معمر اور زہری رحمہما اللہ عبد الملک بن مروان کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اُن سے عبد الملک کے بیٹے ولید نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ امام حسین علیہ السلام

کے قتل کے روز بیت المقدس کے پتھروں کا کیا حال تھا؟

جنابِ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں کوئی پتھر ایسا نہ تھا جس کے نیچے اُس روز تازہ خون نہ پایا گیا ہو،،

اور دوسرے کی روایت ہے کہ جب حضرت امامِ حسین شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہماری ہر چیز خون ہو گئی اور چند روز تک آسمان ہمیں ایسے نظر آتا رہا جیسے خون میں ڈوبا ہوا ہو،،

فرشتوں کی اِمداد مسترد کر دی

عیون الرضا میں ریان بن شبیب سے روایت بیان کی گئی ہے کہ سلطان وامام علی بن موسیٰ علیہ رضا علیہ التحیۃ والسلام نے اسے فرمایا،

اُے بن شبیب! جب میرے جدِ امجد امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا تو آسمان نے خون برسایا اور اس کے کناروں سے سرخ مٹی زمین کی طرف پہنچی،

اُے ابن شبیب! بے شک آسمان سے چار ہزار فرشتے ان کی امداد کے لئے زمین پر آئے مگر انہوں نے فرشتوں کو اجازت نہ دی تو وہ فرشتے ان کے روضۂ اقدس اور مزارِ اطہر پر قیام پذیر ہو گئے اور قیامت تک پریشان زلفوں اور گرد آلود چہروں کے ساتھ اُن پر روتے رہیں گے۔

اندریں ماتم ملائک دم بدم بگریستہ
جن و اِنس علوی و سِفلی زغم بگریستہ
کرسی اَز جا رفتہ و سِدرہ دَر اُفتادہ زپائے
عرش نالہ گشتہ ولَوح و قلم بگریستہ
مہرِ عالمتاب باسوزِ جگر نالیدہ زار
پیر گردو ہر زماں باپشتہ خم بگریستہ
زیں عزا بہر رضائے خواجہ رکن و مقام
نالہ کردہ زمزم و بیت الحرام بگریستہ
حُور عین بہر رضائے فاطمہ دَر باغِ خُلد
بر شہید بادیہ با صد الم بگریستہ

خاندانِ مصطفےٰ کے تیسرے شہید

خاندان اہل بیت کے تیسرے شہید حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں،

حضرت جعفر مسلمانوں کو پہلی ہجرت کے موقعہ پر صحابہ کرام کو ساتھ لے کر حبش میں گئے تھے اور حبش کا بادشاہ نجاشی آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہوا تھا، آپ فتح خیبر کے روز حبشہ سے واپس تشریف لائے اور خیبر میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی،

آپ نے انتہائی شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا! ہم فیصلہ نہیں کر پاتے کہ ہمیں فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی آپ حضرت جعفر سے بہت زیادہ محبّت فرماتے تھے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کو فرمایا تم خُلق وخَلق میں ہمارے ساتھ مشابہ ہو اور یہ اُن کی شان میں انتہائی شرف ہے،،

روایات میں آتا ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرجیل غسانی کی طرف ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے،

لشکرِ اسلام شام کے علاقہ میں بلقا کے قریب موتہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں پر شرجیل غسانی پیادہ اور سواروں پر مشتمل ایک لاکھ سے بھی زیادہ سپاہیوں کا لشکر لے کر مقابلہ میں آ گیا جبکہ لشکرِ اسلام تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا اور باوجود اسکے پاکیزہ فطرت اور راسخ العقیدہ مجاہدینِ اسلام کو دشمنوں کی کثرت کی کچھ پرواہ نہیں تھی،

چنانچہ اُنہوں نے دستِ اِعتصام دامنِ توکّل میں اِستوار کیا ثباتِ قدم کو وقار کی رکاب میں ڈالا اور عنانِ اختیار مشیّتِ پروردگار کے سپرد کر دی۔

در دستِ ما چُو نیست عنانِ ارادتے
بگذاشتیم تا کرم اُو چہ می کند

پرچمِ اسلام کی حفاظت

بہر کیف! مجاہدینِ اسلام مردانہ وار میدانِ کارزار میں کافروں کے مقابلہ میں آگئے دورانِ جنگ پرچم بردارِ اسلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے،

پرچمِ اسلام کو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تھام لیا اور پا پیادہ ہو کر گھوڑے کو پے کر دیا اسلام میں یہ پہلا گھوڑا ہے جسے پے کیا گیا،

حضرت جعفر پوری شجاعت اور بہادری کے ساتھ جنگ کر رہے تھے کہ کسی نے آپ کے دائیں ہاتھ پر تلوار ماری جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا،

آپ نے اسلام کا علم بائیں ہاتھ میں تھام لیا جب بایاں بھی کٹ گیا تو آپ نے علم کو کٹے ہوئے بازوؤں میں تھام لیا اور ایک رُومی شخص نے آپ کو مزید زخمی کر دیا تو آپ زمین پر گر پڑے۔

دو پروں والے

اخبارِ صحاح میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ جلّ شانہٗ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اہلِ موتہ کے انکشافِ احوال کے لئے زمین کے حجاب

رفع کر دیئے تا کہ آپ وہاں کے حالاتِ حرب سے لوگوں کو آگاہ کریں،

چنانچہ آپ نے فرمایا! زید بن حارث نے علم اُٹھایا اور جامِ شہادت نوش کر لیا پھر جعفر بن ابی طالب نے پرچمِ اسلام اُٹھایا تو وہ بھی مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گیا اُس سے ابنِ رواحہ نے علم لیا تو وہ بھی شہید ہو گیا آپ یہ بات ارشاد فرما کر رونے لگے اور آپ کا چہرۂ اقدس آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

پھر فرمایا! جعفر بہشت میں پہنچا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسے کٹے ہوئے بازوؤں کے صلہ میں یاقوتِ سرخ کے دو پر عطا فرما دیئے تا کہ جہاں اس کا جی چاہے اُڑ کر چلا جائے۔

جنّت میں پرواز

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے روایت ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! ہم نے جعفر کو جنّت میں فرشتوں کی طرح پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔

جعفر طیار کی وجہ تسمیہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو جنّت میں طائرانِ جنّت کی طرح اُڑتے ہوا دیکھا، اسی وجہ سے اُنہیں جعفر طیار کہا جاتا ہے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے شعر میں فرمایا ہے۔

وجعفر الذی یضحیٰ ویمسیٰ

یطیر مع الملائکۃ ابن امی

یعنی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرشتوں کے ساتھ

صبح شام پرواز کرتے ہیں اور وہ میری ماں کے بیٹے

ہیں۔

یعنی قصوں میں آیا ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس جنگ میں سامنے کی طرف پچاس زخم آئے تھے نیز دورانِ جنگ میں کافروں نے آپ کی جس سطوت و ہیبت کا مشاہدہ کیا تھا اس کے پیش نظر اُنہیں ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ کی لاش کے قریب جا کر اُن کا سر کاٹ لیں چنانچہ وہ لوگ جمع ہو کر آپ کی لاش کے پاس گئے اور دُور سے اُن کے جسم کو نیزے میں پرو کر اُٹھا لیا۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منوّرہ میں منبر پر بیٹھے ہوئے اس تمام حال کا مشاہدہ کر رہے تھے،

جب کافروں نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم اطہر نیزے میں پرو کر اُوپر اُٹھایا تو آپ نے جانب فلک رُخ اقدس اُٹھا کر کہا الٰہی میرے چچا کے بیٹے کو رسوا نہ کرنا،

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جعفر کو اسی وقت دو پر عطا کر دیئے یہاں تک کہ آپ کافروں کے نیزہ کی نوک سے پرواز کرتے ہوئے بہشت

بریں میں پہنچ گئے اسی وجہ سے آپ کو طیار کہتے ہیں اور صحابہ کرام جب بھی اُن کے بیٹے کو سلام کرتے تو کہتے! السلام علیك یا ابن ذو الجنا حین یعنی اے دو پروں والے کے بیٹے تجھ پر سلام ہو۔

غم جعفر طیار میں اشکباری

منقول ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حال کا مشاہدہ کیا تو ان کے گھر جا کر ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا جعفر کے بچے کہاں ہیں اُنہیں میرے پاس لے آ،

حضرت اسماء نے بچوں کو پیش کیا تو آپ نے اُنہیں گود میں لے کر چوما اور پیار کیا پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے حضرت اسماء نے عرض کی یا رسول اللہ آپ تو جعفر کے بیٹوں سے اِس طرح پیار کرتے ہیں جس طرح یتیموں کو نوازا جاتا ہے اور آپ نے ان سے وہ معاملہ کیا ہے جو باپ کا سایہ اُٹھ جانے والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے کیا جعفر کی کوئی خبر آئی ہے؟

آپ نے فرمایا! ہاں جعفر شہید ہو گئے ہیں۔

حضرت اُسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ سُنا تو بے خود ہو کر فریاد و فُغاں کرنے لگیں،

اُن کی آواز سن کر وہاں پر عورتیں جمع ہو گئیں اور سب نے مل کر رونا

شروع کر دیا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور صبر کی تلقین فرمائی۔

اگر کوئی روئے

روایت میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چشمِ تر سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے آئے اور دیکھا کہ جناب فاطمہ روتی ہوئی فریاد کر رہی ہیں،

ہائے چچا جان حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اگر رونا ہے تو رو مگر اس طرح جس طرح جعفر پر رویا گیا تھا۔

حیران شدہ ام کہ در غمت چوں گریم
از ابرِ بہار بارے افزوں گریم
گردیدہ زبہر دیگراں گرید آب
بہر تو مَن خستہ جگر خوں گریم

عبداللہ بن جعفر کے لئے دعا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میرے باپ کی تعزیت کے لئے تشریف لانا مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ نے اس وقت میرے اور

میرے بھائی کے سر پر ہاتھ رکھ کر ہمیں بوسہ دیا تھا اور آپ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا جس سے آپ کی ریش مبارک بھیگ گئی تھی اور آپ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی،

الٰہی! جعفر کو بہتر اجر عطا فرما اور اس کی اولاد میں سے کسی ایک کو اس کا بہترین خلیفہ بنا،

اس واقعہ کے تیسرے دن بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے بیٹوں کو نوازتے ہوئے انہیں گود میں لے کر پیار کیا،

بعد ازاں! حجام کو بلا کر اُن کے سروں کے بال اُتروائے اور فرمایا محمد بن جعفر میرے چچا ابو طالب کی شبیہہ ہے اور عون بن جعفر صورت و سیرت میں اپنے باپ سے مشابہ ہے اور عبداللہ بن جعفر کو دعائے خیر میں مقدم رکھا۔

میں ان کا مددگار ہوں

روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر کے بچوں کی والدہ اُن کی یتیمی اور بیکسی پر رو رہی تھیں، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا کیا تو جعفر کے بیٹوں کے سلسلہ میں خوفزدہ اور پریشان ہے حالانکہ ان کے دُنیا و آخرت کے امور میں ہیں ان کا دوست و مددگار اور متولی ہوں،،

حضرت جعفر کے سات بیٹے تھے اِن میں سب سے چھوٹے عون

اور محمد تھے جو اپنے چچازاد بھائی حضرت امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے چنانچہ اِن کے حالات کا تذکرہ اِس کے بعد درد و غم میں ڈُوبے ہوئے کربلا کے واقعہ میں کیا جائے گا،،

سُوراخ مِی شودِ دِل ماچُوں گُلِ معین
ہر جا کہ ذِکر واقعۂ کربلا رَوَد
آخر روا بوَد کہ زسنگیں دِلانِ شام
بر اہلِ بیت ایں ہمہ جَور و جفا رود

ابتلائے مصطفےٰ بیٹے کی جدائی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک آزمائش آپ کے بیٹے حضرت ابراہیم سلام اللہ علیہ کی وفات ہے،

حضرت ابراہیم ذی الحجہ ۸ھ کو مدینہ منورہ میں اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطنِ اطہر سے پیدا ہوئے، اُن کی ولادت کے وقت اُن کی والدہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آزاد کردہ کنیز حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں،

اُنہوں نے اپنے شوہر ابورافع کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ماریہ کے بطن سے بیٹا دیا ہے،

اس کے شوہر نے یہ خوش خبری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سنائی تو

آپ نے اس بشارت کے سنانے کے صلہ میں ابورافع کو بھی آزاد کر دیا اور اُسی رات کو آپ نے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔

اِسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں آ کر کہا! یا ابا ابراہیم آپ پر سلام ہو،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابراہیم کی ولادت پاک کی بے حد خوشی ہوئی اور آپ نے ان کے لئے دایہ مقرر کر دی حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک سال چھ ماہ تک زندہ رہے اور ہجرت کے دسویں سال اُن کا وصال ہو گیا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے فراق میں شدید غمزدہ اور اندوہناک ہو گئے،،

صحیح روایت کے مطابق جب آپ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابراہیم پر نزع کا عالم طاری ہے تو آپ اُن کی دایہ کے پاس تشریف لے گئے اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ کی آغوش میں تھے،

آپ نے اُن سے اپنی گود میں لے کر بیٹے کی حالت دیکھی تو آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو رواں ہو گئے،

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ روتے ہیں؟ جبکہ آپ نے میّت پر رونے سے منع فرمایا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا! اے ابن عوف ہم نے بال

نوچنے کپڑے پھاڑنے اور منہ پیٹنے سے منع کیا ہے، آنسو تو رحمت ہیں اور جو شخص رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا،

اسی وقت آپ نے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! اے ابراہیم یہ نہ ہوتا اگر موت اَمرِ حق ہے اور آخرت کا وعدہ سچا ہے اور ہم عنقریب سب سے پہلے تجھ سے ملاقات کریں گے بے شک ہم تیری موت سے بہت زیادہ غمزدہ ہیں،

اس وقت آپ نے مزید فرمایا! آنکھ تیرے فراق میں روتی ہے اور دل تیرے غم میں اندوہناک ہے مگر ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے اور اے ابراہیم بے شک ہم تیرے فراق میں محزون و غمزدہ ہیں۔

العین تدمع را القلب یحزن ولا نقول الا ما
یرضیٰ ربنا و انا بفرتك یا ابراهیم لمحزو فون

اور کیسے کوئی شخص اپنے جگر گوشہ کے فراق میں غمزدہ نہیں ہوگا جب کہ بیٹا اپنے والدین کا جُزو ہے اور اگر جزو کٹے گا تو کُل کو بہر حال تکلیف پہنچے گی۔

دل ز پیوند کساں برداشتن آساں نہ بود
لیک از پیوند جان خود بریدن مشکل است

نواسے پر بیٹا فدا کر دیا

"شواہد النبوۃ" اور سیرت کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو دائیں زانو پر اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بائیں زانو پر بٹھا رکھا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر آپ کی خدمت میں عرض کی!

اے اللہ! کے حبیب اللہ تعالیٰ نے اِن دونوں کو آپ کے لئے جمع نہیں کیا اور اِن دونوں میں سے ایک کو واپس لے لے گا آپ کو اختیار ہے جسے چاہیں اُسے اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں لے جائے،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اگر حُسین کا انتقال ہو گیا تو میری جان بھی جلے گی،

علی کا دل بھی ملول ہو گا اور فاطمہ کا جگر بھی زخمی ہو گا، اور اس کے بھائی حسن کو بھی غم واندوہ پہنچے گا اور اگر ابراہیم خدا کے پاس جاتا ہے تو اس کا زیادہ غم والم میری جان پر ہو گا اور میں ان کے غم پر اپنا غم اختیار کرتا ہوں،

چنانچہ اِس واقعہ کے تین دن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کو داغِ مفارقت دے گئے،،

بعد ازاں حضرت امام حسین علیہ السلام جب کبھی آپ کے پاس آتے آپ اُنہیں چوم کر فرماتے اُس شخص کے لئے مرحبا جس پر میں نے

اپنے بیٹے ابراہیم کو فدا کیا ہے پس ایسے شخص کے ساتھ کسی کا برا سلوک کرنا کس طرح جائز ہوگا،،

''کنز الغرائب'' میں آیا ہے کہ ایک روز حضرت امام حسین علیہ السلام حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے اور گھر جانا چاہتے تھے کہ بارش آئی، آپ نے امام حسین کی طرف دیکھا اور انہیں غمزدہ دیکھ کر فرمایا اے میری جان تو کیوں ملول خاطر ہے،

امام حسین نے عرض کی! نانا جان میرا دل امی جان اور بھائی کی طرف کھینچ رہا ہے میں اُنہیں دیکھنا چاہتا ہوں اور بارش مجھے جانے نہیں دیتی؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی تو اسی وقت بارش رُک گئی اور حسین گھر کو چلے گئے،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جگر گوشہ کے لئے بارش کے قطرے برداشت نہیں کرتے تو اس کے نازک جسم پر زہر آلود تیروں کی بارش کس طرح برداشت کر سکتے ہیں،،

گُل برگ سینۂ اَزوے آسیب خارِ تیز
مانندِ حبیب غُنچہ شُدہ چاک اے دریغ

از خاک سرِو نازبر آید کشیدہ قد
سروِ قدش فروشدہ درخاک اے دریغ

دیدند غرقِ خوں رُخِ اُورا ملائکہ
گفتند در صوامعِ افلاک اے دریغ

ہائے افسوس و درد کہ یہ درد و غم تا قیامِ قیامت درمندانِ حُسین میں باقی رہے گا ہر سال جب عاشورہ کا چاند آئے گا حسین کے عزاداروں کے درد پر درد بڑھتا رہے گا،

حق سُبحانہٗ وتعالیٰ غم دوستاں کو آخرت کی خوشی گردانتا ہے یہاں تک کہ امام عالی مقام حضرت امام حسین کی روحِ مقدس اور تمام شہداء ہم پر خوش ہو جائیں،،

یا ربّ نظرِ لُطف عطا کُن مارا
داریم دلِ خستہ دوا کُن مارا
ہر چند گُنہگارو پریشاں حالیم
دُر کارِ شہیدِ کربلا کُن مارا

باب سوم

حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک

منزل ہے مقام نہیں

دُنیا کے عاقلوں کے نفیس طبائع اور بزرگ انسانوں کے مصفا ضمائر پر یہ بات روشن اور واضح ہے کہ انسانوں کی زندگی مستعار اور اِن کی اساسِ عمر انتہائی ناپائیدار ہے،

راتیں اور دن عقبیٰ کے طویل سفر کے مسافروں کی منزلیں ہیں،

مہینے اور سال زندگی کے صحرائے خونیں سے گذرنے والوں کے کوچ کرنے کے مقامات ہیں،

آبادیٔ عالم کے میدان میں جشنے کی بنیاد دھوکا اور سراب ہے،

آسمانِ نیلگوں کی حدود محدود منزلِ وداع ہے،

زمانے کی بساط بسیط فریب گاہِ فنا ہے آرام گاہِ بقا نہیں،

غرور فریب دینے والا ہے منزل نہیں،

خُوشی پل کو پار کر لینے میں ہے نظارۂ محلات میں نہیں،

مقامِ خوف فرار کی جگہ ہے قرار کرنے کی نہیں،

ہلاکت گھات لگانے کی جگہ میں سے کھلی جگہ میں ٹھہرنے سے نہیں،

پاکیزگیاں اِس جگہ سے گذرنے کے مرحلے اور نیکیاں اِس مقام سے سفر کی منزلیں ہیں،،

کُنجِ اَماں نیست درایں خاکداں
مغزو فانیست دریں اُستخواں
آنچہ درایں مائدہ خرگہی ست
کاسہ آلودہ ودست تہی ست
ہرکہ درو دید ہائش بدوخت
دانکہ ازو گفت زبانش بسوخت

پُھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ہیں

اے عزیز! اِس جہان کا پھول کانٹے کا ساتھی ہے اس کا انگور خمار کے قریب ہے اس کی خوشی رنج سے پیوستہ ہے اس کا عیش طیش سے بندھا ہوا ہے اس کی راحت زحمت کے ساتھ اور اس کی محبّت مصیبت کے ساتھ ایک گھر میں رہتی ہیں،

اس کی قُربت کا کاشانہ کرب کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کی مسرّت مضرت کے ساتھ آتی ہے اس کی مہربانی کے پیالے ساتھ قہر کا نیش ہوتا ہے، اس کے تریاق کا اثر زہر کے ضرر میں ملوث ہوتا ہے،

اس کا وفاق نفاق کے ہمراہ تحریر ہے اس کا اتفاق فراق کے ساتھ ہے اس کی عشرت عسرت کے بغیر وجود نہیں پاتی اور اِس کی فرحت بغیر اندوہ وغم کے وقوع پذیر نہیں ہوتی،،

جہاں راہر گُلے بَرنوکِ خاریست
خزانے اَزپئے ہر نَو بہار یست
وِصالِ غُنچہ خارِ جفانیست
چَراغِ لالہ بے بادِ فنانیست
جہاں گر رنجِ دَارد مار با اُوست
و گر خرما نماید خار با اُوست
گراز وَے لُطف جوئی قہریابی
و گر تریاق خواہی زہر یابی
نہ سَروے درچمن بنیم نہ شمشاد
کہ آں از آرۂ دہراست آزاد

چمن میں کون سا سیدھا سرو اونچا ہوا ہے جس کی چوٹی اور شاخوں کو موت کے آرے سے چیر کو زمین ہلاکت میں نہیں ڈالا گیا اور کون سی سرسبز شاخ ہے جس نے گُلشنِ حیات میں نشو ونما پائی اور اسے موت کے شیشے نے جڑ سے کاٹ نہ دیا۔

کدا میں سَرورَ اداد اُو بلندی
کہ بازش خم نکرداز درد مندی

جس کسی نے بھی دروازۂ عدم سے صحرائے وجود میں قدم رکھا یقیناً اسے فنا کے راستے باہر جانا پڑا اور جس کسی نے کشورِ حیات کے ساتھ اُمیدوں

اور آرزوؤں کا سامان کھینچا اُسے یقیناً جان کی بے بدل متاع موت کے محصولئے کے حوالے کرنا پڑی،،

آں کیست کہ دِل نہاد و فارغ بنشست
پنداشت کے مُہلتے و تاخیر سے ہست
گو میخ مزن کہ خیمہ مِی باید کند
گو بار منہ کہ رخت میباید بست

ہر صبح بارگاہِ قضا کے منادی تمام مخلوق کی صدائیں اہلِ عالم کے کانوں تک پہنچاتے ہیں،

ہر صبح دم بارگاہِ قدر کی طرف بُلانے والے صدائے مصیبت و اِبتلاء اور ہر رزق دیئے جانے والے کے مرنے کی خبر اہلِ جہان کی سماعت تک پہنچاتے ہیں،

یعنی ہر پیدا ہونے والا عنقریب مرجائے گا اور ہر روزی کھانے والا تھوڑے وقت تک فوت وفنا کی سمت چلا جائے گا،،

پس اے زمانہ کے سونے والو! جاگ جاؤ کہ موت تُمہاری گھات میں ہے،

اے مستانِ شبانہ! ہوشیار ہو جاؤ کہ پروردگارِ عالمین کی طرف جانا ہے، اے ایامِ زندگانی کی خوشی پر مغرور ہونے والو اپنے کانوں میں یہ بات ڈال لو کہ ہر کمال کے عقب میں زوال ہے،

اور اے حصولِ اُمید و آرزوؤں کی مسرتوں میں سرشار رہنے والو
اپنے جسم کو ہوش میں لاؤ کہ موت کا زمانہ زندگی کے دنوں کے پیچھے ہے،،

کہ می نہد قدم اندر سوائے کون و فساد
کہ باز رُوئے براہِ عدم نمی آرد

کوئی گھر ایسا نہیں دیکھا گیا جس میں موت کا دھواں آنے کا
سوراخ نہ ہو۔

کوئی قصر و ایوان ایسا نہیں سُنا گیا جس کے کنگروں کو قہرِ اجل نے
زمین بوس نہ کر دیا ہو،،

کوئی مجلس مُلاقات ایسی نہیں جس پر "لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ" کی
آواز نہ پکاری گئی ہو،،

کیا تو نے کوئی دوست دیکھا ہے جسے "هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ"
کی آواز نہ پہنچائی گئی ہو؟

قریب و بعید کے چہرے پر "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ" کی تحریر مرقوم ہے،،
تمام اسفل و اعلیٰ کے سروں کی مانگ میں "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ"
کی افشاں چُنی ہوئی ہے،،

ہر ایک موت کا بوجھ کھینچتا ہے اور سب کو شربتِ فنا پینا ہے،،

خاقان ہو یا امیر،
سلطان ہو یا وزیر،

منشی ہو یا دبیر،

غنی ہو یا فقیر،

صغیر ہو یا کبیر،

جوان ہو یا پیر، سب کے سب بلائے اجل کے قبضہ میں ہیں،،

عاقِل و غافِل،

ناقِص و کامل،

قائم و قاعِد،

ہابط و صاعد،

خفتہ و بیدار،

مست و ہشیار،

قوی و ضعیف کمینہ و شریف موحد و ملحد،

مقر و جاحد فاسق و زاہد اور کامل و جاہل ہر ایک موت کی مصیبت کے پنجہ میں جکڑا ہوا ہے،،

دَر با گارہِ حشر چہ سُلطاں چہ بے نوا

بر آستانِ مرگ چہ درباں چہ پادشا

اگر یہاں رہنا ہوتا

اِس جہانِ فنا میں اگر کسی کے لئے حیاتِ ابدی اور بقائے سرمدی

میسّر و مقصود ہوتی تو یہ قیمتی لباس انبیاء و مرسلین علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی قامتِ استقامت پر سجا ہوتا کیونکہ یہ سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں،،

اگر اِس جہانِ میں اجل نے کسی شخص کو مہلت دے کر اس کے لئے بابِ بقا کھولا ہوتا تو یہ سید الانبیاء سند الاصفیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہوتا کیونکہ آپ کی لا اِنتہا بزرگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمانِ لطف وکرم سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں "وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کے فرمان کا مہر شدہ زیور پہنا رکھا ہے اگر یہ امر لازم نہ ہوتا تو آپ جامِ اجل نہ پیتے اور نہ ہی لباس ممات پہنتے حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اس عالی ہمّت اُمّت کی تسکین وتسلی کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیفۂ حیات پر موت تحریر کردی اور فرمایا۔

"اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس فریب کار دُنیا میں گمانِ بقا دُور کرنے کے لئے آپ کے مبارک کانوں میں "وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ" کا خطاب مستطاب پہنچا دیا،،

ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لئے بھی مرتبۂ ہمشگی مقرر نہیں کیا یعنی انبیاء واذکیا اصفیاء واَولیاء اور اِن کے علاوہ جو لوگ بھی آپ سے پہلے اس دنیا میں تھے ان سب کو ہم نے شربتِ مرگ چکھایا اور انہیں قل یتو فیکم ملك الموت افان مت فھم الخادون کی آواز سنائی،،

اے انسان اگر تو مر جائے گا تو یہ جو دوسرے لوگ ہیں کیا یہ باقی رہ جائیں گے نہیں نہیں ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے،،

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

گیرو قرار در رحمِ خاک عاقبت
ہر نُطفہ ای کہ آمدہ از صُلب آدم است
کاخِ فلک پُر است زدِ کر گزشتگاں
لیکن کسے کہ گوش کند ایں صدا کم ست

موت کے غم کا علاج

اگر مصیبت کے مارے ہوئے اور بلاؤں میں گھرے ہوئے لوگ حضور سیّد المرسلین خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال وارتحال کے واقعہ ہائلہ اور حادثہ نازلہ پر غور کر لیں تو دولتِ صبر ورضا ان کے پُر درد دلوں اور غمناک روح کے قریب آجائے، تسکین وتسلی ان کی رفیق بن جائے اور مرگ وفنا کا اندیشہ وخوف ان پر آسان ہو جائے،،

ولو كان انسان يدوم بقاوه
لما مات خير المرسلين محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اندیشہ زمرگِ مُصطفےٰ باید کرد
شادی وطرب جُملہ رہا باید کرد

چُوں بسید و کون جاوید نماند
مارا طمع خام چرا باید کرد

ذکر وصالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اے عزیز! جس طرح ایام عاشورا غم انجام اور محلِّ ماتم وُبکا ہیں ایسے ہی اگر حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال وارتحال مبارک کی طرف دو تین کلمات زبانِ قلم سے صحیفۂ بیان پر رقم ہو جائیں تو بعید نہیں ہوگا،،

روایت میں آیا ہے کہ ہجرت کے دسویں سال آپ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا تو عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

اس روز ہم نے آپ پر آپ کے دین کو مکمل کر دیا اور آپ پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دیا،،

﴿سورۃ المائدہ آیت ۳﴾

اِس آیت کریمہ کے نزول سے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مشامِ جان میں گلشنِ دارالوصال کی طرف منتقل ہونے کی خوشبو پہنچ گئی کیونکہ جس چیز پر خطِ کمال کشیدہ ہے آفتِ زوال اِس کے پیچھے ہے،،

چوں آفتاب بنصف النہار یافت کمال
مقرر است کہ رُوی نہد بصوبِ زوال

کیا گواہی دو گے

روایت ہے کہ آپ نے اپنے خُطبے میں ارشاد فرمایا! ہم سے اپنے مناسک سیکھ لو ممکن ہے آئندہ سال ہم تمہیں نہ دیکھیں۔

نیز یہ بھی منقول ہے کہ عرفہ کے روز آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہو گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارے درمیان کیسے زندگی بسر کی تو تم کیا جواب دو گے؟

صحابہ کرام نے عرض کی! ہم کہیں گے آپ نے حقِ رسالت و امانت ادا کر دیا تھا اور شرطِ ارشاد و نصیحت پوری کر دی تھی،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھائی اور پھر زمین کی طرف کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی خدایا تو اس بات پر گواہ ہو جا،،

مومنوں کی جانوں کے مالک

ادائے حج کے بعد آپ نے واپسی فرمائی اور جحفہ کے نواح میں مقامِ غدیرِ خم پر نزول اجلال فرما کر اول وقت میں ظہر کی نماز ادا فرمائی

بعدازاں صحابہ کی طرف چہرۂ انور کر کے فرمایا،،

الست او لی بالمومنین من انفسھم

کیا میں مومنوں کی جانوں کا ان سے زیادہ حق دار نہیں ہوں۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہماری جانوں کے زیادہ مالک ہیں،،

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

" من کنت مو لا ہ فھذا علی مو لا ہ"

یعنی جس کے ہم مولا ہیں اس کا یہ علی مولا ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے آپ نے فرمایا! میرا مولا اللہ تعالیٰ ہے اور میں تمام مومنوں کا مولا ہوں،

اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ اپنے میں لے کر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے حق میں یہ پانچ دعائیں کیں،،

اللّٰھم و ال من والاہ

الٰہی علی کے دوستوں سے دوستی رکھ۔

وعاد من عاداہ علی کے دشمنوں سے دشمنی رکھ۔

وانصر من نصرہ علی کے ناصر کی نصرت فرما۔

واخذ ل من خذ له علی کو رسوا کرنے والوں کو ذلیل کر

و الحق معه حیث کان علی جہاں کہیں بھی ہو حق کو اس کے ساتھ رکھ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشادِ مصطفےٰ سُنا تو اٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا دستِ اقدس تھام لیا اور کہا! اے ابنِ ابی طالب آپ کو مبارک ہو کے آپ نے تمام مومنین و مومنات کے مولا بن کر صبح کی ہے،،

اِس مقام پر موقعہ کی مناسبت سے روضۃ الاحباب شریف سے تین شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

رُواز برائے سردیں خویش تاجسے ساز
زخاکِ پائے جوانمرد وال من والاہ
زدِل عداوتِ اُو دُوردار تانخوری
زتیغ لفظِ نبی عاد من عاداہ
گواہ پاکے اصلت ولائے شاہی داں
کہ بر کمال معانیش ھل اتیٰ است گواہ

دُرج الدُرر میں اِس حدیث کو نقل کرتے وقت بیان کیا گیا ہے کہ اِس معتبر خبر کے مطابق معلوم ہو جاتا ہے کہ مہرِ سپہر لافتیٰ یعنی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت ایمان میں پورا پورا دخل رکھتی ہے، نیز اُن سے اور

العیاذ باللہ اُن کی اولاد سے بغض انسان کو ہلاک ہونے والوں کے سلسلہ میں داخل کر دیتا ہے،،

ہر کراہست باعلی کینہ
در سخن حاجت درازی نیست
نیست درد ستش آستینِ پدر
دامن مادرش نمازی نیست

کیا سلوک کرتے ہو؟

اور اِس موقع کی ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے مقام غدیر خم پر صحابہ کرام کو فرمایا گویا مجھے عالمِ بقا کی طرف پکارا گیا ہے، اور میں نے اِسے قبول کر لیا ہے جان لو کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم امر چھوڑ رہا ہوں جن میں ایک دوسرے سے بڑا ہے اور وہ قُرآن اور میرے اہلِ بیت ہیں اب مجھے دیکھنا ہے کہ میرے بعد تم اِن کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو اور ان کے حقوق کو کس طرح بجالاتے ہو اور یہ دونوں امر ایک دوسرے سے کبھی الگ نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوضِ کوثر کے کنارے پر دونوں اکٹھے ہی مجھ سے ملاقات کریں گے،،

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت کے ساتھ حوضِ کوثر کا وعدہ فرما رکھا ہے اور اِس اُمت کے بعض

بے غیرتوں نے اُن کے جگر گوشوں کو شربتِ زہر اور ضربتِ قہر سے بھوکے پیاسے شہید کر دیا،،

اَے بجائے تو مَن وفا کردہ
تو مکافاتِ آں جفا کردہ
بودہ بیگانہ و تُرا با حق
بہ نصیحت مَن آشنا کردہ
مَن تُرا چُوں بحشر تشنہ شوی
وَعدۂ شربتِ صفا کردہ
دَر مکافاتِ تو حسین مرا
بجمِ آبِ جلا! کردہ
آں حسینے کہ جبریل اُورا
ہر کُجا دیدہ مَرحبا کردہ
فاطمہ از برائے تر بیستش
صَد سَحر گاہ ربنّا کردہ

محبوبِ مصطفےٰ حسین

''خوارزمی کی مقتل نور الائمہ'' میں روایت آئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے بچپن کے زمانہ میں ایک روز گلی کے بچوں کے ساتھ

مدینہ منورہ میں کھیل رہے تھے، حضور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گوشہ سے تشریف لائے اور حسین علیہ السلام کو گود میں لینے کے لئے آگے بڑھے،،

امام حسین علیہ السلام نے آپ کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں پکڑنے کے لئے دائیں بائیں سے گھیرنا شروع کر دیا اور فرمایا! اے حسین تو مجھ سے کیوں بھاگتا ہے؟

امام حسین نے عرض کی نانا جان میں آپ سے نہیں بھاگ رہا بلکہ آپ کا اشتیاق بڑھا رہا ہوں جیسا کہ معشوق اپنے چاہنے والے سے گریز و پرہیز نہیں کرتا بلکہ اس کے شوقِ طلب کو تیز کرتا ہے،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو پکڑ کر آغوش میں لے لیا اور دعا کی اللّٰھم انی ناحبہ واحب من یحبہ الٰہی! میں حسین کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اے محبوب رکھ اور اُس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھتا ہے،،

اسی اثناء عالمِ غیب سے پیغام آیا اے حبیب تیرے اِس جگر گوشے کو کربلا کے گرم توے پر بھون ڈالوں گا اور اِس ریحانِ گلشنِ نبوّت سے پانی واپس لے لیا جائے گا کیونکہ ہماری بارگاہ میں تشنہ لبوں کو مقامِ محبوبیّت حاصل ہوتا ہے، اور ہمارے راستے میں خُون آلود چہرے کی خواہش کی جاتی ہے ہمارے مقرّبین محبّوں کے کٹے ہوئے سروں کی قسم کھاتے ہیں یقیناً حسین اِس

کا باپ علی اور اِس کا بھائی حسن شہادت حاصل کر کے ہمارے دربار میں آئیں گے، علی ضرب سے شہید ہوگا، حسن زہر پی کر شہید ہوگا اور حسین دورانِ جنگ شہید ہوگا،،

آں یکے را ضربتِ تیغِ بلا بر فرق ہنر
واں دگر را شربتِ زہر عناد رکامِ دِل
دیگرے باحلقِ تشنہ خورد تیغِ آبدار
خاکِ دشتِ کربلا از خون پاکش گشتہ گل

آپ تو بخشے ہوئے ہیں

روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایّام منیٰ میں سُورۃ کریمہ ''اذا جاء نصر اللہ'' نازل ہوئی تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا اے بھائی گویا مجھے خبردار کیا گیا ہے کہ میں اس دُنیا سے جانے والا ہوں،،

جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ!

''وَلَلْاٰ خِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُ وْلٰی''

بے شک آپ کے لئے دارِ فنا سے دارِ بقا بہتر ہے۔

اس سُورۃ کے نزول کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمور آخرت کے لئے مزید جدوجہد شروع فرمادی اور

"سبحانك اللّٰھم اغفر لی انك انت تواب الرحیم"

کا وظیفہ بار بار پڑھتے لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا بات ہے آپ ان کلمات کی بہت زیادہ تکرار کرتے ہیں؟

حضور سالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ ہمیں عالمِ بقا کی طرف بلایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ رونے لگے۔

صحابہ کرام نے عرض کی! اے سید و سرور آپ موت کی وجہ سے روتے ہیں حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ازل تا ابد بخشا ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا تنگی قبر، تاریکی لحد، احوالِ آخرت اور ہولِ نزع اِن سب سے گذرنا پڑتا ہے، قطعی امر ہے کہ یہ جملے آپ نے سوال کرنے والوں کے لئے بطور ارشاد و انتباہ فرمائے ہیں ورنہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن تمام خطرات سے سلامتی اور امن میں ہیں،،

منقول ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ فتح اور آیت کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی کے مضمون کے پیشِ نظر اِس عالمِ ثبات و سریع الزوال سے اپنی رحلت مبارک کا اندازہ فرمالیا،

رَبّ الارباب کے شوقِ مُلاقات کا آفتاب شعائیں بکھیرنے لگا،

اصلی وطن اور خیر المآب کی طرف مراجعت کا شوق دامنگیر ہو گیا اور آپ کے نفس پر "اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ" کا طلوع وقتِ وصال سے ایک ماہ پہلے ہو گیا، آپ نے خاص خاص صحابہ کرام کو اپنے بیت الشّرف میں بلایا اور اُن کی طرف دیکھ کر اشکبار ہو گئے کیونکہ اِن یاروں پر آپ کی جو انتہائی شفقت اور رحمت تھی اُس کے پیشِ نظر آپ کو خیال آ گیا کہ یہ میری جدائی کے کس طرح متحمل ہو سکیں گے اور طاقت وداع کہاں سے لائیں گے،،

وداعِ یارو دیارم چُوں بگذرد بخیال
شود منازلم اُز آبِ دیدہ مالا مال
میانِ آتشِ سوزندہ ممکن ست آرام
ولے در آتشِ ہجراں از قرار وصبر محال

صحابہ کرام کے لئے دُعائے رسول

چنانچہ آپ نے حاضرینِ مجلس کے لئے اہتمامِ دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

مرحبا بکم وحیکم اللّٰہ بالسلام جمعکم اللّٰہ
رحمکم اللّٰہ جبر کم اللّٰہ
حفظکم اللّٰہ نصر کم اللّٰہ رفحکم اللّٰہ وفقکم
اللّٰہ قبلکم اللّٰہ ھو ا کم اللّٰہ

او اکم اللہ وقا کم اللہ مسلمکم الٰہ رزقکم
اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں جمیعتِ دوام اور نعمتِ کمال عطا فرمائے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں سلامتی سے نوازے کہ یہ وسیلۂ کرامت ہے
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں جمع رکھے اور تفرقہ سے محفوظ فرمائے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر رحمت کرے اور تم پر اپنی مہربانیوں کو پائیندگی بخشے،۔

اللہ تبارک تعالیٰ تمہاری شکستگی کو مضبوطی میں تبدیل کردے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ ہر حال میں تمہاری نصرت وامداد فرمائے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے مرتبے بلند فرمائے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں شرفِ قبولیت سے مشرف فرمائے،،
اللہ تعالیٰ وتعالیٰ تمہیں راہ ہدایت پر رکھے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اپنے لطف وفضل کے گوشے میں جگہ دے اور اپنی پناہ میں رکھے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی حمایت ونگہبانی میں رکھے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ ہر معاملہ میں تمہیں سلامتی عطا فرمائے،،
اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں اپنے فضل کے خزانوں سے بے زوال رزق عطا فرمائے،،

بعدازاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تمہیں تقوے اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور تمہیں اپنے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتے ہوئے اس کے عقاب وعتاب سے ڈراتا ہوں، بے شک میں اس کی طرف سے ظاہر طور پر ڈرانے والا بن کر آیا ہوں تاکہ تم خدا کے بندوں پر تکبر وعلو کے راستے غلو و مبالغہ نہ کرو اور مبتلائے فتنہ ہو کر سرکشی نہ کرو، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں!

ہم نے سرائے آخرت یعنی باغ نعیم کو اُن لوگوں کے لئے آراستہ کیا ہے جنہوں نے نہ تو دنیا میں غُرور وتکبّر کیا اور نہ ہی طُغیان وسرکشی کی اور پسندیدہ عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے،،

صحابہ کی گذارشات

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان بابرکت کلمات سے دوستوں کو وداع کر رہے ہیں اور یہ سب باتیں سفرِ آخرت کے قریبی وقت میں کی جارہی ہیں تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ آپ کی رحلت کا کونسا وقت مقرر ہوا ہے؟

آپ نے فرمایا! تُم سے جدائی کا وقت قریب آگیا ہے رفیق اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف واپسی اور سدرۃ المنتہیٰ اور جنّت الماویٰ کی طرف مراجعت کا زمانہ آگیا ہے۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو غسل دینے کی سعادت کون حاصل کرے گا؟

آپ نے فرمایا! میرے اہل بیت میں سے جو میرے سب سے قریب تر ہے۔

صحابہ نے پوچھا! یارسول اللہ! آپ کا کفن کن کپڑوں سے تیار کیا جائے؟

آپ نے فرمایا! جو کپڑے ہم نے پہنے ہوئے ہیں یہی کفن ہوگا اگر تم چاہو تو سفید مصری یا یمنی چادر کا اضافہ کر سکتے ہو،،

صحابہ نے عرض کی! یارسول اللہ آپ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا؟ ؟اور اس کے ساتھ ہی سب لوگ گریہ و بکا کرنے لگے،،

حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو روتے دیکھا تو اشکبار ہو کر فرمایا صبر کرو اور اظہار ناشکیبائی نہ کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور تمہارے پیغمبر سے پہلے تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے جب تم لوگ ہماری تغسیل و تکفین سے فارغ ہو چکو تو ہمیں قبر کے پاس چھوڑ کر باہر چلے جانا،

سب سے پہلے ہمارا دوست جبریل ہم پر نماز پڑھے گا بعد ازاں میکائیل و اسرافیل اور ان کے بعد ملک الموت انبوہِ کثیر کے ساتھ ہم پر نماز پڑھے گا،،

ملائکہ کے بعد تم لوگ گروہ در گروہ آ کر ہم پر نماز پڑھنا تم میں سب سے پہلے ہماری اہل بیت کے مرد ابتدائے نماز کریں گے اور پھر اہلِ بیت کی خواتین نماز ادا کریں گی،،

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کو قبر میں کون اُتارے گا؟

آپ نے فرمایا! ہماری اہلِ بیت تیمین کے ساتھ ملائکہ مقربین شامل ہوں گے جو تمہیں دیکھتے ہوں گے مگر تم اُنہیں نہیں دیکھ سکو گے، پھر آپ نے حاضرین مجلس کے لئے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا! ہمارے ان دوستوں کو ہمارا سلام پہنچے جو غائب ہیں اور قیامت تک آنے والے ہر اس شخص کو ہمارا تحفہ تحیت وسلام پہنچے جو ہمارے دین کا پیرو ہو،،

روزے کہ ز تو سلام باشد مارا
آں روز فلک غلام باشد مارا

دنیا میں رہنے کا اختیار تھا

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قواعدِ وصیت کی تمہید کے بعد انتظار فرمانے لگے کہ کب جہانِ فانی کے دن پورے ہوں اور کب آپ کے نفسِ مطمئنہ کو "رب العزت ذوالجلال والاکرام وحدہ لاشریک" کی طرف سے مژدہ فادخلی فی عبادی کا پیغام پہنچے، یہاں تک کہ ۲۸ صفر المظفر ۱۱ھ بروز بدھ آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے،

ابو مویہہ کہتے ہیں کہ میں اُس رات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے تا دیر بقیع میں قیام فرمایا اور اہلِ مقابر کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے یہاں تک کہ میں آرزو کرنے لگا کاش میں بھی اِن اہلِ مقابر میں ہوتا، تا کہ مجھے بھی آپ کی دعا کا شرف حاصل ہوتا،

اِسی اثناء میں اچانک آپ نے میری طرف چہرۂ اقدس کرتے ہوئے فرمایا! اے ابو مویہہ مجھ پر زمین کے خزانے پیش کئے گئے اور اختیار دیا گیا کہ میں ان کے درمیان ہمیشہ رہوں اور بعد ازاں بہشت میں جاؤں اور اپنے پروردگار سے ملاقات کروں اور پھر بہشت میں رہوں لیکن میں نے دنیا کو چھوڑتے ہوئے اپنے پروردگار کی ملاقات اور بہشت کو اختیار کر لیا،،

اُحد والوں کے لئے دُعاء مغفرت

منقول ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شب بقیع میں تشریف لے گئے اور اہلِ قبرستان کے لئے دعائے مغفرت فرماتے رہے پھر واپس آکر سو گئے تو آپ کو خواب میں کہا گیا، بقیع والوں کی مغفرت کے لئے جائیں۔

آپ دوبارہ بقیع میں گئے اور اہلِ مقابر کے لئے مغفرت کی دُعا مانگی اور واپس تشریف لا کر استراحت پذیر ہو گئے،

خواب میں پھر کہا گیا اُحد والوں کے لئے استغفار کریں آپ اُحد میں تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کی شہادت کے آٹھ سال بعد ان کی نماز پڑھی اور ان کے لے مغفرت کی دعا مانگی مراد اس سے یہ ہے کہ اُن کی مغفرت طلب کی اور بخشش مانگی اس وقت آپ نے احیا و اموات کو وداع فرمایا،،

کل کس کی باری ہے

دوسرے دن آپ کو دردِ سر شروع ہو گیا آپ نے سر مبارک پر پٹی باندھ لی اس روز آپ کی باری اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تھی جب مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ نے دیگر ازواجِ مطہرات کو بھی وہیں پر بلا لیا اور فرمایا کل ہم کہاں ہونگے؟

آپ نے بار بار یہ جملہ دُہرایا تو سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا نے اُمہاتُ المومنین سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر روز باری باری تمہارے گھروں میں جانے سے تکلیف ہوتی ہے،

اس پر تمام اُمّہاتُ المومنین نے اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے بیت الشرف پر اتفاق کر لیا، چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُم میمونہ کے گھر سے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر چل پڑے،

یہ فاصلہ آپ نے ایک ہاتھ مبارک حضرت علی مرتضیٰ کے کندھوں پر

رکھ کر اور دوسرا دستِ اقدس حضرت فضل بن عباس کے کندھوں پر رکھ کر طے کیا اور آپ کے پاؤں مبارک گھسٹ رہے تھے یہاں تک کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف لے آئے وہاں پر آپ صاحبِ فراش ہو گئے اور آپ کی تمام ازواجِ مطہرات بھی آپ کی خدمت کے لئے وہیں پر مقیم ہو گئیں بعد ازاں آپ کے مرض میں مزید شدت آ گئی اور آپ پر بخار کا شدید حملہ ہو گیا،،

بخار کی شدّت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا آپ کو اس قدر شدید بخار تھا کہ میں نے اپنا ہاتھ آپ پر رکھا تو میرا ہاتھ جلنے لگا اور میں اس حرارت کو برداشت کرنے کا متحمل نہ ہو سکا میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کا بخار انتہائی گرم ہے؟

آپ نے فرمایا! ہاں میرا بخار یقیناً ایسا ہی ہے کہ تم میں سے دو اشخاص کے لئے کافی ہوتا۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو دوہرا اجر ملے گا؟

آپ نے فرمایا! ہاں قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میرے جسم و جان ہیں روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جسے بیماری اور دوسری

تکلیفیں پہنچتی ہیں مگر اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتی ہیں جس طرح درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے،،

درد کی قیمت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنی ردائے اقدس اوڑھ رکھی تھی جس سے آپ کے بخار کی گرمی باہر نکل رہی تھی اور مجھ میں ہمت نہ تھی کہ بغیر کسی واسطے کے آپ کے جسمِ اطہر پر ہاتھ رکھ سکتا،

میں نے متعجّب ہو کر سبحان اللہ کہا تو آپ نے فرمایا! انبیاء کے ابتلاء سے بڑھ کر سخت ابتلاء کوئی نہیں اِن میں سے بعض انبیاء کو اِس حد تک فقر و درویشی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، کہ وہ اپنا لباس پورا نہیں کر سکے چنانچہ وہ صرف ایک گلیم میں اپنے شب و روز بسر کرتے اور انبیاء کو بلا اور مصیبت میں تمہاری اس خوشی سے زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے جو تمہیں عطا میں ہوتی ہے ہاں لحبانِ راہ اور مقربانِ درگاہ کو دوست کی طرف سے جو زخم پہنچتا ہے وہ عین مرہم ہے اور وہ جو الم بھی دوست کے لئے اُٹھاتے ہیں عین عطا و کرم ہے۔

اَلمے کز برائے دوست کشم

راحتِ جانِ مبتلائے من ست

زخم اُو مرہم ست بر دِل من
دَردِ اُو شربتِ دوائے من ست

اور اِسی سلسلہ میں کہتے ہیں۔

من خارِ غمش بصد گُلستاں نہ دہم
خاکِ قدمش بآبِ حیواں نہ دہم
دردے کہ مُراد غمِ اُو حاصل شُد
آن درد بصد ہزار درماں نہ دہم

امراض انبیاء ایسے نہیں ہوتے

حضرت بشر بن براء کی والدہ کہتی ہیں کہ میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دورانِ مرض میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی،

آپ کا بخار انتہائی گرم تھا میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے آپ کے بخار جیسا بخار کسی شخص کا نہیں دیکھا؟

آپ نے فرمایا! یہ اس لئے ہے کہ ہمیں دوہرا اجر ملے،

پھر فرمایا اے ام البراء! لوگ ہمارے مرض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کی! لوگ کہتے ہیں کہ ذات الجنب کی بیماری ہے۔

آپ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ وہ ایسی بیماری

اپنے پیغمبر پر مسلط کرے، کیونکہ یہ شیطانی بیماری ہے اور شیطان کو ہم پر غلبہ حاصل نہیں، بلکہ یہ بیماری اس زہر آلود گوشت کا اثر ہے جو ہم نے تیرے بیٹے کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا اُس کی تکلیف اِس وقت تازہ ہوگئی ہے اور یہ وقت انقطاعِ حیات کا ہے گویا اِس میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرتبہ شہادت نصیب ہو،،

دو نسبتیں دو شہید

روح الارواح میں آیا ہے یہ عجیب راز ہے کہ معدن فتوت نبوت کے ٹکڑے کے قریب ہوا تو دو ورشا ہوا رظاہر ہوئے۔

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ

یعنی حسنین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام

دونوں نے باپ کی میراث پائی ایک کے باپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں انہوں نے زہر کے اثر رحلت فرمائی دوسرے کے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم تھے اُنہوں نے تلوار کی ضرب سے سفر آخرت اختیار کیا،

امام حسن علیہ السلام بڑے بیٹے تھے اُنہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے شربتِ زہر نوش کیا،

دوسرے بیٹے امام حسین علیہ السلام چھوٹے تھے اُنہوں نے حضرت

علی مرتضیٰ کی موافقت میں تیغِ الم کا زخم کھایا صدیاں بیت گئیں مگر ابھی تک اس زہر کو کوئی تریاق مندفع نہ کر سکا؟

زمانے گذر گئے مگر اس تیغ کے زخم کا کوئی مرہم نہ مل سکا دردمندوں کی آنکھیں اس زہر کے اثر سے اب بھی گریاں ہیں اور غمزدوں کے سینے اس تلوار کے شرر سے اب بھی بریاں ہیں۔

چُوں چراغ دیدۂ زہرا بکشند ش بزہر
زُہرہ را دل بر چراغ دیدہ زہرا بسوخت
چوں روان کردند خوں از قُرّۃ العینِ رسول
چشم عیسیٰ خون بارید ودل موسیٰ سوخت

روایت میں آیا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض چودہ روز رہا اور یہی محقق امر ہے۔

روضۃ الاحباب ودیگر کتب میں اس مقام پر جو لائے ہیں اس میں اول یہ ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے،

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا! میں نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے زیادہ کسی کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیرت وکردار سکینہ ووقار اور قیام وقعود میں مشابہ نہیں دیکھا،

جب حضرت فاطمۃ الزہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ اُٹھ کر اُن کا استقبال کرتے اُن کی پیشانی کو بوسہ

دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے گھر تشریف لے جاتے تو ایسے ہی وہ بھی اُٹھ کر آپ کا استقبال کرتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

اشکوں بھری مُسکراہٹ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ مرض میں کسی کو بھیج کر جناب فاطمۃ الزہرا کو بلایا جب آپ تشریف لائیں تو آپ نے فرمایا مرحبا اے میری بیٹی اور پھر اپنے پہلو میں بٹھا کر سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کی جسے سن کر جناب سیّدہ رونے لگیں آپ نے دوبارہ سرگوشی کے انداز میں کوئی بات کی تو آپ مُسکرانے لگیں،

حضرت عائشہ صدیقہ نے جناب سیّدہ فاطمہ کی خدمت میں عرض کی اے بنت خیر البشر! میں نے اس روز کی طرح غم اور خوشی کو نہ اس قدر قریب کبھی دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے جس طرح آپ کے غم و راحت کو قریب تر دیکھا ہے،

سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اس وقت انہیں اس راز سے آگاہ نہ کیا مگر بعد میں بتایا کہ میرے ابا جان نے پہلی سرگوشی میں مجھے فرمایا تھا کہ گذشتہ برسوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمارے ساتھ ایک مرتبہ قرآن دہراتے تھے جبکہ اس سال اُنہوں نے ہمارے ساتھ دوبار دورۂ

قرآن مکمل کیا ہے اس سے ہمارا خیال ہے کہ اس جہان سے ہمارا وقتِ ارتحال قریب آ گیا ہے چنانچہ عالمِ قدس کی طرف جانے کے لئے ہمارا شوق انتہا کو پہنچ گیا ہے اور عنقریب ہم اس منزلِ فانی سے جوارِ رحمتِ سبحانی میں جانے والے ہیں اس لئے ہمارے پاس رہنے کو غنیمت جان اور جہاں تک طاقت ہے ہم سے علیٰحدگی نہ کر۔

میں نے جب آپ کی یہ باتیں سُنیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں بے تاب و بے قرار ہو کر رونے لگی جب میرے والد گرامی نے میری یہ حالت دیکھی تو دوسری مرتبہ اپنے قریب بلا کر سرگوشی کے انداز میں فرمایا اے میری آنکھوں کے نور اور میری برگزیدہ بیٹی غم نہ کر ہم تجھے دو خوشخبریاں سُناتے ہیں،

اول یہ کہ تم جنّت میں مومن عورتوں کی سردار ہو اور دوسری یہ کہ ہمارے تمام اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم ہمارے ساتھ ملاقات کرو گی میں نے اس خبر کے جرعۂ تریاق سے جُدائی کے زہر کو میٹھا کر لیا اور یہ خبر سننے کے شکرانہ کے طور پر مسکرانے لگی۔

اولادِ فاطمہ کی بزرگی

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ مسلمان عورتوں میں سے کوئی خاتون

ایسی نہیں جس کی اولاد تیری اولاد سے زیادہ شان وتکریم والی ہو اس لئے ضُروری ہے کہ تیرا صبر بھی دیگر مومنات ومُسلمات سے کم نہ ہو اور اس بات میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت کے وقت جزع فزع نہ کریں اور صبر کریں کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کی جدائی میں آپ کی بیٹی کے لئے صبر و شکیبائی سے کام لینا دشوار ترین ہوگا۔

روزے کہ چشم ماز جمالت جُدا بود
چنداں کہ چشم کارکند اشک مابود
گفتے ولے کہ فارغ وصابر بُود کراست
دَرد دلبرے چوتو ایں باکر ابود

وصیّتِ مصطفٰےؐ

ان واقعات میں ایک یہ بھی ہے کہ جب حضُور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا سات کنوؤں سے پانی کی سات مشکیں بھر لاؤ اور انہیں ہمارے سر پر انڈیل دو ہو سکتا ہے ہمیں سکون حاصل ہو جائے اور ہم باہر جا کر لوگوں کو وصیت کریں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں پانی منگوالیا گیا اور بڑا سا طشت سامنے رکھ کر آپ کے سر مبارک پر مشکیں انڈیلنا شروع کریں یہاں تک کہ آپ نے ہاتھ مبارک کے

اشارے سے روک دیا۔

آپ کے فرمان کے مطابق ایسا کرنے سے آپ کو سکون حاصل ہو گیا اور آپ نے مسجد میں آ کر نماز پڑھی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے بعد از حمد و ثنا نے خُداوندی شہدائے اُحد کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور فرمایا انصار ہمارے خاص لوگ ہیں اور ہمارے راز دار ہیں ہم نے ان کی طرف ہجرت کی تو انہوں نے ہمیں جگہ دی ہم ان کے نیکوں کو گرامی سمجھتے ہیں اور ان کے بروں سے اُس حد تک درگذر کرتے ہیں جہاں تک حدود اللہ کی اجازت ہے۔

انصارِ مدینہ کی پریشانی

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب انصار نے آپ کے مرض میں دن بدن اضافہ ہوتے دیکھا تو اُنہوں نے گھروں میں جانا چھوڑ دیا اور حیران و پریشان ہو کر مسجد نبوی کے گرد گھومتے رہتے،

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصار کی یہ حالت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی اسی اثناء میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئے اور اُنہوں نے بھی آپ کی خدمت میں انصار کا حال بیان کیا،

بعد ازاں حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام حاضر ہوئے اور اُنہوں نے

بھی ایسے ہی انصار کا حال بیان کیا،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مُبارک اُٹھا کر فرمایا! ہمیں سہارا دو حاضرین نے سہارا دے کر بٹھایا تو آپ نے پوچھا انصار کیا کہتے ہیں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے عرض کی یارسول اللہ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس اَمر سے ڈرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ جانے ہمارا کیا حال ہو؟

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر اُٹھے اور ایک ہاتھ مبارک حضرت علی کے کاندھے پر رکھا اور دوسرا ہاتھ مبارک حضرت فضل بن عباس کے کاندھے پر رکھا اور مسجد میں تشریف لے آئے اور منبر شریف کے پہلے زینے پر بیٹھ گئے آپ کے سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور لوگ آپ کے گرد جمع تھے۔

آپ نے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بعد از حمد وثنائے باری تعالیٰ انصار ومہاجرین کو ایک دوسرے کے ساتھ اچھے سلوک کی سفارش کی اور قریش کے بارے میں بھی گفتگو فرمائی جس کا سلسلہ طویل ہو گیا

صحابہ کو آخریں وصیّت

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ دوران

مرض میں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکلے اور مسجد میں تشریف لا کر منبر پر بیٹھ گئے،

آپ نے دردِ سر کی وجہ سے سر پر رومال باندھ رکھا تھا پھر آپ نے حضرت بلال کو بلا کر فرمایا! لوگوں میں منادی کر دے کہ وہ یہاں پر جمع ہو جائیں ہماری خواہش ہے کہ اُنہیں وصیّت کریں اور لوگوں میں منادی کر دے کہ وہ یہاں پر جمع ہو جائیں ہماری خواہش ہے کہ اُنہیں وصیّت کریں اور لوگوں کو بتا دیں کہ ہماری تمہارے لئے یہ آخری وصیّت ہے۔

حضرت بلال نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ منوّرہ کے بازاروں اور گلی کوچوں میں منادی کر دی یہاں تک کہ اُن کی آواز کو ہر بڑے چھوٹے نے سن لیا اور سب لوگ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیّت سننے کے لئے مسجد میں جمع ہو گئے۔

اپنا بدلہ لے لو

حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصّلوٰت واکمل التحیّات منبر پر تشریف لائے اور خطبہ بلیغ ارشاد فرماتے ہوئے کہا اے لوگو! ہمارا وقت ارتحال قریب ہے گویا ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم سے اور ہم تم الگ ہو چکے ہیں۔

جیسا کہ ہم سے الگ ہوتے ہیں دلوں سے کے ساتھ الگ ہو جائیں اے لوگو! خدا تعالیٰ کا ایک بھی پیغمبر ایسا نہیں جو ہمیشہ اس دُنیا میں رہا

ہو جو ہم رہتے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے ہمارا شوق بڑھ گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے میرے دوستو! ہم تمہارے کیسے پیغمبر ہیں؟ ہم تمہارے درمیان جہاد کرتے تھے ہمارے دانتوں کو زخمی کیا گیا ہم نے دکھ اور تکلیف اُٹھاتے ہوئے قوم کے جاہلوں کی سختیاں برداشت کیں اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے؟

لوگوں نے کہا! یارسول اللہ یقیناً آپ راہ خدا میں صابر رہے ہمیں حق کا راستہ دکھایا اور برائیوں سے منع کیا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے بہت بڑی جزاء ،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ہی فرمایا ہمارے پروردگار نے قسم اُٹھا کر ہمیں بتایا ہے کہ ہر ظالم کو ظلم کو بدلہ مل کر رہے گا۔

ہم تمہیں قسم دیتے ہیں کہ جس شخص کو بھی ہم سے کوئی تکلیف پہنچی ہے وہ اُٹھے اور ہم سے اس کا قصاص لے لے اور اگر ہم سے کسی پر کوئی ظلم ہو گیا ہے اور وہ اس سے آزردہ خاطر ہے تو وہ بھی ہم سے بدلہ طلب کر لے اور اگر ہم نے کسی کا مال لیا ہے تو وہ بھی ابھی اور اسی وقت اپنا حق وصول کر لے اور یہ نہ خیال کرے کہ اگر میں نے اللہ کے رسول سے قصاص لیا تو ان کے دل میں میری طرف سے عداوت آ جائے گی جان لو کہ ہماری طبیعت سے عداوت دُور ہے اور ہم عداوت سے انتہائی نفرت کرتے ہیں اور تم سے ہمارا

کمال تر دوست وہ ہے جس کا ہم پر حق ہو اور وہ اپنا حق ہم سے وصول کر لے یا اسے ہمارے لئے جائز کر دے تا کہ ہم اپنے خدا سے طیب النفس اور پاک واصل ہوں ہمارا خیال ہے کہ یہ اعلان ایک بار کر دینا کافی نہیں اس لئے ہم بار بار تمہارے لئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ جس کسی کا بھی ہم پر کوئی حق ہے وہ اپنا حق وصول کر لے۔

تین درہم آپ کے ذمّے ہیں

بعد ازاں آپ نے منبر شریف سے اتر کر ظہر کی نماز ادا کی اور دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور ان تمام باتوں کا مکرر اعادہ فرمایا تو ایک شخص نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ میرے تین درہم آپ کے ذمہ ہیں۔

آپ نے فرمایا! ہم نہ تو کسی کے قول کو جھٹلائیں گے اور نہ ہی اس سے قسم لیں گے مگر یہ تین درہم ہمارے ذمّہ کیسے ہیں؟

اس شخص نے کہا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز ایک مسکین درویش نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تھا تو آپ نے مجھے فرمایا تھا اسے تین درہم دے دے میں نے اسے تین درہم دے دیئے مگر آپ نے مجھے نہیں دیئے آپ نے حضرت فضل بن عباس کی طرف چہرۂ انور کر کے فرمایا اسے تین درہم ادا کر دے۔

مجھے کوڑا مارا تھا

امام شہید کی سیرت میں امام اسمٰعیل خوارزمی نے اور روضۃ الاسلام میں قاضی سدید الدین جبیر فتی نے نقل کیا ہے کہ اس مجلس میں عکاشہ بن محصن نے اُٹھ کر کہا یا رسول اللہ! اگر آپ نے اس سلسلہ میں مبالغہ نہ کیا ہوتا تو میں ہرگز یہ بات نہ کہتا اب چونکہ آپ نے بار بار تکرار فرماتے ہوئے بہت مبالغہ کیا ہے اس لئے اگر میں نے یہ بات نہ کی تو گنہگار ہو جاؤں گا،

آپ نے غزوۂ تبوک میں اپنی ناقہ مبارک کو مارنے کے لئے تازیانہ چلایا تھا جو میری پشت پر آلگا اور اس سے مجھے بہت زیادہ تکلیف پہنچی تھی میں اس وقت آپ سے اس کا قصاص چاہتا ہوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے عکاشہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے اس لئے کہ تو نے اس جھگڑے کو قیامت پر نہیں اُٹھا رکھا،

ہمیں قیامت کے مقابلہ میں دنیا میں قصاص دے دینا نہایت محبوب ہے کیونکہ قیامت کے روز اُنبیاء واصفیاء اور شہداء حاضر ہونگے اور ملائکہ ومقربان بارگاہ خدا دیکھ رہے ہونگے اے عکاشہ کیا تو جانتا ہے کہ وہ تازیانہ کون سا تھا؟

عکاشہ نے عرض کی! وہ تازیانہ بید کا تھا جس پر چمڑے کی بنائی کی

گئی تھی اور آپ نے اُسے کوڑے کی طرح پکڑ رکھا تھا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سلمان وہ تازیانہ فاطمہ کے گھر میں ہے جا کر لے آ۔

حضرت سلمان فارسی نے جاتے ہوئے بلند آواز سے پکار کر کہا اے لوگو! کون ہے جو قیامت میں پکڑے جانے سے پہلے اپنی جان کا انصاف پیش کرے۔

انصاف دہ امروز کہ فرصت داری
بدہی بہ ازاں بود کہ بستانندت

جناب سیّدہ کی بے قراری

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر پہنچے تو صدا دی یا اہل بیت نبوت آپ پر سلام ہو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا نے سلمان کی آواز پہچان کر فرمایا اے سلمان کیسے آیا ہے؟

حضرت سلمان نے عرض کی اے سیدۃ النساء! آپ کے والد گرامی نے تازیانہ ممشوق طلب فرمایا ہے۔

جناب سیدہ بتول سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے سلمان! میرے والد گرامی بخار میں مبتلا ہیں اور سواری پر بیٹھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں وہ

تازیانے کا کیا کریں گے؟

حضرت سلمان نے عرض کی! آپ کے والدِ محترم نے منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وداع کیا اور لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہوئے فرمایا جس کسی کا ہم پر کوئی حق ہے وصول کر لے۔

ایک روز آپ نے یہ تازیانہ اپنی ناقہ کو مارنے کے لئے اُٹھایا تو ایک شخص اس کی زد میں آ گیا تھا اب وہ شخص آپ سے اس کا قصاص مانگ رہا ہے۔

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی چیخ نکل گئی اور روتے ہوئے ارشاد فرمایا اے سلمان! میں تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں تو اس شخص کو قسم دے کہ میرے باپ پر رحم کرے کیونکہ وہ تکلیف اور ضعف کی حالت میں ہیں۔

حضرت سلمان واپس چلے گئے تو جناب سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے جناب حسنین کریمین کو بلا کر فرمایا! اُے جانانِ مادر تمہارے نانا جان مسجد میں ہیں اور ایک شخص چاہتا ہے انہیں تازیانہ مارے تم دونوں جاؤ یہاں تک کہ وہ ایک تازیانہ کے بدلے میں تمہیں سو سو تازیانہ مار لے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہیں اور وہ تازیانہ برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

والدہ محترمہ کا حکم سن کر جناب حسنین کریمین مسجد کو چل پڑے ادھر

جب سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تازیانہ لے کر پہنچے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں فریاد وفغاں کا شور برپا ہو گیا۔

قصاص ہم پر واجب ہے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکاشہ کو فرمایا اے عکاشہ! اُٹھ کر تازیانہ اُٹھالے اور جس طرح ہم نے تجھے مارا تھا اسی طرح تو بھی ہم پر تازیانے کی ضرب لگالے۔

عکاشہ نے تازیانہ اُٹھایا تو اکابر صحابہ میں سے ہر ایک نے عکاشہ کے پاس آ کر کہا تو ہمیں ایک تازیانہ کے بدلے میں دس دس تازیانے مار لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصاص نہ لے کیونکہ آپ کو بخار ہے تو آپ کو تکلیف پہنچا کر ہمارے اندوہ وغم میں اضافہ نہ کر اور اس ملال کے غبار کو ہمارے دلوں پر روا نہ رکھ۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی عُذر خواہی کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا تازیانہ مارنے کا قصاص ہم پر واجب ہے تمہیں مار لینے سے ہمیں کیا فائیدہ ہوگا۔

سبطین کی گذارش

اسی اثناء میں جناب حسنین کریمین علیہما السلام روتے اور فریاد کرتے

ہوئے مجلس میں پہنچ گئے تو دوسری بار صحابہ کرام کی چیخیں نکل گئیں۔

سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کے شہزادوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی نانا جان ہونے سنا ہے کہ کوئی شخص آپ سے قصاص طلب کرتا ہے ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ ہم دونوں اس سے ایک تازیانے کے بدلہ میں ایک سو تازیانہ کھائیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نانا کی جان کے ٹکڑا تازیانہ ہم نے مارا ہے تم کیوں قصاص مانگتے ہو پھر آپ نے فرمایا اے عکاشہ اُٹھ اور اپنا بدلہ لے لے۔

مُہرِ نبوّت چوم لی

حضرت عکاشہ نے عرض کی یارسول اس روز میری پشت برہنہ تھی میری خواہش ہے کہ آپ بھی اپنی پشت مبارک برہنہ کریں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے قمیص مبارک کو پشت مُبارک سے اُٹھایا تو فرشتے چیخ اُٹھے صحابہ کرام کی طرف سے فریاد وفغاں کی آواز آنے لگیں مگر جب عکاشہ کی نگاہ آپ کی پشت انور اور مہر نبوت پر پڑی تو چھلانگ لگا کر خاتم مشکیں کو چوم لیا اور آپ کے دونوں شانہ ہائے اقدس کے درمیان چہرہ رکھتے ہوئے کہا یارسول اللہ میری غرض قصاص لینا نہ تھی بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ مہر نبوت کی زیارت سے مشرف

ہو جاؤں اور آپ کے بعض اعضائے مبارکہ سے مس کرلوں کیونکہ آپ کا ارشاد ہے من مس جلوی لن تمسہ النار یعنی جس نے ہمارے جسم کی جلد سے مس کرلیا اُسے آگ نہیں چھوئے گی۔

ہمیں مولا کی رضا منظور ہے

بعد ازاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور آپ نے جو آخری خطبہ ارشاد فرمایا وہ یہی تھا دیگر یہ کہ جب آپ کا مرض شدید ہو گیا اور اس مفہوم کی صدا آنے لگی۔

جانا بغیر بستان چندیں بماند کس
باز آئی کہ در غربت قدر تو ندا ند کس

بالآخر عالمِ قدس سے آپ کی سمع عالی میں دائرہ معالی کا یہ نقطہ پہنچا ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام جلالت والے شہنشاہ کا فرمان لیکر حاضر ہوئے اور عرض کی اے سردار آپ کے پروردگار نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس مرض سے خلاصی بخش کر شفا عطا کر دی جائے اگر چاہیں تو موت دے کر دریائے مغفرت میں مستغرق کر دیا جائے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا اے جبریل میں نے اپنے اُمور کو اپنے پروردگار پر چھوڑ دیا ہے وہ جس

طرح چاہے کرے خواہ مجھے زندہ رکھے خواہ موت دے دے۔

اگرم خلاص جوئی و گرم بلاک خواہی
سر بندگی بخدمت بنہم کہ پادشاہی
بکسے نمی تو انم کہ حکایت تو گویم
ہمہ جانبِ تو خواہند و تو آں کنی کہ خواہی

امام الانبیاء کی نماز

ایام مرض کا ایک واقعہ یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اوقات نماز عرض کرتے اور آپ مسجد میں تشریف لا کر لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرتے مرض کے آخری تین دنوں میں یہ بھی طاقت نہ رہی۔

چنانچہ عشاء کی نماز کے وقت بلال آپ کے بیت الشرف پر حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! نماز آپ کی بیعت اُس وقت بوجھل تھی اور باہر جانے کی طاقت نہ رکھتے تھے لہٰذا آپ نے فرمایا بلال تو نے پہنچا دیا تیرا خدا تجھے اس کا صلہ دے۔

حضرت بلال نے قدرے انتظار کیا اور پھر کہا! الصّلوٰۃ یا رسول اللہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا اے بلال تو نے پہنچا دیا خدا تجھ پر رحمت فرمائے قدرے توقف کرنے کے بعد حضرت

بلال نے تیسری مرتبہ پھر عرض کی یارسول اللہ نماز حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اس وقت استغراق طاری ہو چکا تھا چنانچہ آپ نے کوئی جواب نہ دیا آپ کی طرف سے خاموشی دیکھ کر حضرت بلال نے کہا آہ آقا نے انتہائی تکلیف کی وجہ سے جماعت چھوڑ دی۔

بعد ازاں بلال روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور کہا آہ میری فریاد کو پہنچیں کہ میری امید کا رشتہ منقطع ہو گیا اور میری آرزو کی پشت ٹوٹ گئی کیا اچھا ہوتا کہ میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنا تھا تو کیا اچھا ہوتا کہ میں اس وقت سے پہلے مر جاتا اور حبیبِ ربّ ذوالجلال صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ حال نہ دیکھتا۔

بامن فلک ارُجفا نہ کر دی چہ شُدی
وزیار خودم جدا نہ کردی چہ شدی
چوں آخر کار بے تو می باید زیست
اول بتو آشنا نہ کر دی چہ شدی

ابوبکر صدیق کی اشکباری

القصہ ایک شخص نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ کر پوچھا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے مطابق اب کون لوگوں کو نماز پڑھائے گا؟

حضرت بلال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس آئے اور اُن کو اس صورت حال سے آگاہ کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اٹھے اور جب ان کی نظر محرابِ رسول پر پڑی اور قبلۂ اہلِ یقین کو خالی دیکھا تو خود کو دیکھنے کی طاقت نہ رہی آپ پر گریہ و بکا کا اس قدر غلبہ ہوا کہ دیگر صحابہ بھی فریاد و فغاں کرنے لگے۔

زاں روز کہ قُد تو محراب نہ دیدم
بر چہرہ بجز اشک چُو خُونناب نہ دیدم
بے مُوے تو یک لحظہ قرارے نہ گرفتیم
بے رُوئے تو دَر دیدۂ خود خواب نہ دیدم

اسی اثناء میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استغراقی کیفیّت ختم ہوگئی تو آپ نے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے استفسار فرمایا اے بیٹی یہ فریاد و فغاں کیسی ہے؟

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے صحابہ آپ کی جدائی کے غم میں نالہ و فریاد کرتے ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور ان کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے اور نماز ادا کی۔

اہل بیت کے خواب

بعض کتابوں میں آیا ہے کہ ایّام مرض میں ایک روز اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سرہانے کھڑی تھیں کہ آپ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی حضرت اُمّ سلمہ فرماتی ہیں میں نے اپنا کان آپ کے ہونٹوں پر رکھا تا کہ آپ کی بات سُنوں آپ اُس وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں مناجات کر رہے تھے اور کہتے تھے الٰہی میری اُمّت کو جہنم سے آزادی نصیب فرما اور اُن پر قیامت کا حساب آسان فرما۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ کا کیا حال ہے؟

آپ نے فرمایا! اُمّ سلمہ درود پڑھ تھوڑی دیر کے بعد تو ہماری آواز نہیں سن سکے گی

اسی اثناء میں اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم دروازہ سے اندر آئے اور عرض کی یارسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے زرہ پہنی ہوئی ہے اچانک وہ زرہ میرے جسم سے الگ ہوگئی اور میں بے زرہ ہو گیا؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اے علی وہ زرہ جو تیری پناہ تھی ہم تھے اب وہ وقت ہے کہ ہم جا رہے ہیں اور تو اکیلا رہ جائے

گا۔

اے علی! ہمارے بعد تجھے کئی ناپسندیدہ اُمور پہنچیں گے مگر تو دل برداشتہ نہ ہونا اور صبر کی راہ سے ان کا مقابلہ کرنا اور جب تو دیکھے کہ لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے تو تو آخرت کو اختیار کر لینا اور حوض کوثر پر سب سے پہلے جو شخص ہمارے ساتھ ملاقات کرے گا وہ تو ہوگا۔

اچانک حضرت فاطمہ بتول سلام اللہ علیہا دروازہ سے اندر تشریف لے آئیں اور کہا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس قُرآن کا ورق ہے اور میں اس پر تلاوت قُرآن کر رہی ہوں اچانک وہ ورق میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا

حضور رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیّات نے فرمایا اے بیٹی تو مجھ سے بچھڑ جائے گی۔

اسی اثناء میں حضرات حسنین کریمین علیہما السلام حاضر ہوئے اور کہا نانا جان ہم دونوں نے ایک ہی قسم کا خواب دیکھا ہے کہ فضا میں ایک تخت اُڑتا جا رہا ہے اور ہم اس کے نیچے ننگے سر جا رہے ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے نانا کی جان کے ٹکڑو وہ تخت ہمارا تابُوت ہے جس کے نیچے تم زلفیں بکھیرے ننگے سر ہو گے۔

اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سید

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان تعبیروں کو سن کر اہل بیت کی چیخیں نکل گئیں جدائی کے اثرات سے اُن کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ان کی جانیں محرومی کے شراروں سے جلنے لگیں۔

جانم دَر آتش اَست کہ جاناں ہمی رَوَد
سیلابِ خُوں زدیدۂ گریاں ہمی رَوَد
یعقوب رازِ یُوسف خُود در می کنند
خاتم مگر زدستِ سُلیمان ہمی رَوَد
آدم وداعِ سایۂ طُوبیٰ ہمی کُنَد
خِضراَز کنارِ چشمۂ حیواں ہمی رَوَد
دردِ کہ گوہر یست گراں مایہ صحبتش
دشوار دست داد ہ و آساں ہمی رَوَد

ملک الموت کی درخواست

دیگر یہ روایت ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال سے تین روز پہلے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی آپ کے پروردگار نے آپ کو سلام کہا ہے اور مجھے آپ کی خصوصی تکریم وفضیلت کی وجہ سے آپ کی خدمت میں بھیج کر آپ کا حال پوچھا ہے اور وہی اس پرسش احوال کو بہتر جاننے والا ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے امین میں خود کو درد و غم اور کرب میں مبتلا پاتا ہوں دوسرے روز جبریل علیہ السلام نے آکر پھر یہی سوال کیا آپ نے پھر وہی جواب دیا اور تیسرے دن بھی یہی واقعہ رونما ہوا۔

بعد ازاں تیسرے روز ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اُن کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جس کا نام اسمٰعیل ہے اور وہ ان ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے جن میں سے ہر فرشتہ دوسرے ایک لاکھ فرشتوں کا فرمانبردار ہے۔

ان کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے اُنہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! یہ ملک الموت آپ کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے انہوں نے قبضِ رُوح کے سلسلہ میں کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی؟

حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جبریل اُسے اندر آنے کی اجازت دے دے اجازت ملنے کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام اندر آئے اور آپ کو سلام پیش کرتے ہوئے کہا! یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم فرما کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ کے فرمان کی تعمیل کروں اگر آپ حکم فرمائیں تو آپ کی رُوح قبض کر کے عالم بالا کو لے جاؤں اور اگر آپ کا یہ حکم نہ ہو تو واپس چلا جاؤں۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔نے جبریل کی طرف نگاہ اُٹھائی تو جبریل نے عرض کی اے سردار بے شک حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت عزرائیل کو فرمایا اے ملک الموت جو تیرا کام ہے اس میں مشغول ہو جا کیونکہ میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتا ہوں گویا سراپردۂ غیب کا ہاتف لاریب آپ کے گوش ہائے مبارک میں یہ آواز پہنچا رہا تھا۔

تو بز ذروۂ نازے مقیم پردۂ رازی
قرار گاہ چہ سازی درین نشیمن فانی
تو رنج عالم قدسی حریف مجلس اُنسی
دریغ باشد اگر تو دریں مقام بمانی

عزرائیل کا اجازت طلب کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا اور اُن کی اجازت کے بغیر نہ اُن کے حجرہ میں قدم رکھنا اور نہ ہی ان کی روح قبض کرنا،،

بحکم پروردگار حضرت عزرائیل علیہ السلام نے اپنے ساٹھ ہزار مددگار فرشتوں کو لیا اور دز و یواقیت کی پوشاکیں پہنے ابلق گھوڑوں پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت الشرف کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو گئے اور کہا اے اہل بیت نبوت اور معدنِ رسالت اور مختلف فرشتو ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ ہم دور سے آئے ہیں۔

سیّدہ فاطمہ کا جواب

جناب سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرہانے کھڑی تھیں آپ نے جواب دیا ابھی ملاقات نہیں ہو سکتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حال میں مصروف ہیں،

عزرائیل علیہ السلام نے دوسری بار اجازت طلب کی تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے پھر وہی جواب دیا تیسری بار عزرائیل علیہ السلام نے بلند آواز سے اجازت طلب کی تو تمام اہل خانہ اُس کی ہیبت سے لرز کر رہ گئے۔

اسی اثناء میں سرکارِ دو عالم کیفیت استغراق سے باہر آ گئے اور آپ نے چشمانِ مبارک کھول کر پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی ایک ہیبت ناک آواز اور عجیب شان کا غریب آدمی دروازے کے باہر کھڑا ہے اس نے تین بار اندر آنے کی اجازت طلب کی ہے اور میں نے ہر عذر پیش کیا مگر وہ نہیں سُنتا،،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بیٹی تو جانتی ہے وہ کون ہے؟

جناب سیّدہ نے عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یہ لذّات کو توڑنے والا آرزوؤں اور مُرادوں کو قطع کرنے والا اولادوں کو یتیم کرنے والا عورتوں کو بیوہ کرنے والا ایسا حریف ہے کہ بغیر چابی کے دروازہ کھول لیتا ہے اور بغیر ہتھیار کے جان نکال لیتا ہے اگر دروازے بند ہوں تو یہ دیوار سے آجاتا ہے اور جس گھر میں یہ آجائے اس خاندان سے دھواں اُٹھنے لگتا ہے یہ ملک الموت ہے اور تیرے باپ کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمارے آستانہ کے احترام کی وجہ سے وہ پوچھ رہا ہے ورنہ اجازت طلب کرنا اور رخصت مانگنا اس کی عادت نہیں اُس کے لئے دروازہ کھولدیں۔

باپ بیٹی کی گفتگو

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے یہ بات سُنی تو فریاد کرتے ہوئے کہا افسوس مدینہ ویران ہوگیا کیونکہ صاحبِ سکینہ یہاں سے عزمِ سفر رکھتے ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمۃ الزہرا کا ہاتھ مبارک پکڑ کر اپنے سینہ مبارک پر رکھ لیا اور کچھ دیر کے لئے چشمانِ

مبارک برہم ہوگئیں اور یوں معلوم ہوا کہ آپ کی روح معظمہ ومطہرہ اپ کے جسم مقدس ومطہر سے جدا ہوگئی ہے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے آپ کے چہرہ انور کی طرف جھک کر آپ کو ابا جان کہہ کر پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا تو آپ رونے لگیں اور روتے ہوئے فرمایا!

اَے پدر جانِ مَن فدائے تو باد
بسوئم بنگر و با من تو بگویک سُخنے

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے آنکھیں مبارک کھول کر فرمایا اے بیٹی نہ رو کیونکہ تیرے رونے سے حاملانِ عرش رونے لگتے ہیں پھر آپ نے اپنے دست اقدس سے جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کے چہرۂ اقدس سے آنسو پونچھتے ہوئے بشارتیں اور تسلیاں دیں اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی خداوندا میری بیٹی کو جدائی میں صبر کی توفیق عطا کرنا اور پھر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جب میری رُوح قبض کرلی جائے تو انا اللہ و انا الیہ راجعون کہنا بیٹی! ہر مشکل کے لئے ہر مصیبت سے ایک اجر ہے

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی یارسول اللہ! آپ سے کس شخص کو کیا عوض ملے گا،

بعد ازاں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ مبارک برہم ہوئیں تو جناب سیّدہ نے عرض کی ہائے میرے ابّا جان کی تکلیف اور ان کا کرب۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹی آج کے دن کے بعد تیرے باپ کے لئے کوئی کرب واندوہ نہیں یعنی علائق دنیوی اور طبیعت بشری کے سلسلہ کی تکلیفیں قطع علائق کے بعد از خود ختم ہو جائیں گی اور جب شہنشاہ عالی کے وصال باکمال کی طرف انتقال ہو جائے گا تو حسرت و ملال اور اندوہ وغم کہاں باقی رہے گا۔

مرگ ست کہ دوست را رساند بر دوست
آں کیست کہ او بمرگ شاداں نہ بود

حسنین کریمین کی آمد

روایت میں آیا ہے کہ اس موقعہ اُمّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہّن بھی وہاں پر موجود تھیں اور آپ انہیں تقویٰ اور اطاعتِ خداوندی کی وصیّت فرما رہے تھے اچانک آپ نے جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فرمایا! میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ جناب سیدہ نے کسی کو بھیجا کہ جلدی سے حسن وحسین کو لے آؤ شہزادوں نے بلا کر لانے والے کو فرمایا ہمیں اتنی جلدی آنے کے لئے کبھی نہیں کہا گیا آج کیا وجہ ہے؟

اس کے ساتھ ہی شاہزادے تیزی سے بھاگتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے تو اُن کے سروں سے پٹکے گر پڑے وہاں پر موجود مردوں اور خواتین نے اُنہیں اس حال میں دیکھا تو سب کے سب فریاد وفغاں

کرنے لگے،

شاہزادگانِ رسول نے آگے بڑھ کر سلام کہا اور نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر بیٹھ گئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے آپ کو روتے دیکھا تو حضرات حسنین کریمین علیہما السلام نے بھی اس شدّت سے رونا شروع کر دیا کہ اُن کے رونے پر وہاں پر موجود ہر شخص کو رونا آ گیا بلکہ اہلِ زمین و آسمان جنّات اور فرشتے بھی پیغمبر آخر الزّمان صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غم میں گریہ کُناں ہو گئے اور اس محبوب جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وداع کرتے وقت آنکھوں سے اشکوں کی بارش ہونے لگی وہ کون سا دل تھا جو اس فراق کا متحمّل ہوتا اور وہ کون سے کان تھے جن میں نامِ وداع سننے کی طاقت ہوتی۔

دوستاں روز وداع اَست فغاں در گیرید
دِل بیکبارگی اَز جان جہاں ! برگرید
شمع خورشید بآہ سحری بنشانید
وزتف سوز جگر بار دگر در گیرید

میرے بیٹوں کی تکریم کرنا

روایت آئی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے اپنا چہرہ مبارک حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس واطہر پر رکھا ہوا تھا اور امام حسین

علیہ السلام نے اپنا چہرۂ انور آپ کے سینہ مُبارک پر رکھا ہوا تھا اور آپ چشمان مبارک کو کھول کر دونوں کی طرف نگاہِ لُطف وشفقت سے دیکھ رہے تھے کبھی اُن کو چومتے تھے اور کبھی اُن کو سونگھتے تھے اسی حال میں آپ نے لوگوں کو وصیت فرمائی کہ ان کا اکرام واحترام کرنا ان کی تعظیم کرنا اور ان کے ساتھ دوستی اور مودت رکھنا۔

ہم کس کی پناہ لیں گے

مقتل نُور الائمہ میں مذکور ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شہزادوں کی طرف دیکھ کر آہستگی سے فرمایا! افسوس تمہارے ان منور چہروں پر غُبار یتیمی جم جائے گا اور تمہاری زُلفیں گردِ غریبی میں اَٹ جائیں گی خدا جانے میرے بعد تمہارا کیا حال ہو اور جفار کاران اُمّت تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں۔

شہزادوں نے عرض کی نانا جان! آپ ہمارے چہروں کو بار بار چُومتے ہیں۔

اور ہمارے سینوں کو اپنے سینۂ مبارک سے بہت زیدہ چمٹاتے ہیں آپ کے بعد ہماری پناہ کون ہوگا اور کون ہماری غم گسّری اور دلداری کرے گا؟

جناب سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بھی ایسے ہی آپ کی خدمت

میں عرض کی ابا جان میں اپنا غم کے سناؤں گی اگر حسن وحسین کو کوئی ضرورت پڑی تو میں کس سے مانگوں گی،

اَے غریبوں کے مددگار اَے یتیموں کے نوازنے والے اے بیکسوں کے ملجا اور بے چاروں کی دستگیری فرمانے والے ہیں فرمانے والے میں آپ کے فراق میں کیسے صبر کروں گی؟

ابّا جان! میں آپ کی زیارت کئے بغیر کیسے زندہ رہ سکوں گا۔

دَر غم آباد جہاں بے یار بُودن مُشکل است
غم زحدِ بگذشت بے غم خوار بُودن مُشکل است
رَفت دلدار و دِل خُوں گشتہ را با خود ببرد
اُے عزیزاں بے دل ودلدار بودن مشکل است

صحابہ کی اشکباری علی کو وصیّت

راوی نے کہا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے دروازۂ اقدس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے خواص اور مقرب حضرات تشریف فرما تھے اُنہوں نے حضرات حسنین کریمین کے رونے کے آواز سُنی تو وہ بھی رونے لگے،

حضور سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے رونے کی آواز سُنی تو آپ بھی رونے لگے امّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے

عرض کی یارسول اللہ آپ تو ہر قسم کی خطاؤں سے پاک اور معصوم ہیں آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ میں اپنی اُمّت کے لئے رحم اور شفقت کی بنا پر روتا ہوں خدا جانے میرے بعد اس کا حال ہو،

اِسی اثناء میں آپ نے فرمایا! میرے لئے میرے بھائی علی کو بلاؤ چنانچہ حضرت علی علیہ السلام آپ کے سرہانے آکر بیٹھ گئے آپ نے اپنا سر مبارک اُٹھایا اور حضرت علی نے آپ کے سر مبارک کو اپنے بازو کا سہارا دیا تو آپ نے ان کے لئے وصیتیں ارشاد فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ حضور رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجُھے دینی علوم کے ہزار باب سکھائے اور ہر باب میں مجھ پر دوسرے ہزار باب کھولے۔

اَب ہم خوش ہیں

روایت آئی ہے کہ جب ملک الموت نے اعرابی کی صورت میں آکر اجازت طلب کی تو آپ نے کچھ دیر توقف فرما کر اہلِ بیت کو فرمایا اسے اندر آنے کی اجازت دے دو چنانچہ حضرت عزرائیل علیہ السّلام نے آپ کی بارگاہ میں شرف باریابی حاصل کرتے ہوئے کہا اے اللہ کے نبی آپ پر سلام

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور مجھے آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ جب تک جبریل نہ آجائے میری روح قبض نہ کرنا،

عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی میں آپ کا فرماں بردار ہوں اُدھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہنم کے داروغے مالک کو حکم دیا کہ میرے محبوب کی روح مقدس آسمان کی طرف لائی جانے والی ہے دوزخ کی آگ کو ٹھنڈی کردے اور رضوان داروغہ بہشت کو وحی کی کہ میرے صفی کی روح مقدس کے لئے بہشت کو آراستہ کرے اور حورعین کو پیغام پہنچادے کہ وہ خود کو آراستہ کر لے میرے محبوب کی روح اس تک پہنچنے والی ہے ملائکہ ملکوت اور جبروت کی عبادت گاہوں کے مکینوں کو حکم ہوا اُٹھ کر صفیں آراستہ کرلیں روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانے والی ہے،

جبریل کو حکم ہوا بہشت سے میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دیبا کی پوشاک لے جا چنانچہ جبریل علیہ السلام روتے ہوئے حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوگئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں فرمایا اے دوست اس حال میں ہمیں اکیلے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟

جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! میں آپ ہی کے کام میں

مصروف تھا اور ایسی خبریں لایا ہوں جو آپ کی پسندیدہ اور آپ کی رضا کے مطابق ہیں؟

آپ نے فرمایا! جبریل وہ کیا خبر ہے؟ جبریل نے عرض کی!

النیز ان قد اخمدت والجنات قد زخفرت دا

لحورا لعین قد تزینت والملائکة قد صففت

لقدوم روحك

آپ کے استقبال کے لئے جہنّم کو ٹھنڈا کر دیا گیا ہے جنت کو آراستہ کر دیا گیا ہے حُورالعین کی تزئین کر دی گئی ہے اور ملائکہ صف آرا ہو گئے ہیں۔

حُجلۂ قدس برائے تو بیاراستہ اند
خُود خرا ماں گُذری کُن بتماشا گہ ناز
قدَ مے پیش نہ وقدرِ فلک رابفزای
برقع از رُخ فگن و جُملہ ملک رانبواز

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے دوست یہ خوشخبریاں اچھی ہیں مگر مجھے ایسی خبر سُنا جس سے میری آنکھیں روشن ہوں اور دل شاد ہو؟

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی! تمام انبیاء اور اُن کی اُمتوں پر بہشت اس وقت تک جائز نہیں ہو گا جب تک آپ اور آپ کی

اُمت بہشت میں داخل نہیں ہوگی۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبریل مجھے اس سے بھی کافی تر اور شافی تر خوشخبری سُناؤ؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یارسول اللہ یہ طے شدہ اَمر ہے کہ کل قیامت کے دن عرصہ گاہ حسرت وندامت میں جس کے فرق ہمایوں پر تاج شفاعت پہنایا جائے گا وہ آپ ہونگے اور سب سے پہلے شفاعت کا پروانہ جس کے ہاتھ میں وہ گا وہ آپ ہوں گے۔

حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اَے سفیر وحی اور مبلّغ اَمر و نہی مجھے وہ بشارت پہنچا جو میرے دل سے ملال کی گرہ کھول دے اور میری لَوحِ ضمیر سے اختلاف کا زنگ اُتار دے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی! اَے مقتدائے انبیاء و رسل اور اے پیشوائے مناہج سُبل آپ اپنے غم کا قصّہ بیان فرمائیں آخر آپ کو وہ کون سی ایسی فکر ہے کہ یہ سب خوشخبریاں آپ کے دل سے غم واندوہ کو دور نہ کرسکیں۔

حضور پیکرِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اے بھائی ہمیں اپنی اُمّت کا غم ہے اور ہم اس وقت اپنی اُمّت کے لئے بے حد مغموم اور مہموم ہیں کہ ہمارے بعد دُنیا میں اب اَسرارِ قرآنی کے سمندروں سے حقائق کے درخشاں موتی نکالنے کے لئے دُرّ رِ معانی کے طالب کس سے

رجوع کریں گے ماہ رمضان مبارک میں روز ہر کھنے والے ہمارے بغیر کیسے روزہ افطار کریں گے بیت الحرام کے حجاج ہمارے بغیر منیٰ کے منبروں پر کس طریقہ سے آئیں گے اور قیامت کے دن یہ امتی مہمات وامور کے سلسلہ میں کہاں جائیں گے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی اے سید وسرور آپ خوش ہو جائیں کہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے اُمتیوں کو اپنی پناہ میں رکھیں گے اور اس روز آپ کے اُمتیوں کی اس قدر بخشش فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

وصال محبوب

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اب ہمارا دل خوش اور آنکھیں روشن ہیں اے ملک الموت آگے بڑھ اور اس کام کو پورا کر جس پر تو مامور ہے۔

چنانچہ ملک الموت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ اطہر کو قبض کرنے میں مصروف ہو گئے اور آپ نے اس حالت میں چھت کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ مبارک اُٹھایا اور فرمایا!

بالرفیق الاعلیٰ اچانک آپ دست کرم واپس آیا اور آپ نے عالم وصال کی طرف رحلت فرمالی۔

رفت آن طاؤس عرشی سوئے عرش
چوں رسید اندر مشامس بوئے عرش
شاہبازے ایں قفس در ہم شکست
رفت و خوش بر ساعد سلطاں نشست

جناب سیدہ کی اشکباری

روایت میں آیا ہے کہ جناب ملک الموت نے حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین کو لے گیا اور کہا وا محمداہ یا رسول رب العلمین

حضرت حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے اُنہوں نے فرمایا میں نے آسمان سے سُنا وا محمداہ اور صحت کے ساتھ روایت ہے آئی ہے کہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال مکانی فرمایا،

جناب فاطمۃ الزہرا نے روتے ہوئے کہا!

یا ابتاہ اجاب ربا عاہ یا ابتاہ من جنت الفردوس

ماواہ۔ یا ابتاہ الیٰ جبریل ننعاہ

اے باجان اے پدر بزرگوار آپ کے پروردگار نے آپ کی دعا قبول کر لی اے اباجان آپ کی آرام گاہ جنت الماویٰ ہے

اباجان میں آپ کی تعزیت جبریل سے کرتی ہوں اور اس
مصیبت کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کرتی ہوں۔

روایت آئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کا اپنا وصال ہو گیا آپ شب و روز روتی رہتیں آپ کا ایک سانس بھی بغیر گریہ وزاری کے نہیں گذرا

کار او فتاد بے تو مرا گریستن
عیبت در غم تو مرا تا گریستن
شب تا بروز کار من و روز تا بشب
نالید نست در غم تو یا گریستن

جناب سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا اور بعض امہات المومنین و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وہ مرثیے کو انہوں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعزیت میں کہے بہت زیادہ اوراق کا مطالبہ کرتے ہیں تاہم ان سب کا مضمون افسوس سوز و غم اور اندوہ و ملال ہے۔

شعلۂ آتش ہجراں تو جاں می سوزد
وز رفاق تو دل پیر و جواں می سوزد
ایں چہ دردست کز و خون جگر می ریزد
دیں چہ سوزست کز و جان جہاں می سوزد

شرح ایں گم چہ تو لیم کہ قلم می شکند
وصف ایں حال چہ گویم کہ زباں می سوزد

غمِ مصطفےٰ میں رونے کی قیمت

اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ایک صحابی کا ارشاد ہے کہ جو آنکھ بھی حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں روئی وہ دوزخ کی آگ نہیں دیکھے گی اور یہ امر محض حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک ہی مخصوص نہیں بلکہ تا قیام قیامت آپ کے وصال مبارک کے تصور سے متاثر و متحیر ہو کر رونے والے اس حکم میں شامل ہیں،

اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کا غم تمام اُمت کے لئے ہے اور سب کا اس غم میں گریہ کناں اور اندوہناک ہونا لازم و واجب ہو گا بلکہ جن و ملک زمین و فلک ثابت و سیار جبال و احجار نبات و اشجار وحوش و ہوام ﴿حشرالارض﴾ سباع و سوام ﴿درندے﴾ مرغانِ ہوا ماہیان دریا سب کے سب اس غم میں شریک اور محزون والم زدہ ہیں۔

اے زہجرانت زمین و آسماں بگریستہ
سینہ و دل خوں شدہ روح درداں بگریستہ
کن فکاں چوں قابندو تو چو جانے لاجرم
در عزائے تو تمامی کن فکاں بگریستہ

نہ ہمیں ما خیاں بہر تو ماتم داشتیم
بلکہ رضواں نیز در باغ جناں بگریستہ
خوں گری اے دیدہ بہر سیدی کر ماتمش
در عزائے سید آخر زماں بگریستہ
اہل بیت آں دم کہ گریاں گشتہ از بہر رسول
سنگ خار ابر دل پر درد شاں بگریستہ

عظم اللّٰہ جو رنا بمصابنا بحضرت رسول اللّٰہ
صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ورزقنا شفاعۃ
الکبریٰ وادخلنا تحت بوالہٖ الاعظم

باب چہارم

سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام
کے بعض حالاتِ زندگی

اولادِ رسول

جاننا چاہئے کہ اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُولاد پاک میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں،

آپ کے ایک صاحبزادے کا اسمِ گرامی قاسم تھا جن کے باعث آپ نے اپنی کنیّت ابوالقاسم رکھی آپ کے دوسرے شہزادے کا اسم گرامی عبداللہ اور لقب طیب وطاہر ہے،

ان کی ولادت باسعادت آپ کی بعثت کے زمانہ میں ہوئی تھی جب کہ آپ کی شہزادیوں کے اُسمائے گرامی حضرت زینب حضرت اُمّ کلثوم حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہن ہیں مشہور قول کے مطابق آپ کی سب سے چھوٹی شہزادی سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا کے سوا آپ کی تمام اُولاد طاہرہ آپ کی حیاتِ ظاہری میں ہی رحلت فرمائی تھی جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت مُبارکہ کے سن میں اختلاف بسیار پایا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت معظمہ سے پانچ سال قبل آپ کی ولادت باسعادت ہوئی جبکہ بعض کے نزدیک آپ کی ولدت بعثت کے پہلے سال میں ہوئی۔

شیخ ابو محمد بن حسّام کتاب موالید میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سیّدہ کی ولادت مُعظمہ بعثتِ مبارکہ کے پانچویں سال میں ہوئی جبکہ شیخ مُفید نے رَوضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ جب جناب سیدہ اپنی والدہ مکرمہ جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بطنِ اطہر میں تھیں تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کو فرمایا۔

اے خدیجہ! جبریل نے ہمیں خبر دی ہے کہ تیرے ہاں بیٹی پیدا ہو گی اور اس کا نام فاطمہ ہے اس کی نسل طیب وطاہر اور برکت والی ہو گی۔

جناب سیّدہ کی ولادت باسعادت

جب سیّدہ فاطمۃ الزہرا کی ولادت مُعظمہ کا وقت قریب آیا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی شخص کو اپنے قریبیوں کے ہاں بھیجا کہ اُن کی عورتیں میری کفایت کے لئے آئیں قُریش کی عورتوں نے جواب بھیجا کہ اے خدیجہ تو ہمارے نزدیک گنہگار ہے تو نے ہماری بات نہ مانی اور عبداللہ کے یتیم کی زوجہ بن گئی تو نے فقیری کو امیری پر ترجیح دی ہے

اس لئے ہم تیرے پاس نہیں آئیں گی اور نہ ہی تیری کفایت کریں گی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ ان کے جواب سے غمزدہ محزون ہو گئیں تو اچانک گندمی رنگ اور لانبے قد کی چار خواتین آپ کے سامنے ظاہر ہو گئیں اور بنی ہاشم کی عورتوں کی طرح گفتگو کرنے لگیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ اُنہیں دیکھ رک ڈر گئیں تو ان میں سے ایک نے کہا اے خدیجہ! غم نہ کر اور نہ ہی تجھے ڈرنے کی ضرورت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں تیرے لئے بھیجا ہے اور ہم تیری بہنیں ہیں میں سارہ ہوں دوسری مریم ہیں تیسری حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کلثوم ہیں اور چوتھی فرعون کی بیوی آسیہ ہیں اور یہ سب بہشت میں تیری ساتھی ہیں۔

بعد ازاں اُن میں سے ایک خاتون آپ کے دائیں ایک بائیں ایک سامنے اور ایک پیچھے بیٹھ گئیں تو جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت ہو گئی۔

گلشنِ عصمت وطہارت کا پھول

جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا طاہرہ مُطہّرہ اور پاکیزہ جب زمین پر تشریف لائیں تو آپ کا نُور مبارک درخشاں ہو گیا چنانچہ آپ کے نُور نے مکہ معظمہ کے مکانوں کو گھیر لیا اور زمین کے شرق وغرب میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جسے اس نور نے روشن نہ کیا ہو۔

بر آسمان رسالت ہلالے از نو تافت
بوستان نبوت کلی زنو بشگفت

گُلستانِ احمدی کے اقبال کا شجر ثمر بار ہو گیا چمنستانِ سعادت مُحمّدی صلوات اللہ وسلامہ علیہ غنچۂ دلپسند سے آراستہ ہو گیا گُلشنِ عصمت کا پھُول تقدّس وطہارت کے باغ میں نسیمِ جمال اور شمیمِ کمال سے پیراستہ ہو گیا۔

تبارک اللہ از ایں اختر خجستہ کہ گشت
زنورِ طلعت او بُرج فضلِ نورانی

پہلا غُسل آبِ کوثر سے دیا

روایت میں آیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرۂ پاک میں جنت کی دس حُوروں کو بھیجا ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک طشت اور چمکتی ہوئی چھاگل تھی اور ان چھاگلوں میں کوثر کا پانی تھا۔

چُنانچہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیٹھی ہوئی خاتون نے جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو لے کر کوثر کے پانی سے نہلایا اور ایک سفید کپڑا نکال کر اعلیٰ قسم کی خوشبوؤں میں بسا کر آپ کو پہنایا اور ایسے ہی ایک اور پاکیزہ خوشبوؤں میں بسا ہوا کپڑے کا رومال آپ کے فرقِ طاہر پر باندھ کر کہا اے خدیجہ اب اس پاک اور پاکیزہ کو لے لیں اللہ تعالیٰ

ان پر اور ان کی اولاد پر برکت کرے اور دُوسری خواتین نے بھی جناب خدیجۃ الکُبریٰ کو مبارک باد پیش کی۔

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے خُوشی خُوشی بیٹی کو گود میں لیا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام فاطمہ رکھا آپ کی کنیت اُم محمد لقب راضیہ مرضیہ میمونہ زکیہ بتول اور زہرا ہیں آپ کے فضائل و مناقب بے شمار اور لاحصر ہیں۔

سب سے زیادہ محبّت

روضۃ الاحباب میں آیا ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟

فرمایا! فاطمہ

پوچھا مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟

فرمایا! فاطمہ کا شوہر

عورت کے لئے بہتر چیز

یہ روایت بھی پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ

عورتوں کے لئے بہتر چیز کیا ہے؟

صحابہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا کیا جواب دیا جائے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم اپنے گھر تشریف لائے اور مجلس میں ہونے والا واقعہ جناب سیدہ کے گوش گذار کیا۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا آپ نے یہ کیوں نہ بتایا کہ عورتوں کے لئے سب سے بہتر چیز یہ ہے کہ غیر مردوں کو نہ دیکھیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم دوبارہ مسجد میں تشریف لائے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں یہی جواب دہرا دیا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے علی تو نے یہ جواب کہاں سے معلوم کیا؟

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی! آپ کی بیٹی فاطمہ سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیوں نہ ہو فاطمہ میرا ٹکڑا ہے؟

کیا سیّدہ بیٹوں کے قاتلوں سے خُوش ہیں؟

صحت کے ساتھ روایت آئی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت فاطمہ کیا ناراضگی سے ناراض اور خوشی سے خوش ہوتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کیا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنے بیٹوں کے قاتلوں سے خوش ہیں یقیناً آپ اُن سے ناراض ہیں اور جناب فاطمہ کی ناراضگی خدا کے غضب کا سبب ہے پس وہ

ستمگار ظالم اور بد بخت گدار خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے غضب میں گرفتار ہیں اور ان کے سلسلہ میں جو عذر پیش کیا جاتا ہے اُسے کوئی نہیں سُنے گا۔

قتل اولاد نبی آں گاہ عذر
بیشک آں عذر یست بد تر از گناہ

گمشدگیِ امام حسین

روایات میں آیا ہے کہ ایک روز حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے حضرات امامین حسنین کریمین علیہما السلام اُس وقت بچے تھے جناب امام حسین علیہ السلام گھر سے نکلے اور مدینہ منوّرہ کے نخلستانوں کی طرف چلے گئے،،

آپ لہلاتے درختوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کہ اچانک صالح بن دفہ یہودی نے آپ کو اکیلے دیکھا تو اٹھا کر لے گیا اور اپنے گھر میں جا کر چھپا دیا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا جناب حسین گھر میں نہ پہنچے تو جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بے قرار و مضطرب ہو گئیں۔

راوی فرماتے ہیں کہ جناب سیدہ اُس روز ستّر بار اپنے گھر کے دروازہ میں آئیں تا کہ کسی کو تلاشِ حسین میں روانہ کریں مگر باہر کسی کو موجود نہ پا کر واپس چلی جاتیں۔

بالآخر آپ نے امام حسن علیہ السلام کو فرمایا! اے جان مادر جا کر اپنے بھائی کی تلاش کر کیونکہ میرا زخمی دل اُس کے فراق میں جل رہا ہے اور میرے سینے کی بھٹی سے غم کے شعلے اُٹھ رہے ہیں۔

جناب امام حسن علیہ السلام والدہ محترمہ کا حکم سن کر اُٹھے اور بھائی کی تلاش میں مدینہ منورہ کے باہر نخلستانوں میں جا کر کہنے لگے اے حسین ابن علی اے نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک تو کہاں ہے اور تو کیوں اپنے بھائی کو اپنا دیدار نہیں کراتا۔

دل ماتمام بردی رخ خود نمی نمائی
کجات جویم اے جاں زکہ پرست کجائی

گفتگوئے آہو

جناب امام حسن علیہ السلام صدا پر صدا دے رہے تھے مگر ان صداؤں کو جواب نہیں مل رہا تھا اچانک وہاں پر ہرن ظاہر ہوا اور امام حسین علیہ السلام کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

اُے ہرن! تو نے میرے بھائی حسین کو دیکھا ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیمن و برکت سے اُس ہرن کو قوت گویائی حاصل ہو گئی اور اس نے کہا اے نور دیدۂ پیغمبر اور سرور سینۂ زہرا وحیدر انہیں صالح بن رفعہ

یہودی اُٹھا کر لے گیا ہے اور اُس نے اُنہیں اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے آپ اس خزانہ کو اس کے ویرانہ میں اور اس موتی کو اس کے خزانہ میں تلاش کریں۔

امام حسن کی یہودی سے گفتگو

جناب سیدنا امام حسن علیہ السلام خراماں خراماں صالح کے گھر تشریف لائے اور اس کے دروازہ پر آ کر اسے آواز دی صالح باہر آیا تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا!

میرے بھائی حسین کو باہر لا کر میرے حوالے کر دے ورنہ میں اپنی والدہ ماجدہ سے کہہ دوں گا اور اُن کی آہِ سحر گاہی اور یارب کی صدا دربار الٰہی میں پہنچ جائے گی اور روئے زمین کا ایک یہودی بھی زندہ نہیں رہے گا اور میں اپنے والد گرامی کو بتا دوں گا تو ان کی تیغ آبدار یہودیوں کو چیر کر رکھ دے گی۔

اور میں اپنے نانا سے درخواست کروں گا تو ان کے ترکش اخلاص کا تیرِ دُعا یقین کی کمان سے نکل کر قاب قوسین کے ہدف پر پہنچا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے قبول فرمالے گا اور تمام یہودی بے جان ہو جائیں گے۔

امام حسن علیہ السلام کی یہ گفتگو سن کر صالح حیران رہ گیا اور اس تلاش وجستجو پر متعجب ہو کر کہنے لگا اے بیٹے تمہاری والدہ محترمہ کون ہیں؟

تعارف اور گفتگو کا اثر

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! میری والدہ محترمہ زہرۂ زہرا ہیں

روضۂ خضرا ہیں،

صفوتِ خاندان رسالت ہیں،

واسطۂ قلادۂ عزّت وجلالت ہیں،

درۂ صدفِ عصمت ہیں،

غرّہ چہرۂ علم وحکمت ہیں،

نُقطۂ دائرۂ مناقب ومفاخر ہیں،

لمعۂ ناصیۂ محامد ہیں تو اُن کے وجود مبارک کا نشان بہشت بریں کے سیب کے خمیر سے اُٹھایا گیا ہے ان کے ضمانت نامہ میں گنہ گاروں کی آزادی تحریر ہے وہ سادات کی ماں اور سعادتوں کا مجمع ہیں اُن کے لئے اہل محشر کی نگاہیں جھک جائیں گی اور ان کا اسم گرامی بتول عذرا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہے۔

صالح نے کہا! مجھے آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں معلوم ہو گیا اب آپ اپنے والد گرامی کا تعارف بھی کروادیں کہ وہ کون ہیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! میرے والد گرامی شیر یزدان اور شاہ

مردان ہیں وہ میدان حرب میں تلوار چلانے ہیں وہ منکرین اور سرکشوں پر نیزہ برسانے والے ہیں وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے ہیں اور پانی جان کو سید انس و جان پر فدا کرنے والے ہیں،

جبریل آسمان سے ان کی شجاعت و بہادری کی منادی کرتے ہیں ان کے اللہ نے ان کا نام علی رکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تکریم و تعظیم اک اہتمام کرتے ہیں وہ غالب آنے والے سردار ہیں اور ان کا نام محور فلک مواہب علی ابن ابی طالب ہے۔

صالح نے کہا! میں نے آپ کے والدِ گرامی کو بھی جان لیا اب آپ مجھے اپنے جدامجد کے بارے میں بھی بتائیں کہ وہ کون ہیں؟

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا!

وہ شرف خلیل کے صدف کے موتی ہیں،

وہ مقدس اسماعیل کے شجر کا ثمر ہیں،

وہ قندیل بزرگی کا درخشندہ نور ہیں،

جو بادشاہ جلیل کے عرش کی بلندیوں سے مکہ معظمہ میں لٹکائی ہوئی ہے،

اُنہوں نے عشاء کی نماز مسجد اقصیٰ میں گذاری سنتیں عرش مجید کے نیچے پڑھیں اور مقام قاب قوسین پر پہنچ گئے،

وہ جنّوں اور انسانوں کے رسول ہیں،

وہ دونوں جہانوں کے امام ہیں،

وہ کونین کے سردار اور نظام دارین ہیں،

وہ مُقتدائے حرمین اور مشرقین و مغربین والوں کے پیشوا ہیں،

وہ جد سبطین سندین ہیں،

میں حسن ہوں اور حسین میرے بھائی ہیں جناب امام حسن علیہ السلام نے یہ مناقب بیان فرمائے تو آپ کے اس کلام کے صیقل نے صالح کے دل کا آئینہ غبار کفر سے صاف کر دیا اور اس کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو بہنے لگے چنانچہ اس نے حیرت زدہ نگاہوں سے امام حسن علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا۔

اے آفتاب عالم جاں نُور رُوئے تو
سدِ دِلِ اسیر سلسلۂ مشکبوئے تو
کردی سخن اُدا اُو صدف وار گوش من
پر دُرِّ شاہوار شُد از گفتگوئے تو

صالح کا اسلام اور امام حُسین کی واپسی

پس صالح نے کہا اے جگر گوشۂ رسول خدا اور اے نور دیدۂ علی المرتضیٰ اور اے سرورِ دل فاطمۃ الزہراء اس سے پہلے کہ میں آپ کو آپ کے

بھائی سے ملاؤں آپ اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی مہر میرے دل کے نگینے پر ثبت فرمائیں تاکہ میں احکام اسلام کے سامنے گردن جھکاؤں اور فرامین قرآن کا مطیع وفرمانبردار بن جاؤں،

امام حسن علیہ السلام نے اس پر اسلام پیش کیا تو صالح خلوص دل سے مسلمان ہو کر اپنے گھر کے اندر گیا اور امام حسین علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر باہر آیا اور ان کا ہاتھ امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں دے دیا۔

بعد ازاں سونے اور چاندی کا ایک تھال بھر کر ان دونوں پر نچھاور کیا کیا امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں آئے تو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے قلب اطہر کو چین مل گیا۔

رُخ مودی ودلم رَافرحے رُوئے نمود
آمدی و ز قدمت جاں بتنم باز آمد

آستانۂ بتول پر

دوسرے دن صالح اپنی قوم کے ستّر افراد کے ساتھ مسلمان ہو کر جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بیت الشّرف پر حاضر ہوا اور کلمۂ شہادت کی آواز دیتے ہوئے اپنی سفید ڈاڑھی کو جناب سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی چوکھٹ سے ملنے لگا،

پھر اس نے سوزِ سینہ اور کمال نیاز مندی سے روتے ہوئے کہا اے

بنت مصطفےٰ میں نے بہت برا کیا کہ آپ کو آپ کے بیٹے کی جدائی میں پریشان کیا میں اپنی اس حرکت سے سخت پریشان ہوں میری اس خطا کو معاف فرمائیں۔

جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اسے پیغام بھیجا کہ میں نے اپنا حصہ تجھے معاف کیا مگر یہ علی المرتضیٰ کے بیٹے ہیں تو ان سے عذر خواہی کو اور معافی مانگ۔

دربارِ علی میں

صالح حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کی واپسی کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ آپ غزوہ سے تشریف لائے تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر صُورتِ حال بیان کی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے ارشاد فرمایا

اَے صالح! میں تجھ پر خوش ہوں اور تیرے اس گناہ سے درگذر کرتا ہوں مگر یہ دونوں باغ رسالت کے پھُول اور چمنستانِ جلالت کے شجر ہیں یہ یہ دونوں سیّدِ عالم کے جگر گوشے اور تاجدارِ اولادِ آدم کے نورِ نظر ہیں تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں جا کر عذر خواہی کر۔

بارگاہِ رسول میں

صالح روتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ

میں حاضر ہوا اور عرض کی اے رسولوں کے سردار اور سارے جہانوں کی رحمت صالح خطا کار ہے،

اس نے آپ کے جگر گوشہ پر ظلم و جفا کیا اور اُنہیں ان کی والدہ اور بھائی کی اجازت کے بغیر اپنے گھر لے گیا اور جب واقف حال ہو تو اسی وقت اُنہیں اُن کے بھائی کے سپرد کر دیا اب اس نے یعنی میں نے سلام پر کمر باندھ لی ہے اور شریعت وسنت کی اتباع پر قائم ہو گیا ہوں اور جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر تائب ہو کر رجوع کو سامنے لایا ہوں مجھے اپنے کئے پر بے حد افسوس ہے آپ مجھ پر رحم فرمائیں اور میرے گناہ سے اور گذر فرمائیں۔

دربارِ خداوندی میں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صالح میں نے اپنا حصّہ تجھے معاف کر دیا مگر حسن وحسین دونوں ہی خدا کے برگزیدہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے معاف کر دے اور تجھ سے خوش ہو جائے تو تیرا ہر نقصان نفع بن جائے گا۔

صالح بے چارہ صحرا کی طرف نکل گیا اور تضرّع وزاری کرتے ہوئے بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگا

الٰہی! میں نے گناہ کیا ہے اور اپنے حال کو تباہ کر لیا ہے اور اس بے ادبی سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر لیا ہے۔

یارب بدرِ تو عُذر خواہ آمدہ ام
بگریختہ بودہ ام براہ آمدہ ام
اکنوں زپے عذر گناہ آمدہ ام
بپذیر کہ با حال تباہ آمدہ ام

اب معافی ہوتی ہے

صالح اس طرح سترہ دن شب و روز روتا ہوا صحراؤں میں پھرتا رہا بالآخر اس کا نالہ شب منزل ثریا سے گذر گیا چنانچہ اٹھارہویں روز حضرت جبریلِ امین خالق کائنات کے حضور سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے سردار آپ کے خدا نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اُس بُوڑھے مجروح کو واپس بلا لیں میں نے اس کی توبہ بقول کر لی ہے اور اس کے گناہوں پر قلم عفو پھیر دیا ہے اور اس کا نام اپنے دوستوں کے جریدہ میں لکھ لیا ہے۔

غور کیجئے

میرے عزیز! اس بات پر نظر کر کہ ایک کافر نے اتنی سی خطا کی کہ امام حسین علیہ السلام کو اپنے گھر میں لے جا کر چھپا لیا نہ اُنہیں طمانچہ مارا اور نہ اُنہیں کوئی سخت بات کہی اس کے بعد وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوا تو کفر کو

چھوڑ کر مسلمان ہو گیا اور اس قدر تضرّع وزاری کی کہ اللہ تعالیٰ اُس سے خوش ہو گیا اور وہ ستم گار اور ظالم جنہوں نے جگر گوشۂ مصطفےٰ نُور دیدۂ زہرا کے زہرِ قہر سے بہتر ٹکڑے کر دیئے اور علی المرتضیٰ کے پسندیدہ بیٹے کو کرب و بلا میں تیغ بے دین کے ساتھ بہتر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ان کا حال کیا ہوگا۔

اَے کمر بستۂ خونریزی اولاد رسول
ہیچت آخر ز خداوند جہاں شرم نہ بود
ہیچ اندیشہ نہ کردی کہ رسول ثقلین
اَز پئے حُرمتِ ایشاں چہ وصیت فرمود
آہ ازآں دم کہ کند فاطمہ از جور تو داد
مُصطفےٰ بر تو غضبناک و علی خشم آلود

مناقبِ بتول

اب ہم جناب سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے مناقب میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں جو کتابوں میں مذکور ہیں حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں نے مجھ سے پُوچھا تو نے کب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہیں کی میں نے کہا تھوڑا ہی وقت گذرا ہے میری ماں نے مجھے ڈانٹا اور گالیاں دیں میں نے کہا کہ آپ مجھے معاً فکر دیں تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کروں

اور پھر آپ کی اور اپنی بخشش کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے التماس کروں۔

میری والدہ نے مجھے اجازت دے دی اور میں نے مغرب اور عشاء کی نماز حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیّت میں ادا کی آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے حجرہ کی طرف چل دیئے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا میں نے دیکھا کہ ایک شخص راستے میں اور غائب ہو گیا آپ پھر چلنے لگے تو میں بھی آپ نے فرمایا کیا یہ حذیفہ ہے؟

میں نے عرض کی ہاں! یارسول اللہ آپ نے پُوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ میں نے عرض کی آپ میری اور میری ماں کی بخشش طلب فرمائیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری اور تیری والدہ کی مغفرت فرمائے پھر فرمایا جس شخص نے راستے میں ہمارے ساتھ مُلاقات کی تھی تو نے اسے دیکھا؟ میں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ!

آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ تھا جو اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے اپنے پروردگار سے اجازت طلب کی تھی کہ مجھ پر سلام کہے اور مجھے یہ خوشخبری سُنائے کہ فاطمہ جنّت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین جنّت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! تیرے لئے دونوں جہان کی عورتوں سے

یہ کافی ہیں یعنی ان میں سے جو مناقب اور علو مرتبت کی جہت سے آراستہ ہیں وہ مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔

شان زہرا کب سے ہے

ابن بابویہ "کتاب آل" میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور جناب حوا کو بہشت میں متمکّن فرمایا تو یہ دونوں باغ فردوس میں چلتے ہوئے خود کو انتہائی عزّت واحتشام کے مقام پر دیکھتے۔

ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے جناب حوّا کو فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے نہایت خوبصورت بنایا ہے اور لوح وجود پر تجھ سے خوبصورت تر کوئی نقش تحریر نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم حوا علیہا السلام فردوس اعلیٰ میں آئے تو انہوں نے بہشت کے ایک انتہائی خوبصورت تخت پر ایک لڑکی کو دیکھا اس کے سر پر نُور کا تاج تھا اور نُور ہی کے دو گوشوارے اس کے کانوں میں تھے اور اس کے چہرۂ انور کی نور سے بہشت اس طرح روشن تھا جیسے آفتاب چمک رہا ہو۔

تو رُخ نمودی و عالم تمام نُور گرفت

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے جبریل! یہ کس شخص کی بیٹی ہے

جس کے چہرے کے نور سے ریاض جنت نورانی ہو گیا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی یہ اولاد سے پیغمبر آخر الزّمان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا وہ تاج کیا ہے جو انہوں نے سر پر پہن رکھا ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ اُن کے شوہر حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا! وہ گوشوارے کیا ہیں جو انہوں نے کانوں میں پہن رکھے ہیں؟

جبریل علیہ السلام نے کہا یہ اُن کے بیٹے حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے جبریل کیا یہ لوگ مجھ سے پہلے پیدا کیے گئے ہیں؟

جبریل علیہ السلام نے کہا اے آدم یہ آپ کی پیدائش سے چار ہزار سال قبل خداوندِ عالم کے پوشیدہ علم میں موجود تھے۔

آں دم کہ خانہ بر سر کوئے تو ساختم
آدم ہنوز محرم خلد بریں نہ بود

آں دم کہ ما ببار امانت در آمدیم
جبریل در خزانہ رحمت میں نہ بود

حدیث کساء

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحت کے ساتھ روایت پہنچی ہے اُنہوں نے فرمایا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون کا کمبل اوڑھے ہوئے باہر نکلے تو ان کے سامنے امام حسن علیہ السلام آگئے آپ نے اُنہیں کمبل میں چھپالیا پھر حسین علیہ السلام آگئے تو ان کو بھی کمبل میں چھپالیا اُن کے بعد حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہا السلام آئے اور آپ نے ان کو بھی کملی میں چھپالیا تو جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوگئے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اللہ چاہتا ہے اے اہل بیت تم سے رجس کو دور کر کے خوب خوب پاکیزہ فرما دے،،

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۳۳﴾

اور ان چاروں افراد کے حق میں آپ نے فرمایا

انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمنکم

یعنی جو ان سے جنگ کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا جو ان سے صلح رکھے گا میں اس سے صلح رکھوں گا۔

جناب سیّدہ کو شادی کا بلاوا

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا مکہ معظمہ میں آٹھ سال تک اپنے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہیں اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُن کی بہت سادہ تکریم منقول ہے ان میں سے بعض کتابوں میں آنے والی ایک یہ روایت ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوار کعبہ سے پشت مبارک لگائے مسجد الحرام میں تشریف فرما تھے کہ قریش کی عورتوں کی ایک جماعت لباس فاخرہ پہنے ہوئے آپ کے پاس آئی اور اُن عورتوں نے آپ سے کہا اے محمد! اگرچہ ہم آپ کی ملّت سے بیگانہ ہیں مگر نسبت وقرابت کے لحاظ سے آپ سے الگ نہیں ہیں ہم سب ایک شہر کے رہنے والے اور ہم خانہ ہیں اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ آپ سے کلی طور پر رشتہ رحم کو منقطع کر لیں آج آپ کی فلاں رشتہ دار لڑکی کی فلاں لڑکے کے ساتھ شادی ہے جس کے جشنِ عروسی میں ہم لوگ حصّہ لے رہے ہیں آپ بھی اپنی صاحبزادی فاطمہ کو وہاں پر بھیج دیں تا کہ یہ بھی جشنِ عروسی کو دیکھے اور رسم اپنائیت کو بجالائے۔

نیز یہ کہ! اپنی تشریف آوری سے ہمارے گھر کو رونق اور ہماری مجلس کو زینت بخشے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر توقف کرنے کے بعد فرمایا اچھی بات ہے تم جاؤ ہم فاطمہ کو بھیج دیں گے وہ عورتیں چلی گئیں تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے اور کہا اے جان پدر مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خلقت کے ساتھ خلق سے پیش آؤں اور دشمن کے آزار و جفا کو تحمل سے برداشت کروں اور ان کے زہر نفاق کا مقابلہ شکر کی شکر سے کروں۔

جنگ باید ید و پندار ید صلح

زہر باید خورد و پندارید قند

آج عرب کی عورتیں تیرے باپ کے پاس یہ درخواست کر آئی تھیں کہ تو ان کے گھر جائے اور ان کے عقد و عروسی کے موقعہ پر ان کے ہاں موجود رہ کر شادی میں شرکت کرے

میں نے ان کی یہ بات قبول کر لی ہے کہ تجھے وہاں بھیج دوں گا تیرا اس امر میں کیا مشورہ ہے؟

جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے عرض کی کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم درست اور کافی ہے میں حکم کی بندی ہوں اور آپ کے حکم سے سرتابی کی طاقت نہیں رکھتی۔

مرا تو جان عزیزی و شاہ محترمی
بہرچہ حکم کنی برو جود من حکمی

پریشانی یہ ہے

بعدازاں جناب سیدہ نے کہا اب اجان! میں آپ کے حکم کے مطابق ان کی مجلس میں ضرور جاؤں گی مگر حیران ہوں کہ کون سے کپڑے پہنوں اور کس لباس میں وہاں جاؤں اُن عورتوں نے نہایت خوبصورت کپڑے پہنے ہوں گے اور نہایت قیمتی لباس سے آراستہ ہوں گی ہوسکتا ہے کہ وہ مجھے پرانی چادر اور پرانے کپڑوں میں دیکھ کر طعنہ زنی کریں اور میری حالت پر افسوس کرتے ہوئے مریاذاق اڑائیں وہاں پر عتبہ کی بیوی شیبہ کی بیٹی اور ابوجہل کی بہن فضول گو کج فہم اور رعونت بھری بے ادبوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہوں گی اور مجھے اس حال میں دیکھیں گی۔

ابا جان آپ عرب کی لڑکیوں کی لاف وگذاف کو اچھی طرح جانتے ہیں حمالۃ الحطب جو کہ آپ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی ہے اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ جسے آپ کی غیبت کے سوا کام ہی نہیں یہ دونوں بھی اُس مجلس میں موجود ہوں گی۔

ابا جان آپ کے ضمیر منیر پر اچھی طرح روشن ہے کہ یہ سب میری والدہ محترمہ خدیجہ کے پاس آیا کرتی تھیں اور ہر روز ان کے حضور میں حاضری

دیتی تھیں آج یہ سب دیبائے رومی خز مصری بردیمنی اور حُلّۂ عراقی پہنے قیمتی زیورات سے آراستہ ہو کر بیٹھی ہوں گی علاوہ ازیں وہ زرد جواہر سے مزین تاج سروں پر رکھے ہوئے زربفت کے تکیوں سے ٹیک بیٹھی ہوں گی جبکہ میرے سر پر وہ چادر ہو گی جس میں کہیں پر تو کھجور کی چھال کی اور کہیں اون کے دھاگے پیوندکاری کی گئی ہے؟

ابا جان! جب میں اِن حالات میں اُن کی مجلس میں جاؤں گی تو وہ مجھے دیکھ کر یہ نہیں کہیں گی کہ اس لڑکی کا حال دیکھو! جب اس کی والدہ کا عقد ہوا تھا تو اس کی گردن میں خراج مملکت کا ہار تھا اور اب یہ لڑکی ٹاٹ کا لباس پہنے ہوئے ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اے پدر بزرگوار اگرچہ ان عورتوں سے یہ راز پوشیدہ نہیں اور وہ اچھی طرح جانتی ہیں کہ گلستان نبوت میں نشوونما پانے والا اور جو بار رسالت سے بلند ہونے والا درخت ریشمیں ملبوسات اور خوبصورت زیورات کا طالب نہیں ہوتا بلکہ وہ دنیا کی کسی متاع غرور پر فریفتہ نہیں ہوتا مگر یہ ان تمام صورتوں کو نگاہ ظاہری سے دیکھتی ہیں اور نگاہ بصیرت سے اس کا مشاہدہ نہیں کرتیں۔

وے کہ آں صورت پرست از حال ما آگاہ نیست
آرے آرے اہل صورت را بمعنی راہ نیست

اگر آج میری ماں زندہ ہوتی

ابا جان! اگر آج میری والدہ ماجدہ جنابِ خدیجہ موجود ہوتیں تو ان عورتوں میں یہ داعیہ نہ پیدا ہوتا اور نہ ہی ان کے ذہنوں میں کبھی خیال پیدا ہوتا اب جب کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جوار رحمت میں چلی گئی ہیں تو میں اُن کے فراق کی خزاں میں بلبل بے قرار کی طرح خوشبوئے گلزار پر گریہ کناں ہوں اور عرب کی عورتوں کے خارِ طعن سے شرمندگی کے باعث ماں کا یاد کر کے زار و قطار رو رہی ہوں۔

ہر گاہ کہ دلم از غم دلدار بنالد
از نالۂ زارم در و دیوار بنالد
عیبم مکن اے دوست اگر زالہ بنالم
کاں را کہ فراقست بنا چار بنالد

بیٹی غم نہ کر

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ کہا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بیٹی کا یہ حال دیکھا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اشکبار ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا! اے جان پدر غمزدہ نہ ہو لباس فاخرہ اور قیمتی زیوارت ہمارے نزدیک کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے۔

گو ہد ہد کے سر پر تاج ہوتا ہے مگر اس کی بد بو مشام کی تکلیف کا باعث ہے اگر چہ مور کا ہلباس نہایت خوبصورت اور چمکدار ہوتا ہے مگر اس کے سیاہ پاؤں اسے رسوا کر دیتے ہیں آج جو پھول کی طرح زرد و سرخ لباس پہن کر تکبر کے باغ میں جلوہ گری دکھاتا ہے کل بے قیمت کانٹے کی طرح جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔

ابو جہل کی بہن اگر آج جہالت سے طوق زریں گردن میں پہنتی ہے۔ تو کل قیامت کے دن اُس کی گردن میں طوق آتش ہوگا عتبہ کی بیٹی اگر آج عیش و عشرت کے گاؤ تکیے پر ٹیک لگا کر بیٹھتی ہے تو آخرت میں اُس کا عتاب اُس کے پیچھے ہوگا اے میری بیٹی باعث فخر کلیم فقر ہے کیونکہ کلیم اللہ کلیم پہن کر طور کی بلندیوں کے محرم اور قبۂ نور کے مقرب بنے تھے۔

ماؤ کلیم فقر و کہ تارے ازاں بہ است
از حلۂ یمانی و دیبائے ششتری
ماؤ پلاس عجز کی در دیدۂ خرد
زیبا تراز ملابس خزاست و عبقری

انعام و پیغام خداوندی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ رب جلیل کی طرف سے حضرت جبریل

علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ فاطمہ سے شادی میں شرکت کے لئے کہیں کیونکہ ان کے وہاں جانے سے عجیب وغریب اسرار واحوال کا ظہور ہو گا اور ان لوگوں میں سے بعض عورتیں ان کے قدوم کی برکت سے ان کا شکار ہو کر کفر کی قیس سے نجات حاصل کر لیں گی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پیغام سن کر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا اے میرے جگر کے ٹکڑے! ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کی وحی اور قواعد امر ونہی لانے والا طاؤس ملائکہ آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ سے میرے پاس آیا تھا اور اس نے اللہ رب العزت کا پیغام دیا ہے کہ فاطمہ کو قریشیہ عورتوں کی مجلس عروسی میں جانے کے لئے کہوں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی اے میرے ابّا جان اے سید البشر اور شفیع محشر میں آپ کی فرمانبردار ہوں میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ دنیا سرائے ماتم ہے اور ماتم کدہ میں نظارۂ عروسی عجیب سا لگے گا مگر اب جبکہ حکم خداوندی آ گیا ہے تو مجھ میں مجال توقف نہیں پس جناب بتول عذرا سلام اللہ علیہا فقر کا آنچل اوڑھے اور خود کو ردائے عصمت میں چھپا کر باپ کے گھر سے بغیر کسی خادمہ اور حاجبہ کے اس طرح روانہ ہو گئیں جس طرح آفتاب عالمتاب اکیلا سفر کرتا ہے۔

چہ غم خورشید تاباں را اگر تنہا رود رہ
چہ غم سرو خراماں را اگر یکتا بروں آید

پوشاکِ زہرا کی شان

روایت میں آیا ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کے پھٹے پرانے لباس کی حفاظت کے لئے اسے لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا دختران قریش اور خواتین عرب آنکھیں کھولے اور کان لگائے جمع تھیں جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالی قدر صاحبزادی پرانی قمیص اور اون کا آنچل زیب بدن کئے تشریف لائے تو ان عورتوں کو آپ کا یہ پھٹا پرانا لباس اس طرح معلوم ہوا جس طرح سونے کی اتاروں کے لباس پر لعل وجواہر سے نقش ونگار بنائے گئے ہوں آپ کے لباس کی زیب وزینت دیکھ کر قریشیہ عورتوں کی آنکھوں سے اندوہ رشک کے آنسو ٹپکنے لگے اور حسرت کی آگ اُن کے سینوں میں شعلہ زن ہوگئی وہ انہی اندیشوں میں گم تھیں کہ آواز آئی جناب فاطمہ آگئی ہیں

پھر جب جناب زہرا سلام اللہ علیہا نے اُن کے گھر میں قدم مبارک رکھا تو اس گھر کی دیواریں آپ کے نور کی شعاؤں سے اس طرح جگمگانے لگیں جیسے آفتاب طلوع ہو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اُنہیں رسمِ جاہلیت کی بجائے السلام کے طریقہ پر سلام کیا۔

کردی سلام و زوق سلامت بدل رسید
دیں خانہ از سلام تو دار السلام شد

حاضرین مجلس اس قدر متحیر تھے کہ مجال جواب نہ رہی تاہم وہ دیکھ رہے تھے کہ بنت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خراماں خراماں تشریف لے آئی ہیں اور آپ کا حُلّہ نور جس کی مثال چشمِ زمانہ نے کوئی لباس نہیں دیکھا تھا آپ کے پاؤں مبارک میں گھسٹ رہا ہے درشہوار یاقوت آبدار لعل درخشندہ فیروزہ رخشندہ اور تابندہ زمرد جیسے جواہر پارے جن کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں آپ کے تاج مبارک میں جڑے ہوئے تھے ہاتھوں میں ایسے سونے کے بازو بند تھے جس کی مثال دنیا کی کسی کان کے زر خالص میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کسی سنار کا ہاتھ اُن تک پہنچا تھا مروارید کی لڑیاں اُن کے لباس مبارک کے چاروں طرف لٹک رہی تھیں بہر حال! آپ کے لباس اور زیوارت کی چمک دمک ہر جہت سے انوکھی اور خیرہ کن تھی علاوہ ازیں بہشت کی حوریں اور پاکیزہ کنیزیں آپ کی خدمت گاری کے لئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں کسی نے آپ کی ردائے اقدس کا پلو تھام رکھا تھا تا کہ زمین پر گھسٹنے سے غبار آلود نہ ہو جائے کسی نے آپ کے آنچل مبارک کو احترام واکرام سے پکڑ رکھا تھا تا کہ اسے مٹی نہ لگ جائے کوئی آپ کو مصفا پنکھے سے ہوا دے رہی تھی کوئی خوشبودان میں عود سلگائے آپ کی خدمت میں حاضر تھی تا کہ آپ کے صدقہ سے اہل عالم کے مشام معطر ہو جائیں۔

ایک طرح آپ کے دشمنوں کی بدنظری کو دفع کرنے کے لئے حوران بہشتی کا لادانہ جلا رہی تھیں اور دوسری طرف آپ کے محبّان کے لئے دعا کر رہی تھیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس رعب وداب اور شکوہ وسطوت کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوئیں تو وہ عورتیں زبان حال سے پکار اٹھیں۔

تو از ہر در کہ باز آی بدیں خوبی در عنائی
درے باشد کہ از رحمت برو ئے خلق بکشائی
بزیور ہا بیار ایند و قتے خوبرو یاں را
تو سمیں تن چناں خُو بی کہ زیور ہا بیارائی
ملامت گوئی بے حاصل ترنج از دست نشا سد
درآں ساعت کہ چوں یوسف جمال از پردہ بنمائی

غرور والیوں کے سر جھک گئے

جب اس گوہر صدف خلق ادب پر خواتین عرب کی نظر پڑی تو ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں

اور ان کے فہم وادراک کا شیشہ سیاہ ہو گیا وہ بے اختیار ہو کر اپنی نشستوں سے اُٹھ کھڑی ہوئیں اور کہنے لگیں یہ کس سلطان کی بیٹی اور کس خاقان کی حرم ہیں۔

ایں کیست ایں ایں کیست ایں در حلقہ نا گاہ آمدہ
ایں نور اللہ است ایں از نزد اللہ آمدہ
ایں بخت و دولت را نگر ایں لطف و رحمت را نگر
در حارۂ بد اختراں با رُوئے چون ماہ آمدہ

یہ کون خاتون ہیں جن کے چہرۂ انور کا نور آفتاب و ماہتاب پر غالب آ گیا ہے اور ان کا یہ لباس کہاں سے آیا ہے کہ ایسا لباس شہر عرب کے خزانوں میں بھی نہیں شاید یہ کپڑے مصر و اسکندریہ کے دستکاروں کے ہاتھوں بنے ہیں اور اس کا دھاگہ روم و فرنگ کے ہنرمندوں نے تیار کیا ہے؟

انہیں کیا معلوم کہ یہ لباس خزانۂ غیب سے ظاہر کیا گیا ہے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کی پوشاک انہیں اطلس و دیبا کی صورت میں دکھائی گئی ہے۔

بہر حال! جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو ان کے تمام اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا اور انہوں نے کانپتے ہوئے تخت کی مسند جناب سیدہ کے لئے خالی کر دی اور سب نے شرمندہ و منفعل ہو کر اپنے سر آپ کے حضور میں جھکا دیئے۔

ہر نازنیں کہ بر مہ و خور حسن می فروخت
چوں تو در آمدی پے کارِ دگر گرفت

دولت ایمان مل گئی

جمع شدہ کافروں کی مدد و توفیق جب اُن عورتوں سے منقطع ہو گئی تو وہ اُس مجلس سے فرار ہو گئے اور اس صورت کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر پر محمول کرنے لگے اور جو لوگ وہاں پر موجود رہے اُنہوں نے عذر خواہی کرتے ہوئے کہا اے بنتِ مصطفےٰ ہم نے آپ کو تکلیف دی ہے ہو سکتا ہے کہ آپ کی طبیعت پر کوئی بات ناگوار گذری ہو اس لئے ہمیں حکم فرمائیں تا کہ آپ کی خوشنودی خاطر کا سامان مہیا کیا جائے آپ بتائیں کہ آپ کون سا کھانا اور کون سا مشروب پسند فرمائیں گی؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا میری خوشی کا باعث نہ طعام ہے نہ مشروب اس لئے کہ میری اور میرے والد محترم کی صفت بھوک ہے میرے ابا جان کا فرمان ہے جوع یومین واشبع یوما یعنی میں دو روز کا بھوکا رہتا ہوں اور ایک دن سیر ہوتا ہوں اگر تم لوگ میری اور میرے والدِ گرامی کی خوشی بلکہ رضائے خدا کے طالب ہو تو اپنے پاؤں ظلمت کدۂ کفر سے باہر نکال کر روشنی اور ایمان کی فضا میں آ جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یگانگت سے آشنائی حاصل کر لو اور شرک سے بیگانہ ہو جاؤ۔

حاضرین نے آپ کی گفتگو سُنی اور آپ کی کرامت و بزرگی کا مشاہدہ کیا تو کپڑے پھاڑ لئے اور سروں سے آنچل کھینچتے ہوئے کلمہ طیبہ لا الٰہ

الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ پڑھنا شروع کر دیا اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے قدوم سیمنٹ لزوم کے تیمن و برکت سے ایمان کی سعادت اور دولت سرمدی حاصل کر لی۔

آرام دل و زندگی جاں زدم اوست
ہر جا کہ نہد پائے صفا در قدم اوست

بیان تزویج مبارک کا

شواہد النبوت میں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ظہور پذیر ہوا تھا ہو سکتا ہے! ایک راوی نے اسے اُس جگہ کا سمجھا ہو اور دوسرے نے اس جگہ کا واقعہ جانا ہو یا کہ جناب سیدہ کی یہ کرامت دو بار ظاہر ہوئی ہو۔

روایات میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک بقول اہل بیت نو سال ایک قول کے مطابق چودہ سال اور بقول بعض بیس سال تھی اور اس کے علاوہ بھی روایت آئی ہے بہر تقدیر ہجرت کے دوسرے سال رجب المرجب یا ماہِ رمضان المبارک میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے ساتھ آپ کا نکاح مبارک ہوا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عقد مبارک کے سلسلہ میں بہت سی روایات آئی ہیں یہاں پر معتبر کتب میں آنے والی چند مشہور روایات نقل کی جاتی ہیں۔

صرسائیل فرشتے کی آمد

مروی ہے کہ اکابر صحابہ کرام میں سے بعض نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جناب سیدہ کا رشتہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا! فاطمہ کی تزویج کے بارے میں ہمیں وحی کا انتظار ہے ابو المؤید خوارزمی اپنی کتاب مناقب خوارزمی میں بیان کرتے ہیں کہ خبر دی مجھ کو ابو العلا ہمدانی نے اپنی اسناد سے کہ امام حسین بن علی مرتضیٰ علیہما السلام نے روایت بیان کی ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک فرشتہ آیا جس کے بیس سر تھے اور ہر سر میں ایک ہزار زبان تھی ہر زبان اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کرتی تھی ہر زبان کے لئے الگ الگ لغت تھی جو ایک دوسرے نہ ملتی تھی اس کی ہتھیلی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے زیادہ کشادہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گمان کیا کہ یہ جبریل ہے چنانچہ آپ نے فرمایا اے برادر تو اس سے پہلے تو کبھی اس صورت میں ہمارے پاس نہیں آیا؟

اُس فرشتے نے کہا یا رسول اللہ میں جبریلؑ نہیں ہوں بلکہ میرا نام صرصائیل ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں نور کی نور کے ساتھ تزویج کے سلسلہ میں بھیجا ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے صرصائیل کس کے ساتھ کس کا عقد کروں؟

صرصائیل نے کہا! حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ فرام دیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کو گواہ بنا کر اس فرشتے کی موجودگی میں تزویج علی و فاطمہ کر دی۔

جبریل کی آمد

نظم درر المطلب میں شیخ زرندی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا! میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر نزول وحی کے آثار ظاہر ہوئے پھر آپ نے فرمایا اے انس تجھے کچھ معلوم ہے کہ جبریل ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کا کیا پیغام لائے تھے؟

میں نے کہا! یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا پیغام تھا؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! پیغام یہ ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں اے انس جا کر ابوبکر و عمر اور طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے

اشراف مہاجرین اور سعد بن معاذ سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر جیسے اکابرین انصار سے کہو کہ تمہیں رسول اللہ نے بلایا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں آپ کے حکم کے مطابق اُن لوگوں کو بُلا لایا اور حضرت علی بھی ان میں موجود تھے۔

دُعائے رسول برائے علی و بتول

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا اور ترغیب نکاح پر مشتمل بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا! مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں چار سو مثقال چاندی مہر کے عوض فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں اے علی کای تو اس پر راضی ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا یا رسول اللہ میں راضی ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت علی کو فرمانے کے بعد آپ سے خطبہ پڑھا اور پھر حضرت علی اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کے حق میں یہ دعا فرمائی۔

جمع الله شملكما واسعل جل كمار بارك

عليكما و اخرج منكما اولادا كثيرا طيبا

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم دونوں بکھرے ہوؤں کو ملایا اور تمہارے مقدّس کو سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ تم

دونوں کو برکت دے اور تم سے بے شمار اور کثیر پاکیزہ اولاد کو ظہور میں لاؤں

آسمان پر زہرا و علی کا نکاح

مناقب خوارزمی میں تزویج علی و فاطمہ کے سلسلہ میں طویل روایت آئی ہے تاہم ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جنت الفردوس سے قدرے سنبل اور لوگ لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اُنہیں لے کر سونگھا اور فرمایا اے جبریل یہ لوگ وغیرہ لانے کی کیا وجہ ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہشت بریں کو حکم دیا ہے کہ وہ خود کو آراستہ کرے تو ہو مزین ہو گیا طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ خود کو زریں برگ و بار سے بار آور کر لے ہر حور و عین کو ارشاد فرمایا کہ ہو اپنی اپنی تزئین کر لے فرشتوں کو کہ وہ بیت المعمور کے گرد جمع ہو جائیں وہاں پر نور کا منبر ہے جس پر بیٹھ کر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے خطبہ پڑھا بعد ازاں بارگاہ خُدا وندی کے حاجیوں میں سے راحیل فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اس منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے کیونکہ وہ تمام فرشتوں میں سب سے زیادہ شیریں کلام ہے پس راحیل نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد بیان کی تو تمام آسمانوں پر رہنے والے

شاد باد اور مسرور ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

میرے حبیب کی صاحبزادی فاطمہ کا علی سے عقد کر دے تو تو راحیل نے ان دونوں کا نکاح پڑھا اس پر فرشتوں نے گواہی دی اور کاتبانِ قضا و قدر نے اس عقد نامے پر اپنی مہریں ثبت کیں اس کے ساتھ ہی حضرت جبریل علیہ السلام نے ریشمیں کپڑے کا ایک ٹکڑا حضور رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے عرض کی یہ سب احوال اس ریشمیں کپڑے پر تحریر ہے جسے میں فرمانِ خداوندی کے مطابق آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور میں نے اس پر کستوری سے مہر لگا دی ہے اور چاہتا ہوں کہ اسے رضوان خادم بہشت کے سپرد کر دوں نیز یہ کہ جب حضرت علی کے ساتھ جناب فاطمہ کے نکاح کا معاملہ انجام پذیر ہوا تو جنت الفردوس کے درختوں نے سنبل و قرنفل نچھاور کیے جن میں سے قدرے بطور تحفہ آپ کی خدمت لے کر حاضر ہوا ہوں۔

پروانہ ہائے نجاتِ اُمّت

نکاح کے وقت شجر طوبیٰ کو حکم ہوا تو اس نے اپنی زریں پتے نچھاور کیے جنہیں حور العین نے اُٹھا لیا اور وہ اس پر تا قیامت فخر کرتی رہیں گی۔

ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ طوبیٰ نے حضور رسالت مآب ﷺ کے زمانہ سے لے کر قیامت تک کے محبانِ اہل بیت کی

تعداد کے برابر پتے نچھاور کئے اور اہل بیت سے محبت کرنے والے تمام مَردوں اور عورتوں کے لئے اُن پتوں کو مخصوص کر دیا گیا جبکہ ایک پتے پر ایک محبّ کا نام درج ہے چنانچہ وہاں پر موجود سب فرشتوں نے ایک پتہ اُٹھالیا اور ہر ایک نے دیکھ لیا کہ قیامت کے دن اُسے یہ پتہ اس شخص کو دینا ہے جس کا نام اس پر مرقوم ہے اور اس پتے پر یہ مضمون تحریر ہے کہ فلاں شخص یا فلاں عورت دوزخ کی آگ سے آزد ہے یہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی برکت اور تیمن سے ہوگا۔

دوستاں را رسد برأت نجات
دشمنان خوار ماندہ درد رکات
دوست شو تا بموجب دلخواہ
فیض یابی زوال من والاہ
بگدراز دشمنی کہ تاناگاہ
نخوری زخم عاد من عاداہ

عقد زہرا زمین پر

بعد ازاں حضرت جبریل نے عرض کی یارسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی طرح زمین پر بھی آپ کو علی و فاطمہ کا عقد کرنے کے حکم دیا ہے چنانچہ آپ نے حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا اور اُم المومنین

حضرت اُم سلمہ کو فرمایا کہ میری بیٹی کو علی کے گھر بھیج کر اُن کے سُپرد کر دیں اور اُنہیں کہنا! عجلت نہ کریں اور میرا انتظار کریں یہاں تک میں آ کر تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھوں چنانچہ عشاء کی نماز پڑھ کر آپ حضرت علی کے گھر تشریف لے گئے اور پانی کے ایک کوزے میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال کر اس پر مُعوّذتین اور دیگر دعائیں پڑھیں اور یہ پانی ہر دو پاکیزہ ہستیوں پر چھڑک دیا اور باقی ماندہ پانی حضرت علی کو دے کر فرمایا! اس سے وضو کر لیں۔

دُعائے برکت

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اس پانی کا کچھ حصہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے فرق اقدس اور سینۂ اطہر پر چھڑکا اور کہا !

اللھم اعیذ ھا بك و ذریت ھا من الشیطان الرجیم۔

یعنی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

بعد ازاں اُس پانی کا باقی ماندہ حصہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے فرق انور اور کاندھوں کے درمیان چھڑک کر دعا فرمائی!

اللھم انھما منی و انا منھما اللھم کما اذ ببت عنی الرجس و طھر تنی فطھر ھما

الٰہی یہ دونوں مجھ سے ہیں ور میں ان دونوں میں سے ہوں جس طرح تُو نے مجھ سے رجس کو دُور رکھ کر مجھے پاکیزہ فرمایا ہے اسی طرح ان دونوں کو بھی پاکیزہ فرما۔

اہل عرفان میں سب سے بہتر

دعائیں دینے کے بعد حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہما کو فرمایا اپنی خواب گاہ میں جاؤ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں آپس میں محبت والفت کی دولت عطا کرے اور تمہاری اولاد میں برکت دے پھر آپ اپنے حجرۂ طاہرہ کی طرف جانے کے لئے اُٹھے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا رونے لگیں۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا بیٹی تو کس بات پر روتی ہے بے شک میں نے تیرا نکاح اس شخص کے ساتھ کیا ہے جو سب لوگوں سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

جس کا حلم اور خُلق سب سے زیادہ ہے۔

جو خلقت کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہے۔

جس کا عرفان الٰہی سب لوگوں سے فزوں تر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹی کو روتے دیکھ کر از راہِ لطف وشفقت فرمایا ! جان پدر کیوں روتی ہے ؟ میں نے

تیرے حق میں کوئی غلطی نہیں کی اور ایسے شخص کو تیرا شوہر بنایا ہے جو میرے خاندان میں سب سے بہتر ہے اور میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے تیرا شوہر دنیا و آخرت کا سردار ہے۔

آنسوؤں کی حقیقت

طے شدہ امر یہ ہے کہ جناب سیّدہ کی اشکباری کی وجہ باپ کے گھر سے جدائی تھی اور ان لوگوں کا یہ خیال غلط ہے جو کہتے ہیں کہ اس لئے روئی تھیں کہ حضرت علی کے گھر میں دنیوی مال و منال میں کچھ نہیں تھا اس لئے کہ جناب سیدہ نے تو پہلے ہی اپنے دامن کو دنیوی آسائشوں کی آلائشوں سے پورے طور پر بچا کر رکھا ہوا تھا اور اپنے والدِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فقر کے تمام قواعد و قوانین دیکھ اور سن رکھے تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ میرے ابا جان کے لئے باعث فخر صرف اور صرف فقر ہے۔

مژدۂ اَلْفَقْرُ فَخْرِی دَر طریقِ معرفت
ہست اَز بہرِ تسلّیِ دِلِ اَربابِ فقر

میوۂ مقصود بار آورد بگزار مراد
ہر نہالے را کہ باشد تازگی از آبِ فقر

جناب سیدہ کا جہیز

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے سامان جہیز کے بارے میں جو روایت آئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے دو بستر کی چادریں دو چاندی کے بازو بند دو اوڑھنے کی چادریں جن سے پورا جسم نہ چھپ سکے ایک پیالہ ایک آٹا پیسنے کی چکی دو گھڑے ایک مشکیزہ ایک گلاس موٹے کپڑے کے دو بستر جن میں سے ایک میں کھجور کی چھال اور دوسرے میں سخت قسم کے تراشتے بھرے ہوئے تھے چار تکیے جن میں سے دو میں اون اور دو میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

آسمانوں پر سامان جہیز

امام سیف النظر ابو بکر طوسی کتاب ستین الجامع للطائف البساتین میں روایت لائے ہیں کہ ایک منافق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کا رشتہ طلب کرنے پر ملامت کرتے ہوئے کہا اے علی آپ معدن فضل وادب اور عرب کے بہادر ترین جنگجو ہیں آپ نے ایسی لڑکی کے لئے پیغام کیوں دیا جس کا صبح کا ناشتہ شام تک نہیں پہنچتا اگر آپ میری لڑکی کا رشتہ طلب کرتے تو آپ کے گھر میں اونٹوں کی قطاریں

کھڑی ہوتیں جن پر میری بیٹی کے جہیز کا سامان لدا ہوتا۔

جناب مرتضیٰ علی شیر خدا علیہ السلام نے فرمایا! یہ تقدیر کا فیصلہ ہے تدبیر کا نہیں اور علی الکبیر اللہ کے حکم سے ہے میں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کا طالب ہوں اور میری نظر دنیوی مال ومتاع پر ہرگز نہیں میرے لئے باعث فخر اعمال ہیں اموال نہیں میرے لئے لائق مبارک باد کردار ہے درہم ودینار نہیں۔

ہمت مارا نظر بر درہم و دینار نیست

مقصد و مقصود ماجز پر تو دیدار نیست

جب حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے رضائے خدا کا بحکم قضا ظاہر کیا تو پردۂ غیب سے آواز آئی اے علی! سر اُٹھائیں اور قدرت خداوندی کا مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کا جہیز کیا ہے اور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی قدر ومنزلت کا کیا عالم ہے

جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے سر مبارک اُوپر اُٹھایا تو آپ نے اپنے سر کے اوپر عرش عظیم تک نور کے پردے دیکھے اور عرش کے نیچے آپ کو ایک وسیع میدان نظر آیا جو بہشت کے اونٹوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ناقہ پر لعل و جواہر اور مشک وعنبر لدا ہوا تھا اور اوپر ایک ایک کنیز چندے آفتاب چندے ماہتاب بیٹھی ہوئی تھی اور ہر اونٹ کی مہار ایک ایک سروخرا ماں غلام کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اور ندا آتی تھی! یہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہیز ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو منافق کی طرف سے منہ پھیر کر خوشی خوشی اپنے حجرۂ طاہرہ میں تشریف لائے تا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اس واقعہ کی خبر دیں جبکہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس سے پہلے ہی اس قصہ کی اطلاع مل چکی تھی لہٰذا جب آپ گھر پہنچے تو جناب سیدہ نے فرمایا! یا علی آپ بتائیں گے یا میں بیان کروں؟

حضرت علی نے فرمایا! آپ ہی بیان فرمائیں۔

جناب سیدہ نے فرمایا! آپ نے منافقوں کی ملامت کو سُنا اور میرے جہیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

ما اگر چشم از نعیم ایں جہاں بر دوختیم
دولت باقی و ملک جاودانی آن ماست
بے سرو ماں مبیں مارا کہ در کون و مکاں
ہر سرو سامان کہ بینی از سرو سامان ماست

بنت سلیمان کا جہیز

معارج النبوت میں روایت آئی ہے کہ ایک روز حضور خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! سلیمان علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے لئے بہت ہی اچھا اور بہت ہی زیادہ سامان جہیز تیار کروایا تھا اور اپنے داماں کے لئے جو تاج بنوایا تھا اس میں سات سو قیمتی ہیرے اور لعل و جواہر جڑے

ہوئے تھے،

جناب شیر خدا علی مرتضٰی وجہہٗ الکریم نے گھر آ کر یہ واقعہ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کے سامنے بیان کیا تو جناب سیّدہ کے دل میں خیال پیدا ہوا ہوسکتا ہے جناب علی کریم نے اس واقعہ سے یہ تاثر لے لیا ہو کہ سلیمان علیہ السلام پیغمبر بزرگوار اور بہت بڑی شان والے تھے جو اُنہوں نے اپنی بیٹی کو اس قدر جہیز دیا اور اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی کے پاس مفلسی اور فقر و فاقہ ہے سلیمان علیہ السلام نے اپنے داماد کو اس قسم کا مرصّع تاج پیش کیا تھا اور اس پیغمبر کے دامان کی غربت کا یہ عالم ہے خدا جانے اس تفاوت میں خدا تعالیٰ کی کون سی حکمت کارفرما ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان خیالات کو اپنے دل میں ہی رکھا اور کسی دوسرے پر ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جناب زہرا جنّت میں زرد جواہر سے مزین و مرصّع تخت پر تشریف فرما ہیں اور غلمان و حوران بہشت آپ کے تخت کے گرداگرد آپ کی خدمت کے لئے کمربستہ ہیں اور ایک نہایت ہی حسین و جمیل لڑکی اعلیٰ ترین زیوارت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر جناب سیّدہ زہرا کے سامنے کھڑی ہے اور اس نے جناب زُہرا پر نچھاور کرنے کے لئے زرد جواہر سے بھرا ہوا تھال اپنے ہاتھوں میں اُٹھا رکھا ہے اور منتظر ہے کہ کب جناب سیّدہ اس کی طرف نظر التفات فرمائیں۔

جناب حیدر کرار نے جناب سیدہ سے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی صاحبزادی ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری خدمت پر مامور فرمایا ہے اس روز جو آپ نے میرے والد گرامی کا بیان کردہ قصّہ سنایا تھا، اس سے میرے دل میں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا آج اُس لڑکی کو میری خدمت کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور میرے اعزاز و احترام کے لئے متعین کی گیا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السّلام کے داماد کے تاج کے بدلے میں قیامت کے دن آپ کے لئے لوائے حمد و مقرر کیا گیا ہے۔

لوائے حمد کا بیان

لوائے حمد ایک پرچم ہے جو حضور رسالت مآب ﷺ کے لئے مخصوص و مختص ہے اس پرچم کی بلندی ایک ہزار سال کے راستے کی مقدار ہے اُس پرچم کا قبضہ سفید چاندی کا سنان یاقوت سرخ کا اور روحہ سبز زُمرد کا ہے اس پرچم کے تین گوشے ہیں ایک گوشہ مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا مکہ معظّمہ میں ہے ایک گوشہ پر ایک سطر میں بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے دوسرے پر ایک سطر میں الحمد للہ ربّ العالمین مرقوم ہے اور تیسرے گوشے پر ایک سطر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر کیا ہوا ہے۔

اس پرچم کو عرصۂ محشر میں لا کر منادی کی جائے گی کہ نبیٔ اُمی رسول

حرمین سید عربی خواجۂ ہاشمی رہنمائے تہامی اور پیشوائے اُمی سید المرسلین خاتم الانبیاء محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ کر اس پرچم کو ہاتھ میں لے لیں گے بعدازاں حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ صلوٰۃ اللہ علیٰ نبینا وعلیہم اجمعین مع تمام صدیقوں شہیدوں صالحین اور اہل عرفان وایقان مومنوں کے اس پرچم کے پاک سائے میں جمع ہو جائیں گے چنانچہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے آدم و من دونہ تحت لوائی یوم القیامۃ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام دوسرے قیامت کے دن ہمارے جھنڈے تلے ہونگے۔

آدم و من دونہ تحت اللوا
آمدہ چوں تو علم افراختہ

بعدازاں نُور کا تاج لاکر سلطانُہ ثقلین کے فرقِ اقدس پر رکھا جائے گا اور آپ کو سبز رنگ کی ریشمی پوشاک پہنا کر آپ کی خدمت میں براق پیش کیا جائے گا تاکہ شہسوار میدانِ اسریٰ بعبدہٖ اس پر سوار ہو جائیں،

بعدازاں ہر نبی کے لئے براق حُلّہ اور تاج لایا جائے گا اور یہ سب لوگ سوار ہو کر جنت کو تشریف لے جائیں گے۔

جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر سوار ہونگے تو پرچم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے ہاتھ میں دے دیں گے اور جناب ن

علیہ السلام آپ کے آگے آگے روانہ ہونگے۔

کہتے ہیں کہ وہ پرچم تاج کی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے سر پر جلوہ فگن ہوگا اور سر کے اوپر سے ندا آئے گی اے علی یہ تاج بہتر ہے یا حضرت سلیمان علیہ السلام کا داماد کا تاج اچھا تھا جس کا تذکرہ آپ نے از روئے تعجب جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کیا تھا؟

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ہماری طرح بھوکا بچہ بھی ہوگا

امام نجم الدین عمر نسفی سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ جناب فاطمہ نہایت غمزدہ اور ملول و محزون بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہے اور تیرے غمزدہ ہونے کا کیا سبب ہے؟

جناب سیدہ نے عرض کی ابا جان شکایت کے طور پر نہیں بلکہ حکایت کے طریق پر بتاتی ہوں کہ تین روز سے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں حسن و حسین کو بھوک کی شدت نے نڈھال کر رکھا ہے وہ جب بھوک کی وجہ سے روتے ہیں تو مجھے بھی رونا آجاتا ہے اور جناب علی بھی رو دیتے ہیں ہم لوگوں نے یہ بات آپ سے چھپائی ہوئی تھی مگر آج میں نے حسن و حسین سے ایک ایسی

بات سُنی ہے جس سے میری قوت برداشت جواب دے گئی ہے اُنہوں نے کہا ہے کیا کہیں کوئی بچہ اس طرح بھی بھوکا ہے جس طرح ہم ہیں اُن کی یہ بات سُنی تو جہان میری نگاہوں میں تاریک ہو گیا ابا جان! یہ فرمائیں اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہوئے جرأت کر لے تو گناہ تو نہیں ہو گا؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بیٹی بلکہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی جرأت التجاء کو پسند فرماتا ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا یہ سن کر کمرے کے اندر تشریف لے گئیں اور دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد خالق کائنات کے حضور میں دونوں ہاتھ پھیلا کر عرض کی الٰہی تو جانتا ہے کہ عورتوں میں پیغمبروں جتنی قدرت وقوت نہیں ہوتی تیرے حضور میں میرے والد گرامی کی گذاکا راز ابیت عندر بی یعطمعنی و یسقینی یعنی مجھے میرا ربّ کھلاتا پلاتا ہے کی صورت میں اُنہیں بھوک کو برداشت کرنے کی قوت عطا کرتا ہے جبکہ مجھ میں اس راز کی طاقت نہیں یا تو مجھے بھوک برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمایا یا مجھے اس غم سے راحت عطا فرما آپ نے یہ عرض کی اور بے ہوش ہو گئیں۔

بھوک نہ ستائے

اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ اُٹھئے آپ نے فرمایا جبریل کیا بات ہے؟

جبریل نے عرض کی یارسول اللہ! جناب فاطمہ کی فریاد سے فرشتوں کی چیخیں نکل گئی ہیں ان کا پتہ لیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمرے کے اندر گئے تو جناب سیدہ کو بے ہوش پا کر اُن کا سر زمین سے اُٹھا کر آغوش میں لے لیا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشکبار عنبریں گیسوؤں کی خوشبو جناب سیدہ کی قوّتِ شامہ سے ٹکرائی تو اُنہیں ہوش آ گیا ہوش میں آنے کے بعد آپ سر جھکا کر اپنے والدِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں کھڑی ہو گئیں جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے سینۂ اقدس پر ہاتھ رکھ کر فرمایا الٰہی میری بیٹی کو بھوک سے امن میں رکھ یعنی میری بیٹی کو بھوک نہ ستائے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں اس دُعا کے بعد میں جب تک زندہ رہی مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔

اے عزیز! تو غرور نہ کر اگر وہ لوگ دُنیا کے طالب ہوتے تو اُنہیں ضرور دنیا مل جاتی مگر اُنہوں نے خود اپنی مرضی سے ریاضت کا راستہ اختیار کر رکھا تھا جب کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دعا اللہ رب العزت کے دربار میں مستجاب اور مقبول ہے۔

خزانہ غیب سے آنے والا کھانا

معارج النبوت میں روایت آئی ہے کہ ایک روز حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر میں تشریف لائے اور پوچھا بیٹی کیسی گذر رہی ہے؟

جناب سیدہ نے عرض کی! ابا جان تین روز سے میں نے میرے بیٹوں نے اور اُن کے باپ نے کھانا نہیں چکھا بلکہ کھانے کی خوشبو تک بھی ہمیں نہیں پہنچی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

اللھم انزل علیٰ محمد و اھل بیتہٖ کما انزل علیٰ مریم بنت عمران

الٰہی! محمد اور اہل بیت پر اُسی طرح غیب سے رزق نازل فرما جس طرح مریم بنت عمران پر نازل فرمایا تھا بعد ازاں آپ نے جناب سیدہ کو فرمایا وہ اپنے باورچی خانے میں جا کر دیکھیں کہ وہاں کیا ہے،

چنانچہ جناب سیدہ کے پیچھے پیچھے جناب حسنین کریمین بھی باورچی خانے پہنچ گئے وہاں جا کر دیکھا کہ ایک چمکدار مرصع پیالہ ثرید سے بھرا ہوا ہے اور اس پر بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے رکھے ہوئے ہیں جن میں سے

کستوری کی خوشبو آتی ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے پیالہ اُٹھایا اور باہر لا کر والدِ بزرگوار کی خدمت میں پیش کر دیا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! خدائے محمد کا نام لے کر کھانا شروع کریں پس حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی و فاطمہ اور حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُس پیالے سے کھانا تناول فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق یہ پاکیزہ طعام سات روز تک باقی رہا اور متذکرہ بالا مقدس حضرات ہر روز صبح و شام اُس میں سے کھاتے رہے مگر اس پیالے میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی ساتویں روز حضرت امام حسن علیہ السلام اُس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر باہر نکلے تو ایک یہودیہ نے اُن سے پوچھا یہ گوشت آپ کو کہاں سے ملا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں غیب سے بھیجا ہے یہودیہ نے کہا آپ یہ لقمہ مجھے عطا کر دیں امام حسن علیہ السلام نے اپنے جبلی کرم کی بنا پر وہ لقمہ اس عورت کے حوالے کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ لقمہ آپ کے ہاتھ سے غائب ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی جناب سیّدہ کے باورچی خانے سے وہ پیالہ بھی اُٹھا لیا گیا۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ پر مطلع ہو کر

ارشاد فرمایا اگر اس طرح دوسروں پر اس کھانے کا اظہار نہ کیا جاتا تو تمام زندگی ختم نہ ہوتا۔

خالی برتن خود بخود بھر گیا

بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا! بیٹی کیا تیرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز ہے تیرا باپ تین دن سے بھوکا ہے اور یہی حال تین دنوں سے تمام اُمہات المومنین کا ہے؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی ابا جان ہم لوگ بھی تین دنوں سے بھوکے ہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر واپس تشریف لے گئے تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کی الٰہی ہمیں غیب سے کھانا عطا فرما تا کہ میرا دل اپنے باپ کے غم سے آزاد ہو جائے۔

جناب سیدہ نے اپنی دعا ختم ہی کی تھی کہ کسی نے آپ کے دروازے پر دستک دی آپ کی کنیز نے دروازے پر آ کر ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے کبھی نہ دیکھا تھا اس نے کچھ روٹیاں اور گوشت کا سالن دے کر عرض کی جناب فاطمہ کے لئے ہدیہ ہے کنیز یہ ہدیہ لے کر جناب سیدہ کی خدمت میں آئی تو آپ نے اس برتن کو ڈھانپ دیا اور جناب حسن علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ

وہ جا کر اپنے نانا جان ﷺ کو بلا لائیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ جناب سیدہ کے نزدیک ایک خالی برتن پڑا ہوا تھا جب آپ نے دعا کی تو اس برتن میں سے بھاپ نکلنے لگی آپ نے قریب جا کر دیکھا تو وہ کھانے سے بھرا ہوا تھا،

چنانچہ آپ نے امام حسن علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ اپنے نانا جان کو واپس بلا لائیں امام حسن علیہ السلام کو جلد ہی حضور رسالت مآب ﷺ کو ساتھ لے کر واپس آ گئے اور سیدہ طاہرہ کا حجرۂ طاہرہ آپ کے نور اقدس سے منور و مزین ہو گیا۔

دمید صبح سعادت کہ یار باز آمد
چہ غم چہ باک کہ آں غم گسار باز آمد

مریم بھی یہی کہتی تھیں

بہر حال! جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے وہ برتن لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور انگلی سے برتن کا ڈھکنا اُٹھایا تو وہ لذیذ گوشت اور لطیف روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے پوچھا اے فاطمہ! یہ کھانا تیرے لئے کہاں سے آیا؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی! من عنداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ان اللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ جسے چاہتا ہے خزانہ غیب سے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے،

یہ جملہ ادا فرمانے کے ساتھ ہی آپ نے ہشاش بشاش اور شاداں و فرحاں ہو کر فرمایا بیٹی خدا کا شکر ہے جس نے از راہ فضیلت مریم بنت عمران کی طرح تجھے غیب سے رزق بھیجا اور جب زکریا علیہ السلام غیبی کھانے کے متعلق مریم سے پوچھتے تھے تو وہ بھی ہو من عنداللہ کہا کرتی تھیں۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی اور جناب حسنین کریمین کو بھی وہاں پر بلوالیا اور پانچوں مقدس نفوس نے مل کر وہ پاکیزہ طعام تناول فرمایا جب یہ لوگ سیر ہو گئے تو حضور نے اپنی ازواج مطہرات اور دیگر اقربا کو بھی اُس برتن میں سے کھانا بھیجا اور وہ سب لوگ بھی سیر ہو گئے مگر برتن ابھی بھرا ہوا تھا۔

بعد ازاں جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے وہ کھانا اپنے ہمسایوں اور دیگر خاص و عام لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

از مقدم مبارک سلطانِ کائنات
اضعاف ایں چنیں برکت یا غریب نیست

در منزلِ مُبارک زَہرا او مرتضیٰ
ایں صور وُقوع پذیر و عجیب نیست

وصال مصطفےٰ کے بعد

جناب سیدہ بتول عذرا فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب کا سلسلہ وہ بحر بیکنار ہے جس کا کنارا نہیں ملتا اس لئے اب میں اپنے قلم کا رُخ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کی طرف موڑتے ہوئے چند کلمات تحریر کرتا ہوں۔

صادق الروایہ و مخبران ظاہر الدرایہ روایت لائے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت کا جو غم والم جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے دیکھا ہے کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آیا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے وقت مدینہ منورہ کے لوگ فریاد و فغاں کر رہے تھے

آسمان گریہ کناں تھا،
زمین کانپ رہی تھی،
جنات کے نوحے انسانوں کے کانوں تک پہنچ رہے تھے،
فرشتوں کی چیخ و پکار عرش مجید کی بلندیوں کے اوپر جا رہی تھی،
اس غم سے مدینہ منوّرہ کے مردوں اور عورتوں کے سینے چاک ہو گئے
اور دل خون کی ندی میں ڈوب گئے۔

حضور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں سے خوشیوں کی بنیاد اُکھڑ گئی اہل بیت کرام علیہم السلام کا مصفا مشرب خس وخاشاک اندوہ وغم اور غبار مصیبت سے مکدر ہو گیا۔

آں سروِ خوش خرام چوں اندر چمن نہ ماند
برطرفِ باغ زیب گُل دیا سمن نہ ماند
یعقوب وار دیدۂ نرگس سفید شُد
از درد آں کہ یوسف گل پیرہن نہ ماند

جناب سیّدہ مزارِ رسول پر

اسی اثناء میں جناب حیدر کرار مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تشریف لائے اور کہا اے بنتِ رسول خدا آج مدینہ منورہ میں قیامت ہو چکی ہے اگر آپ میری خوشی کی خواہاں ہیں تو اپنی آواز کسی دوسرے کانوں تک نہ جانے دیں۔

جناب سیّدہ نے عرض کی! یا علی ایسا کس طرح کروں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا آپ صبر کریں رات کے وقت حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کی زیارت کو چلیں گے چنانچہ جب رات و مسجد خالی ہو گئی اور لوگ گھروں میں آرام کرنے لگے تو حضرت علی علیہ السلام بھی گھر میں تشریف لے آئے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اس وقت بے ہوشی

کے عالم میں تھیں حضرت علی اُن کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے رہے کچھ دیر بعد جناب سیدہ کو ہوش آیا تو آپ نے حضرت علی کو دیکھ کر فرمایا اے ابا الحسن رات کا کون سا وقت ہے؟ جناب علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! رات کا تیسرا حصہ یا اس سے کچھ زیادہ وقت گذر چکا ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا! اب مجھے اجازت دیں تا کہ باہر نکلوں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا آپ کا اجازت ہے مگر رونے کی آواز بلند نہ کرنا جناب سیدہ سلام اللہ علیہا والد گرامی کے مزار اقدس پر جانے کے لئے اُٹھیں تو گر پڑیں

جناب علی علیہ السلام نے آپ کا ہاتھ مبارک پکڑا اور روضۂ رسول پر لے آئے جناب سیدہ نے والد مکرم کے مرقد منور و مطہر کو دیکھا تو روتے ہوئے عرض کی مالک والتراب یا رسول اللہ آپ کو مٹی سے کیا کام؟

درخسوف دل خاک آں رخ چوں ماہ دریغ

آفتابے بزوال آمدہ ناگاہ دریغ

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے خود کو والدِ محترم کے مزار اقدس پر گرا دیا اور خاک مزار سے چہرہ اقدس ملنے لگیں اور روتے ہوئے زبان حاصل سے کہا!

زیں مصیبت بے غم دل دو جہاں یک جاں کجاست

درہمہ روئے زمیں یکدیدہ بے طوفان کجاست

عالمے ہم چوں سکندر در سیا ہی ماندہ ام
اے خضر بنمائی رہ کاں چشمہ حیواں کجاست

یا علی یہ باپ کے فراق کا غم ہے

جناب علی علیہ السلام نے کہا اے بنت رسول اس قدر نہ روئیں کیونکہ کسی بھی شخص کو اس راہ پر چلنے کے بغیر چارہ نہیں۔

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے ابن عمر آپ مجھے ملامت نہ کریں یہ جدائی کی مصیبت کا درد ہے خصوصاً ایسے باپ کی جدائی کا غم، جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو مرثیہ کہا اس کا ایک شعر ہے۔

صبت علیٰ مصائب لوانھا
صبع علی الایام صرب لیالیا

یعنی جو مصیبت مجھ پر پڑی ہے اگر یہ مصیبت دنوں پر پڑتی تو وہ راتیں ہو جاتے۔

ایک روایت کے مطابق جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے والدِ ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تُربت مبارک کی زیارت کے لئے آئیں تو قبر مبارک پر سے مٹی کی مُٹھی لے کر اپنی آنکھوں میں ڈال لی اور روتے ہوئے زبانِ حال سے کہا!

نو بہارِ من کُجا شُد آں گُلِ سیراب کو
متیواں دیدن بخوابش اے دریغا خواب کو
گر بگریم در نخندم ہیچ انکارم مکن
گریہ راصد وجہ دارم خندہ را سباب کو

صحت کے ساتھ روایت آئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد سیّدۂ عالم جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ دن رات روتی رہتیں اور نالہ وفریاد کرتی رہتیں یہاں تک کہ لوگ تنگ آ کر کہنے لگے اے بنت رسول آپ دن کو رولیا کریں اور رات کو آرام کریں تا کہ ہم بھی رات کو آرام کرلیا کریں یا رات کو رولیا کریں اور دن کے وقت خاموش رہا کریں تا کہ ہم دن کے وقت آرام کرلیا کریں۔ بعد ازاں جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا شہیدوں کے مزروں پر جایا کرتیں اور جب تک چاہتی تھیں وہاں پر رولیا کرتی تھیں۔

سب سے زیادہ رونے والے پانچ افراد

امام ہمام سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پانچ افراد ایسے ہیں جن سے زیادہ دُنیا میں کوئی نہیں رویا ان میں سے تین پیغمبر ہیں اور دو افراد اہل بیت میں سے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں کہ فراقِ بہشت میں اس قدر روئے کہ آنسوؤں کے سیلاب

سے اُن کے رخساروں میں گڑھے پڑ گئے۔

دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں اس قدر روئے کہ اُن کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔

تیسرے حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو دن رات قید خانے میں روتے رہتے تھے یہاں تک کہ آپ کی آہ وزاری سے تنگ آ کر دوسرے قیدیوں نے جناب زلیخا کے پاس پیغام بھیجا کہ اس غلام نے اپنے رونے سے ہمیں مصیبت میں ڈال رکھا ہے چنانچہ زلیخا کے حکم سے جناب یوسف علیہ السلام کو الگ کمرہ دے دیا گیا جہاں آپ دن رات روتے رہتے اور ان کی آواز دوسرے قیدیوں تک نہ جاتی۔

اہل بیت کرام علیہم السلام میں سے ایک جناب عذرا بتول حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو اپنے باپ کے فراق میں اس قدر روئیں کہ اہل مدینہ نے آپ کو پیغام بھیجا یا فاطمہ لقد آتینا ببکائك یعنی اے بنت رسول آپ کے رونے سے ہمیں اذیت ہوتی ہے چنانچہ اس کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا شہدا کی قبروں پر جا کر رو لیا کرتی تھیں۔

دوسرے حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام ہیں جو واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور اس عرصہ میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کے سامنے کھانا لایا گیا ہو اور وہ کھانا آپ کے آنسوؤں سے تر نہ ہو گیا ہو۔

حضرت امام زین العابدین کے پاس افلح نامی ایک غلام تھا اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ اس قدر روتے ہیں کہ اس رونے سے مجھے آپ کی موت واقع ہو جانے کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے افلح کیا کروں جس وقت مجھے یاد آتا ہے کہ دشت کربلا میں میرے والدِ گرامی میرے بھائیوں میرے چچوں میرے خویش واقارب اور دوستوں کو میرے سامنے شہید کر گیا تھا تو مجھ میں آنسوؤں کو روکنے کی طاقت باقی نہیں رہتی اور اگر میں اُس غم واندوہ کے مطابق روؤں جو میرے دل میں ہے تو کسی بھی شخص میں اسے دیکھنے کی طاقت نہیں۔

گر بقدرِ سوزش من چشم من بگریستے
مرغ و ماہی از غمِ من تَن بتن بگریستے
صد ہزاراں دیدہ بایستے دل ریش مرا
تا بہر یک خویشتن بر خویشتن بگریستے
دید ہائے بخت من بیدار ہا ئستے کنوں
تا بدیدی حال من بر حال من بگریستے
آنچہ اُز من گُم شدہ گراز سلیماں گم شدے
ہم سلیماں ہم پر ہم اہر من بگریستے

جناب سیّدہ کے آخری لمحات

روایات میں آتا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد ڈھائی ماہ ایک قول کے مطابق * تین ماہ پانچ دن اور ایک روایت کے مطابق چھ ماہ گذر گئے مگر باپ کے غم میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے آنسوؤں کی روانی میں کوئی کمی نہ آئی آپ کو اپنے باپ کے فراق میں روتے رہنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا اور سوائے غم رسول تقدم صحابہ بر علی اور تصرف در فدک کے آپ کو کوئی غم * نہ تھا۔

حضرت علی کا سوال

ایک روز حضرت علی علیہ السلام اپنے حجرۂ طاہرہ میں تشریف لائے تو

☆ درست قول یہی ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے چھ ماہ بعد تک بقید حیات رہیں پوری تحقیق ہماری کتاب البتول میں دیکھیں۔

☆ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو صرف اپنے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کا غم تھا اس غم میں کسی دوسرے غم کو ملاوٹ کرنا تعجب خیز اور سیدہ کی اپنے باپ کے ساتھ والہانہ محبت کے ساتھ ناانصافی ہے ﴿مترجم﴾

دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے مبارک ہاتھوں سے آٹا گوندھ کر کچھ روٹیاں پکائی ہیں ور خود ہی اپنے بچوں کے کپڑے دھو رہی ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اِس صورت پر تعجّب کرتے ہوئے کہا !

اے مخدومۂ دو عالم اور اے معصومۂ آخر الزمان،

اے دوجہ دو یحیٰ اور اے مریم دو عیسیٰ،

اے بلقیس حجرۂ تقدیس وجلال و آئینہ عالم تکمیل وکمال،

اے زہرائے مرضیہ اور انسانی حور،

اے دو مظلوموں کی ماں اور ایک معصوم کی بیٹی،

اے کم جہیز والی عروسہ اور خاتون حجلۂ اعزاز،

اے سیارۂ راہِ قبول اور ستارۂ جلوہ گاہِ رسول،

اے بضعہ احمد اور بضاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

یا زهرة الزهرا فی افق العلیٰ

والدرة البیضاء فی صدف النهیٰ

اَے تو دُرّ دُرجِ نبوّت گوہرِ عالم فروز

وَے تو دُر بُرجِ ولایت زہرۂ روشن جبیں

اَے برفعت مریم ثانی کہ مہد عفت

از ترفع جائے دارد بر سر چرخ بریں

اے نہال روضہ عصمت کہ ہت از روئے قدر
سایۂ جاہت پناہ قاصرات الطرفِ عین
ریشہ ای از معجر عصمت شعارت آمدہ
حُوریانِ گلشنِ فردوس رَا حبل المتین
اَے چراغِ اہلِ بیتِ مُصطفٰے اَے فاطمہ
مادرِ سبطین و نُورِ چشمِ ختم المرسلین

اُے فاطمۃ الزہرا! میں نے آپ کو اس عرصہ میں ایک بار بھی دنیا کے دو کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا جب کہ آج آپ ایسے تین کاموں میں مشغول ہیں اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے؟

حضرت زہرا کا جواب

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے یہ بات سُنی تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور روتے ہوئے فرمایا!

اے تاجدارِ سورۂ ہل اتیٰ اور شہسوارِ عرصۂ لافتیٰ،
اے خطیبِ منبرِ سلُونی اور وارثِ مرتبہ ہارونی،
اے طرازِ حلہ صفا اور رازدارِ مصطفٰے،
اے شیر بیشہ شریعت اور کشتی دریائے حقیقت،
اے شگوفہ باغ ابوطالب اور اسد الغالب کا لقب پانے والے۔

اے ولی ساز وال من والاہ

اے عدو سوز عاد من عاداہ

کاتبِ نقشِ نامۂ تنزیل

خازنِ گنجِ نامۂ تاویل

مہتر و بہترِ زمین و زمن

معدن جو ہرِ حسینؑ و حسن

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ

﴿سورۃ الکہف آیت ۷۸﴾

یہ میرے اور آپ کے درمیان فراق کی صورت ہے وصال کا زمانہ گذر چکا ہے اور فراق کی گھڑیاں آ گئی ہیں ملاپ کا دن ختم ہوا اور جدائی کی راہ آ پہنچی۔

ہنگامِ وداع و افتراق ست امروز

بادردِ فراق آنفاقست امروز

اَے دیدہ جمال وصل دیدی یک چند

خُوں بارکہ نَو بتِ فراق ست امروز

یا علی! میں نے آج خواب میں اپنے ابا جان کو بلندی پر کھڑے دیکھا آپ چاروں طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے کسی کے منتظر ہوں میں نے فریاد کرتے ہوئے کہا! ابا جان آپ کہاں ہیں؟

آپ کے فراق میں میری جان جل گئی ہے اور جسم پگھل گیا ہے؟

آپ نے فرمایا! بیٹی فاطمہ! میں اِدھر کھڑا انتظار رہا ہوں۔

میں نے کہا! اے اللہ کے رسول اے میرے ابا جان آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا! بیٹی میں تیرا انتظار کر رہا ہوں اے فاطمہ! جدائی کا زمانہ حد سے گذر گیا اور میرے ساتھ تیری ملاقات کا وقت آپہنچا ہے بیٹی یہ وہ وقت ہے کہ تو جسم کے قفس کو توڑ کر روح کو علائق بدن سے الگ کرے گی اور خیمۂ جان کو عالم سفلی کی تنگ جگہوں سے اُکھاڑ کر فضائے علوی میں لگا لے گی بیٹی آج تو دنیا کی مصیبتوں کے قید خانے سے نکل کر عشرت فزائے عقبیٰ کے باغ میں آجائے گی اُے فاطمہ اُے میری بیٹی آ کیونکہ جب تک تو نہ آئے گی میں نہیں جاؤں گا۔

میں نے کہا! ابّا جان میں بھی آپ کی ملاقات کی آرزومند ہوں میری ہمیشہ یہی تمنا رہی ہے کہ آپ کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔

آپ نے فرمایا! اے فاطمہ بیٹی اب بہت جلد ملاقات ہونے والی ہے کل رات کو تو ہمارے پاس ہوگی۔

یا علی! میں خواب سے بیدار ہوئی تو اس جہان کا شوق مجھ پر غالب آگیا اور میں نے جان لیا کہ یہ میرا آخری دن ہے یا آئندہ شب کے پہلے حصہ میں انتقال کر جاؤں گی یہ روٹیاں میں نے اس لئے پکائی ہیں کہ کل آپ

میری مصیبت میں مصروف ہونگے تو میرے بچے بھوکے نہ رہیں اور بچّوں کے کپڑے اس لئے دھو رہی ہوں نہ جانے میرے بعد میرے بچوں کے کپڑے کون دھوئے گا اور میرے یتیموں کے دل کی خواہش کو کون پورا کرے گا میں چاہتی ہوں کہ اپنے بیٹوں کے سر میں کنگھی کرلوں نہ معلوم میرے بعد ان کی زُلفوں اور چہروں کا غبار کون دھوئے گا۔

اب جب کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اپنے بیٹوں کے گیسوؤں اور چہروں پر پڑنے والے غبار کے تصور سے غم زدہ اور اندوہناک ہو جاتی ہیں تو ان کے عنبر بیز اور دلآویز گیسوؤں اور آفتاب سے زیادہ روشن اور دلکش چہروں کو خاک وخون میں لتھڑے ہوئے دیکھ کر کس طرح برداشت کریں گی اور کس طرح اس حال کو دیکھ سکیں گی۔

رُوئے گرد آلود ہ و رُخسار پُر خُونِ حسُین
گر بدیدے فاطمہ در عرصہ گاہ کربلا
آنچناں بگریستے کز گریہ ہائے زار او
ساکنانِ آسماں بگریستدے برملا

جناب علی کا اظہار غم

جب حضرت علی علیہ السلام نے جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے جدائی کی باتیں سُنیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے آپ نے

روتے ہوئے فرمایا اے دختر رسول ابھی تو آپ کے والدِ محترم کی جدائی کا داغ بھی آسودہ نہیں ہوا اور اُن کی رحلت کے زخموں کے نشان ابھی دل پر باقی ہیں کہ آپ کی جدائی کا وقت سر پر آ گیا ہے اور ایک زخم پر دوسرا زخم لگ رہا ہے۔

ہر دم زمانہ داغ غم برجگر نہد
یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر نہد
ہر داغ کا ورد قدرے رو بہتر ے
آں داغ راگذار دو داغ بتر نہد

جناب سیدہ کا حسنین کے لئے اضطراب

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا! یا علی آپ نے اُس مصیبت پر صبر کیا ہے تو اس تعزیت پر بھی صبر کریں اور اب آپ میرے پاس ہی رہیں میری جان آپ کی راہ دیکھتی رہے گی اور دار القرار میں ملاقات ہو گی آپ نے یہ بات کہی اور اپنے شہزادوں کے کپڑے پانی میں بھگو کر اُن کے چہروں کی طرف نظر کی تو دل سے آہ حسرت نکل گئی،

جناب سیدہ نے روتے ہوئے اپنے بیٹوں سے فرمایا کاش! میں جان لیتی کہ میرے بعد تمہارا کیا حال ہو گا اور تمہارے کام کس طرح پورے ہونگے۔

جناب حسنین کریمین نے والدہ محترم کے یہ الفاظ سُنے تو رونے لگے جناب سیدہ نے فرمایا! جانانِ مادر تھوڑی دیر کے لئے بقیع کے قبرستان میں جا کر اپنی ماں کے لئے دعا کرو شہزادے چلے گئے تو جناب سیدہ پاک نے اپنا سر مبارک تکئے پر رکھ لیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے کہا آپ بیٹھ جائیں کہ یہ وقت وداع ہے حضرت علی علیہ السلام نے کہا آہ وائے حسرتا،

دلبا کباب می شود از آتش وداع

یارب کہ برفتد ز جہاں رسم انقطاع

جناب حسنین کا کھانے سے انکار

ہاں! دوستوں کو وداع کرنا سرخ موت کے رہا برادر مرتبۂ ذبح اکبر کے مترادف ہے پس حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بیٹھ گئے اور حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو فرمایا میرے بیٹوں کے لئے کھانا تیار کر کے فلاں مقام پر رکھ دے جب تک وہ کھانا نہ کھالیں میرے پاس نہ آنے دینا،

کچھ دیر بعد شہزادے واپس آئے تو حضرت اسماء بنت عمیس نے حکم کے مطابق اُنہیں کھانا پیش کر دیا شہزادوں نے کہا اے اسماء تو جانتی ہے ہم نے بغیر اپنی ماں کے کبھی کھانا نہیں کھایا اب کیا سبب ہے کہ تو نے ہمیں علیحدہ بٹھا کر کھانا پیش کیا ہے؟

حضرت اسماء نے کہا! آپ کی والدہ محترمہ کی تھوڑی سی طبیعت خراب ہے آپ کھانا کھالیں۔

شہزادوں نے فرمایا! اے اسماء ہمیں بغیر والدہ کے کھانا تناول کرنا گوارہ نہیں اس کے ساتھ ہی دونوں شہزادے والدہ مکرمہ کے حجرۂ طاہرہ میں چلے آئے آ کر دیکھا تو جناب سیدہ نے تکیئے پر سر رکھا ہوا ہے اور جناب علی مرتضیٰ آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سیدہ النساء نے بیٹوں کو دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے کہا! انہیں تھوڑی دیر کے لئے میرے ابا جان کے مزار اقدس پر بھیج دیں تا کہ میں اپنے خدا تعالیٰ سے راز و نیاز کی چند باتیں کرلوں۔

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے شہزادوں کو فرمایا اے جانانِ پدر تھوڑی دیر کے لئے اپنے نانا جان کی زیارت کر آئیں تمہاری والدہ کی طبیعت ٹھیک نہیں یہ کچھ دیر آرام کرلیں جناب حسنین کریمین علیہما السلام تشریف لے گئے تو جناب سیدہ نے فرمایا یا علی تھوڑی دیر بیٹھ کر میرا سر آغوش میں رکھ لیں کیونکہ میری عمر اب ختم ہو چکی ہے۔

بیمار غمت را نفس باز پس است ایں
پاس نفش دار کہ آخر نفش است ایں

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فاطمہ نہ تو ان باتوں کو سننے کی مجھ میں تاب و طاقت ہے اور نہ ہی یہ حال دیکھنے کی مجھ میں ہمت ہے

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا! یا علی! پیش آنے والے راستے پر چلنا ہی پڑتا ہے اور دل جوش زدہ میں غم کو دبانا ہی پڑتا ہے آپ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر میری چند باتیں غور سے سماعت فرمالیں اور میری جدائی کا جام نوش کریں۔

بنشیں مگر از رلم غمے برداری
یا از سر آتشم دمے برداری
جانم ز فراق در عدم خواہد شد
ہاں تابود داغش قدمے برداری

جناب سیّدہ کی وصیت

جناب علی علیہ السلام نے بیٹھ کر جناب سیدہ کا سر مبارک زانو مبارک پر رکھ لیا جناب سیدہ نے شوہر نامدار کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو جناب علی کریم کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات جناب سیدہ کے چہرۂ اقدس پر برسنے لگی،

جناب سیدہ نے حضرت علی کو اس طرح روتے دیکھ کر فرمایا! اے علی یہ وصیت کا وقت ہے نہ کہ تعزیت کا؟

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا! اے عورتوں کی سردار آپ کیا وصیت کرنا چاہتی ہیں؟

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا! اے علی میری چار وصیتیں ہیں اول یہ کہ اگر مجھ سے آپ کے حق میں کوئی خطا ہوگئی ہو اور اس سے آپ کے دل میں کچھ تکدر و ملال ہو تو وہ مجھے معاف فرمادیں اور مجھے بخش دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! حاشاللہ اس عرصہ میں آپ کے قول و فعل سے کوئی ایسی بات ظہور میں نہیں آئی جو میری دل آزاری کا سبب بنی ہو بلکہ آپ نے تو ہمیشہ میری دلداری اور غمگساری کی ہے میں نے آپ کو ہمیشہ وفادار پایا ہے جفا کار نہیں پایا میں نے آپ کو ہمیشہ پھول کی طرح دیکھا ہے کانٹے کی طرح نہیں۔ دوسری وصیت ارشاد فرمائیں۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا! دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے بیٹوں سے پیار کرنا اور میرے جگر گوشوں کو نظر انداز نہ کر دینا ان کے سروں پر دست شفقت رکھنا اگر ان سے کوئی زیادتی ہو جائے تو اس کی معذرت قبول کر لینا۔

تیسری وصیت یہ ہے کہ مجھے رات کے وقت دفن کرنا جس طرح میری زندگی میں کسی غیر مرد نے میرے سراپا کو نہیں دیکھا اسی طرح میری رحلت کے بعد بھی کسی غیر محرم کی نظر میرے جنازے پر نہ پڑے۔

چوتھی وصیت یہ ہے کہ میں آپ سے دائمی اُنس رکھتی ہوں اور آپ صُبح شام میرے مونس و غمخوار رہے ہیں اس لئے میری قبر پر آنے سے گریز پا نہ ہونا میں مجبوراً آپ سے دور جا رہی ہوں۔

اے بنا کام مرا از رخ تو مہجوری
خود کہ باشد بکام از تو گزیند دوری

جناب علی کرم اللہ وجہٗ الکریم نے یہ گفتگو سنی تو آپ کی چیخیں نکل گئیں اور زبانِ حال سے کہنے لگے۔

دلدارِ زما کرانہ ای می طلبد
دَر کُوئے فراق خانہ ای می طلبد
تیرِ زکمان ہجر می اندازد
وزسینۂ مانشانہ ای می طلبد

حضرت علی کی وصیتیں

بعدازاں حضرت علی کرم اللہ وجہٗ الکریم نے فرمایا یا فاطمہ میں آپ کی تمام وصیتیں قبول کرتا ہوں اور ان پر قائم رہوں گا آپ بھی کرم فرما کر میری چند وصیتیں سُن لیں۔

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا! یا علی فرمائیں آپ کی کیا وصیت ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ الکریم نے فرمایا! پہلی بات یہ ہے کہ اگر آپ کے حق میں مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہو تو اسے معاف فرمادیں۔

دوم یہ کہ جب آپ اپنے ابا جان کے حضور میں جائیں تو اُن کے

حضور میں مجھ فراق دیدہ اور ہجر رسیدہ کا سلام عرض کرنا۔

سوم یہ کہ اپنے ابا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں میری شکایت نہ فرمانا،

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ میں نے آپ کی رفاقت کے زمانہ میں سے کوئی ایسی چیز دیکھی اور سُنی نہیں جو باعث شکایت وآزار ہوتی بلکہ ہمیشہ آپ سے مروّت وفوت حُسنِ مقال لُطف وکرم اور جرأت وشجاعت کا مشاہدہ کیا ہے۔

اَے زسر تا پا چو چشم خویش عین مردمی
چوں تو اند بود چندیں لطف دریک آدمی

حضرات حسنین کی آمد

یہ دونوں بزرگوار یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک حجرہ کے دروازہ پر نالہ وفریاد کی آوازیں سُنائی دیں جناب حسنین کریمین فریاد وفغاں کرتے ہوئے کہہ رہے تھے اے ہمارے ابا حضور اے باب مدینۃ العلم ہمیں اندر آنے دیجئے تا کہ اپنی والدہ محترمہ کا آخری دیدار کرلیں اور اُنہیں وداع کریں۔

جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر دروازہ کھولا اور دونوں شہزادوں کو آغوش میں لے کر بے حد پیار کیا اور فرمایا اے جانانِ پدر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہاری امی جان اس وقت اس دنیا سے جا رہی ہیں؟

ہمیں نانا جان نے بھیجا ہے

جناب حسنین کریمین نے عرض کی! اباجان آپ نے ہمیں ہمارے نانا جان کے روضۂ اقدس پر جانے کا حکم دیا تھا جب ہم روضۂ اقدس کے قریب پہنچے تو ہمارے کانوں میں کسی کی آواز آئی کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ فاطمۃ الزہرا سلام کے یتیم آئے ہیں اور یہ کہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ فرمارہے ہیں کہ قیامت کے دن کے شفیع آئے ہیں اور یہ کہ محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں میرے جگر کے ٹکڑے آئے ہیں۔

جب ہم نے روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر نانا جان کو سلام کیا تو قبر مبارک سے آواز آئی اے میرے بیٹو اور میری آنکھوں کی روشنیو واپس جاؤ اور اپنی امّی جان کا آخری دیدار کرو ہم انہیں لینے کے لئے آئے ہوئے ہیں اور تمام انبیاء کرام ہمارے ساتھ ہیں چنانچہ ہم واپس آگئے ہیں۔

حسنین امّی جان کے حضور میں

بعد ازاں دونوں شہزادے وہاں آگئے جہاں پر جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا تکیے کی ٹیک لگا کر لیٹی ہوئی تھیں شہزدوں نے والدہ کی طرف دیکھا تو ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے زمین پر لوٹیں لگانے لگے اور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگے امی جان آنکھیں کھول کر ہمارے ساتھ باتیں کریں امی

جان اپنے یتیموں کے حال پر ایک نظر ڈال لیں اور اپنی میٹھی گفتگو سے ان کا حصہ انہیں عنایت کریں۔

نظرے کُن کہ فراقت دلِ مارا خُون ساخت
سخنے گو کہ زہجرت جگر ما بگداخت

سیّدہ پاک سلام اللہ علیہا کے کانوں میں جب بیٹوں کی آواز پہنچی تو آپ نے آنکھیں کھول کر باہیں پھیلا دیں اور دونوں کو آغوش میں لے کر فرمایا اے جانانِ مادر اور اے مظلومانِ مادر نہ جانے میرے بعد تمہارا کیا حال ہو اور تمہارے دشمن تم پر کیا کیا جفائیں کریں،

بعد ازاں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی بیٹیوں کو بلا کر اُن کے بھائیوں کے سپرد کیا اور ان سب کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے سفارش کی۔

جناب سیّدہ کا خود غسل مبارک فرمانا

ایک روایت میں یہ ہے کہ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جناب علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم اور جناب حسنین کریمین کو فرمایا کہ وہ دوسری بار حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اقدس کی حاضری کے لئے جائیں۔

جب یہ لوگ چلے گئے تو آپ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا میرے لئے پانی لائیں تا کہ میں غسل کروں حضرت اُم

سلمہ فرماتی ہیں نے پانی رکھدیا تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے اس طرح سے غسل فرمایا کہ میں نے کسی کو اس خوبی سے غسل کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر اُنہوں نے مجھ سے صاف سُتھرے کپڑے طلب کئے جو میں نے پیش کر دیئے آپ نے کپڑے پہن کر مجھے فرمایا! میرا بستر کمرے کے درمیان بچھادے میں نے بستر بچھادیا آپ پہلو کے بل تکئے کا سہارا لے کر قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ مبارک اپنے رخسار مبارک کے نیچے رکھ لیا۔

کافورِ بہشتی

بعد ازاں آپ نے حضرت اسماء بنت عمیس کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ میرے ابا جان ﷺ کے مرض کے زمانہ میں جبریل علیہ السلام آپ کے جسدِ اطہر کو حنوط کرنے کے لئے کافور بہشت لائے تھے جس کے آپ نے تین حصّے کر کے ایک حصہ اپنے لئے رکھ لیا اور دو حصے مجھے عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک حصہ تمہارا اور ایک علی کا ہے۔

اَے اسماء وہ کافور چالیس مثقال کی مقدار میں ہے اور فلاں مقام پر رکھا ہوا ہے اس میں میرے حصے کا بیس مثقال لے آ اور میرے لئے حنوط بنالے اور بیس مثقال حضرت علی کے لئے سنبھال کر رکھ لے،

حضرت اسماء نے جناب سیدہ کے فرمان کی تعمیل کر دی تو آپ نے فرمایا اے اسماء اب تو بھی باہر چلی جا اور مجھے تنہا چھوڑ دے تا کہ میں تھوڑے

سے وقت میں اپنے پروردگار کے حضور میں معروضات پیش کرلوں اور جو آرزوئیں میں اپنے دل میں رکھتی ہوں بارگاہ قاضی الحاجات میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔

جناب سیّدہ کی اُمت کے لئے دعا

جناب اسماء بنت عمیس باہر آ گئیں تو تھوڑی دیر بعد اُن کے کانوں میں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے رونے اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور میں مناجات کرنے کی آواز آئی،

حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے آپ کی آواز پر کان لگا دیئے اور آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا الٰہی میرے والد گرامی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے صدقے سے اور اس شوق کے صدقے سے جو وہ میری ملاقات کا رکھتے ہیں اور حضرت علی کے درد دل کے صدقے سے جو میری جدائی میں روتے اور زاری کرتے ہیں اور حسن وحسین کے سوز دل کے صدقے سے جو اُنہیں میری جدائی کے غم سے ملنے والا ہے اور میری چھوٹی چھوٹی بچیّوں کے صدقے سے جو میرے ماتم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گی میرے اباجان کی اُمّت کے گنہگاروں پر رحم فرما اور ان کے گناہوں سے درگذر فرما۔

جناب سیدہ کی گفتگو کے اس مقام پر حضرت اسماء کی چیخ نکل گئی جناب سیّدہ نے نگاہیں اُٹھا کر اسماء کو دیکھا اور فرمایا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ مجھے تنہا

چھوڑ دے اور باہر جا کر میرا انتظار کر اب باہر جا کر انتظار کر اور ایک ساعت بعد مجھے آواز دینا اگر میں نے جواب دے دیا تو فبہا ورنہ جان لینا کہ میں اپنے پروردگار کے حضور میں اور اپنے والد گرامی ﷺ کے پاس پہنچ گئی ہوں

جناب سیّدہ کا وصال

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا باہر آ گئیں اور کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد آواز دی یا قرۃ العین رسول؟ مگر کوئی جواب نہ آیا دوبارہ پھر آواز دی اے سیّدۃ النساء اے بنتِ مصطفےٰ مگر پھر بھی جواب نہ ملا تو اسماء نے اندر جا کر جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیٰ نبیہا وعلیہا کے رُخِ اقدس سے کپڑا ہٹا کر دیکھا کہ آپ حجرۂ غم و آلام اور رنج و بلا سے حجلۂ بقا اور روضۂ فردوس لقا کی طرف انتقال فرما گئی ہیں اور اس جہانِ تنگ و تاریک سے قربِ وصال کی نزہتوں میں آباد ہو چکی ہیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے قدموں میں گر پڑیں اور اپنے چہرے کو آپ کی کفِ پا سے مل کر کہنے لگیں اے بتول عذرا جب آپ اپنے ابا جان ﷺ کے پاس جائیں تو ان کے حضور میں میرا اسلام نیاز عرض کرنا اسی اثناء میں حسنین کریمین نے اندر آ کر کہا اے اسماء ہماری امی جان کا کیا حال ہے؟

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس صورت حال کو برداشت نہ کر

سکیں اور آپ کے چہرہ سے آنچل سرکا دیا حسنین کریمین سب کچھ جان گئے اور روتے روتے مسجد کی طرف چلے گئے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم وہاں پر بزرگ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے حضرات حسنین کے رونے کی آواز کانوں میں پڑی تو آپ جان گئے کہ یہ اپنی والدہ مکرّمہ کے انتقال پر روتے ہیں جناب علی کریم اس صدمہ سے بے ہوش ہو گئے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حیران و پریشان ہو کر آپ کے چہرۂ اقدس پر پانی کے چھینٹے دیئے تو آپ کو ہوش آ گیا صحابہ کرام نے حسنین کریمین سے پوچھا اے مخدوم زادو آپ کیوں روتے ہیں؟ شہزادوں نے کہا کیسے نہ روئیں اور کیوں نہ فریاد کریں۔

دل بشد از دستِ دوست را بچہ جوئم
نُطق فروبست حال خُورد بکہ گویم

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! اس وقت زہرۂ زہرا بتول عذرا سلام اللہ علیہا کی جان عزیز کے میزبان آپ کے جسمِ اقدس کے مہمان خانہ سے دعوت سرائے واللہ یدعوا الیٰ دار السّلام کی طرف توجہ فرمالی ہے اور آپ کی مقدّس روح کا کجاوہ حاذبہٗ ارجعی الیٰ ربک کے ساتھ شاہراہ کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت سے ہوتا ہوا عبادت گاہِ قدس کے ساکنوں کے مقام اور اعلیٰ علیین کے رہنے والوں کے ٹھکانے پر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

خدمت میں پہنچ گیا ہے اور دوست دوست کی طرف چلا گیا ہے

اجتماع من خلیلین فرقة و کل الذی دون الفراق قلیل

ان افتقادی فاطما بعد احمد دلیل ان لا یدوم خلیل

دو دوستوں کے ہر اجتماع کے لئے افتراق اور ہر پھول کے لئے کانٹا ہے ہر مصیبت فراق کی مصیبت سے چھوٹی اور فراق کی نسبت ہزاروں حصّہ ہے اور بے شک میں نے حضور رسالت مآب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق کے بعد حضرت فاطمۃ الزہرا کو گم کر لیا ہے اس پر یہ روشن نشانی اور پاکیزہ دلیل ہے کہ دنیا میں کوئی ہمیشہ کا دوست نہیں اور تا قیام قیامت ساتھ رہنے کا کوئی قاعدہ نہیں زمانہ ناپائیدار کی عادت ہی یہ ہے کہ فراق کی تلوار سے تمام ساتھیوں کا رشتہ کاٹ دیتا ہے اور پرانے دوستوں یاروں اور دیرینہ مصاحبوں کے فراق کا داغ جگر پر لگا دیتا ہے۔

فلک را غیر ازیں خُود نیست کارے

کہ گرداند جُدا یارے زیارے

بہر جا دوستاں بیند ہم آواز

ہماں دم نغمۂ دُوری کند ساز

اہل بیت کی روایت کے مطابق جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کا وصال مبارک پیر کے دن ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں ہوا اور آپ کو روضۂ بقیع میں دفن کیا گیا۔

باب پنجم

حیاتِ حیدرِ کرار علیہ السلام

کے

چند واقعات

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں آپ کے شمائل وفضائل بے شمار ہیں جن کا احاطہ وحصر تحریر وتقریر سے نہیں کیا جا سکتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمیں کسی بھی صحابی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے جس قدر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پہنچے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی ولادت پاک مکہ معظمہ میں عام الفیل کے تیس سال بعد ۱۳ رجب المرجب جمعۃ المبارک کے دن ہوئی۔

زاہدِ یمن کی دُعا

شیخ مفید نے روایت بیان کی ہے کہ یمن میں ایک شخص تھا جس نے اپنی پوری توجہ تقویٰ وزُہد اور عبادت الٰہیہ کی طرف مرکوز کر رکھی تھی اور دنیا کی متاعِ فانی سے پورے طور پر رخ پھیر رکھا تھا۔

بکوہے رفتہ و کنجے گرفتہ
زچشمِ خلق چوں گنجے نہفتہ

اُس کا نام مشرم بن وعیب الشیقام تھا اور زاہدِ یمن کے نام سے

مشہور تھا اُس کی عمر ایک سو نوّے سال کی ہو چکی تھی مگر اس عرصہ میں اُس نے عبادت واطاعت خداوندی سے کبھی جی نہیں چرایا تھا۔

ایک مرتبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں مناجات کرتے وقت اس نے عرض کی الٰہی! مجھے حرمِ محترم کے مجاوروں میں کسی ایک کی زیارت سے مشرف فرما اس کی بے ریا دعا کا تیر ہدف اجابت پر پہنچ گیا اور جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ یمن کے سفر سے واپسی پر اسے دیکھنے کے لئے اس کے پاس پہنچ گئے۔

مشرم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا اور تکریم کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھا کر پوچھا! آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟

حضرت ابوطالب نے فرمایا میں تہامہ کا رہنے والا ایک شخص ہوں۔

مشرم نے پوچھا! آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

حضرت ابوطالب نے فرمایا! قبیلہ بنو ہاشم سے

مشرم نے قبیلے کا نام سُنا تو دوسری بار اُٹھ کر حضرت ابوطالب کے سر اور چہرے کو بوسہ دیا اور کہا الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرما لیا اور مجھے اس وقت تک موت نہیں دی جب تک حرم شریف کے مجاوروں میں سے ایک شخص کے ساتھ میری ملاقات نہیں کروائی پھر پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟

حضرت ابوطالب نے فرمایا! ابوطالب

مشرم نے پوچھا! آپ کے والدِ محترم کا کیا نام ہے؟

حضرت ابوطالب نے فرمایا! عبدالمطلب بن ہاشم

ولادت علی کی پیشگوئی

مشرم نے کہا! میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے دو پوتے ہوں گے جن میں سے ایک خدا کے رسول ہوں گے اور ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا دُوسرے خدا کے ولی ہوں گے اور اُن کے باپ کا نام ابوطالب ہوگا جب اللہ کے نبی کی عمر مبارک تیس سال ہو جائے گی تو خدا کے ولی کی ولادت باسعادت ہو جائے گی اے ابوطالب کیا وہ نبی پیدا ہو چکے ہیں؟

حضرت ابوطالب نے فرمایا! ہاں عبداللہ کے ہاں محمد پیدا ہو چکے ہیں اور اُن کی عمر مبارک اس وقت انتیس سال ہے۔

مشرم نے کہا! ابوطالب آپ کو بشارت ہو کہ اس سال آپ کی پُشت مُبارک سے جو بچہ آئے گا وہ امام المتقین اور مومنوں کا پیشوا ہوگا اے ابو طالب جب آپ مکہ معظمہ میں پہنچیں تو اپنے بھائی کے بیٹے سے کہنا! مشرم آپ کی خدمت میں بہت بہت سلام نیاز عرض کرتا تھا اور گواہی دیتا تھا کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ محمد بے شک اس کے رسول ہیں اور کہا! جب آپ کے ہاں بیٹا پیدا ہو تو ان سے بھی میرا سلام کہنا اور کہنا کہ وہ آپ کا دوست اور بہی خواہ بوڑھا اس طرح کہتا تھا کہ آپ پیغمبر کے

وصی اُن پر نبوت ختم ہو جائے گی اور آپ سے ولایت آشکار ہو گی وہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ ولایت کو کھولنے والے ہیں۔

زاہد کی کرامت

حضرت ابو طالب نے فرمایا! اے بزرگ جو باتیں آپ کی ہیں اگر اُن کی بُرہان اور روشن دلیل میرے سامنے نہیں آئے گی تو مجھے اُن کی حقیقت کا کس طرح پتہ چلے گا؟

مشرم نے کہا! اے ابو طالب آپ جو چاہتے ہیں وہ مجھے بتائیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اُس کے لئے عرض کروں گا اگر اس نے میری عرض قبول کر لی تو آپ کو میری تمام باتوں کے سچ ہونے کا یقین آجائے گا۔

حضرت ابو طالب نے اس غار میں انار کا ایک سوکھا ہوا درخت دیکھ کر فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس خشک انار سے تازہ پھل دیا جائے۔

مشرم نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کر کہا الٰہی اگر میں نے تیرے نبی اور ولی کے راز درست بیان کئے ہیں تو مجھے اس درخت سے انار عطا فرما رب ذوالجلال کی قدرت سے وہ درخت اسی وقت سرسبز اور بار آور ہو گیا درخت پر انار لگ گئے اور ایک دم پک بھی گئے اس زاہد نے انار پکڑ کر حضرت ابو طالب کی خدمت میں پیش کر دیئے جب آپ نے ایک انار کو کھولا تو اس کے دانے سُرخ موتیوں کی طرح تھے اُن میں سے حضرت ابو طالب نے چند

دانے تناول فرمائے جو آپ کے جسم میں سرایت کر گئے اور حضرت امیر علیہ السلام کے چہرۂ اقدس کی سرخی کا باعث بنے۔

القصّہ حضرت ابوطالب شاداں وفرحاں مشرم زاہد کی مجلس سے باہر تشریف لائے اور جب مکہ معظمہ میں پہنچے تو ان کی پشت سے حضرت علی علیہ السلام کا نُور حضرت فاطمہ بنت اسد کے بطنِ اطہر منتقل ہو گیا۔

ولادتِ حیدرِ کرار

حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اس وقت میں بیت اللہ شریف کا طواف کر رہی تھی طواف کعبہ کے چوتھے چکر میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا اور میرے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر فرمایا! کیا آپ نے طواف پورا کر لیا ہے؟

میں نے عرض کی! نہیں۔

آپ نے فرمایا! طواف پورا کریں اور ضرورت محسوس کریں تو کعبہ شریف کے اندر چلی جائیں کیونکہ وہ راز خدا ہے۔

کتاب بشائر المصطفیٰ میں یذید بن قعنب سے روایت کی گئی ہے کہا کہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب اور جمیع بنی عبدالعزیٰ کے ساتھ بیت اللہ شریف کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد آئیں اور

طواف کعبہ میں مشغول ہوگئیں اچانک اُن کے چہرہ پر وضع حمل کے آثار ظاہر ہوئے مگر اُن میں بیت اللہ شریف سے باہر آنے کی طاقت نہ تھی لہٰذا اُنہوں نے کہا الٰہی مجھ پر اس ولادت کو آسان فرما۔

راوی نے کہا! میں نے اُسی وقت دیوار کعبہ کو شق ہوتے دیکھا اور جناب فاطمہ کعبہ شریف کے اندر جا کر ہماری نظروں سے غائب ہوگئیں ہم لوگوں کو بھی خواہش تھی کہ کعبے کے اندر جائیں مگر اس صورت میں مناسب نہیں تھا چنانچہ جناب فاطمہ بنت اسد چوتھے روز حرم شریف سے باہر آئیں اور انہوں نے حضرت علی کو ہاتھوں پر اٹھا رکھا تھا۔

امام ابو داؤد بنا کتی روایت لائے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے پہلے اور بعد کسی شخص کو بھی کعبے شریف کے اندر پیدا ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا چنانچہ اُنہوں نے اس طرح کہا ہے !

ولدته فی الحرام المعظم امه
طابت و طاب ولیدها والمولد

گوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود
آمد میانہ حرم کعبہ درو جود
کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لا جرم
بر دوش سید دو جہاں جلوہ ہا نمود

نام علی کیسے رکھا؟

جناب فاطمہ بنت اسد حضرت علی کو گود میں لے کر کعبے شریف سے اپنے گھر واپس آئیں اور حضرت علی کو جھولے میں لٹا کر حضرت ابو طالب کو ولادت مولود کی خوشخبری سُنائی حضرت ابو طالب نے جوشِ محبّت سے جھولے کے سامنے ہو کر حضرت علی کریم کے چہرۂ اقدس کو دیکھنا چاہا تو حضرت علی علیہ السلام نے ہاتھ باہر نکال کر اپنے والد محترم کے چہرے پر خراشیں ڈال دیں بعد ازاں آپ کی والدہ نے اُنہیں دودھ پلانا چاہا تو اُنہوں نے ہاتھ بڑھا کر ان کے چہرے پر بھی خراشیں ڈال دیں۔

حضرت ابو طالب نے اپنی زوجہ محترمہ سے کہا اُے فاطمہ تو نے اس بیٹے کا کیا نام رکھا ہے اس کا پنجہ تو شیر کے پنجے جیسا ہے؟

حضرت فاطمہ بنت اسد نے عرض کی میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد یعنی شیر تجویز کیا ہے۔

حضرت ابو طالب نے فرمایا! میں اس کا نام قصیٰ کے نام پر زید رکھتا ہوں کیونکہ وہ تمام قبیلوں کو جمع کرنے والے ہیں۔

بعد ازاں جناب فاطمہ نے حضرت علی کے ہاتھ باندھ دیئے اور اپنے کام میں مصروف ہو گئیں کچھ دیر بعد گہوارے کی طرف دیکھا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ کھلے ہوئے اور گہوارے سے باہر نکلے ہوئے

تھے۔

حضرت رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی ولادت باسعادت کی خبر سُنی تو آپ نے حضرت ابو طالب کے گھر آ کر پوچھا اس کا کیا نام رکھا ہے؟

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا! باپ نے اس کا نام زَید اور ماں نے اسد رکھا ہے حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا! اس کا نام علی بہت زیادہ اچھا ہے اور عالی ہمّتی کی دلیل ہے،

جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے یہ بات سُنی تو کہا خدا کی قسم میں نے ہاتف کو یہ آواز دیتے سُنا تھا کہ اس بچے کا نام علی رکھنا مگر میں نے اِسے چھپائے رکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی کے والدین کا نام کے بارے میں آپس میں اختلاف ہو گیا تو رات کو دونوں حرم کے دروازہ پر آئے جناب فاطمہ نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے رجز پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

بین لنا بحکمك المرضی

ماذا اتریٰ من اسم ذالصبی

یعنی خُداوندا ہمیں حکم فرما کہ تو اس بچے کا کیا نام رکھنا چاہتا تھا اس شعر کے جواب میں جناب فاطمہ نے کسی کو گھر کے اوپر سے یہ آواز دیتے ہوئے سُنا۔

فاسمه من شامخ علی

علی اشتق من العلی

چنانچہ حضرت علی کا یہی نام مقرر ہو گیا۔

کام دہن زیب زباں است ایں نام

آرامِ دِل و راحتِ جاں ست ایں نام

دودھ کیوں نہیں پیا تھا

روایت میں آیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ابو طالب کے گھر تشریف لا کر حضرت علی کو دیکھنے کے لئے گہوارے کی طرف بڑھے تو جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی بیٹے! آپ بے خوف ہو کر گہوارے کے قریب نہ جائیں کیونکہ اس بچے نے میرے اور اپنے باپ کے چہرے پر خراشیں ڈال دی ہیں ہو سکتا ہے کہ آپ پر بھی جرأت کرے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا امی جان! وہ میرے ساتھ ہرگز اس طرح پیش نہیں آئے گا چنانچہ آپ نے گہوارے کے پاس جا کر جناب علی کے چہرے کی طرف دیکھا حضرت علی اس وقت محو خواب تھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشکبار اور عنبریں گیسوؤں کی مہک جب حضرت علی کے مشام میں پہنچی تو انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور زبان حال سے یہ شعر پڑھا۔

بوئے جاں می آید از باد صبا ایں بو چہ بوست
مُشک را ایں حد نبا شد نہت گیسوئے اوست

اور جب حضرت علی کی نگاہیں حضور سید کائنات ﷺ کے جمال جہاں آرا پر پڑی تو آپ کے لبوں پر مسرا کٹ کھیلنے لگی۔

اندریں ساعت کہ دیدم نازنینِ خویش را
یا فتم خرم دِل اندو ہگین خویش را

حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کو گہوارے سے باہر نکالا اور آغوش میں لے کر اُن کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھا اور پھر اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دی امام الاولیاء حضرت علی علیہ السلام ایک عرصہ تک اُس دہن مبارک سے لعاب پاک چوستے رہے جو وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کے اسرار کا سرچشمہ ہے جیسا کہ حضرت علی نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا ہے ھذا لعاب رسول اللّٰہ فی فمی یعنی میرے منہ میں یہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک ہے۔

گہوارے سے حضرت ابوطالب کے پاس حضرت علی کے نہ جانے میں یہ نکتہ اور حکمت تھی کہ آپ اُن سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں میں جانا چاہتے تھے اور اپنی والدہ مکرمہ کا دودھ نہ پینے میں یہ راز تھا کہ آپ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن مبارک چوسنا چاہتے تھے۔

مفرحِ بجگر خستگاں عشق رساں
زکیمیائے سعادت کہ در دہن داری

علی کا پہلا اور حضور کا آخری غُسل

بعد ازاں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوٹا اور تھال منگوایا اور جناب علی علیہ السلام کو تھال میں بٹھا کر اپنے مبارک ہاتھوں سے پہلا غسل مبارک دیا۔

جب آپ نے انہیں سیدھے رُخ سے غسل دے لیا تو حضرت علی علیہ السلام بغیر کسی کے پھیرنے کے خود ہی تھال میں گھوم گئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جناب فاطمہ بنتِ اسد نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا ! میں دیکھ رہا ہوں جیسے یہ بچہ مجھے غسل دے رہا ہے اور میں اس کے سامنے بغیر کسی کے پھیرنے سے خود ہی رُخ تبدیل کر رہا ہوں۔

پہلا غسل علی کو میں نے دیا ہے اور آخری غسل مجھ کو علی دے گا اور یہ پیشگوئی اس وقت پوری ہوئی جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری غسل دینے لگے تو آپ حضرت علی کے پھرائے بغیر خود رخ تبدیل فرما لیتے تھے۔

علی آغوشِ رسول میں

بشایر میں روایت آئی ہے کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علی کی تربیت خود اپنے ہاتھوں میں فرمائی اور ہر حال میں اُن کی خبر گیری رکھتے جب حضرت علی کی عمر مبارک پانچ سال کی ہوئی تو قریش اُس وقت قحط سالی کا شکار ہو گئے حضرت ابو طالب عیالدار شخص تھے۔

چنانچہ ایک روز حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس کو فرمایا آپ امیر آدمی ہیں اور ابو طالب غریب ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے خاندان کا بوجھ سنبھالے ہوئے ہیں جبکہ لوگ اس وقت قحط کا شکار ہیں آگے بڑھیں اور رحم کریں کیونکہ یہ رحم کرنے کا موقعہ ہے آپ میرے ساتھ چلیں اور ان کے ایک بیٹے کی پرورش اپنے ذمے لے لیں ایک بیٹے کی پرورش میں اپنے ذمے لے لیتا ہوں تا کہ اُن کا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نے آپ کی بات مان لی اور آپ کے ساتھ حضرت ابو طالب کے پاس آ کر اپنا مدعا بیان کیا حضرت ابو طالب نے فرمایا! عقیل کو میرے پاس رہنے دیں اور باقی جو چاہیں کریں پس حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کو لے لیا اور حضرت عباس نے حضرت جعفر کی ذمہ داری قبول کر لی۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام سرکار دو عالم ﷺ کی کفالت میں ہی

رہے یہاں کہ آپ کی بعثت ہوئی تو آپ پر ایمان لائے اور اس وقت تک آپ کی خدمت اقدس میں آپ کے پاس رہے جب تک آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے اُن کا نکاح کر کے الگ حجرے کا انتظام کر دیا۔

حضرت علی کی کنیّت

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی جب کہ بوتراب کنیت آپ کو زیادہ پسند تھی اس کنیت کے بارے میں چند اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حجرۂ طاہرہ میں تشریف لائے اور پوچھا بیٹی! تیرا ابنِ عم کہاں ہے؟

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی یارسول اللہ! میرے اور اُن کے درمیان کوئی بات ہوگئی تھی جس کی وجہ سے وہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور گھر میں قیلولہ نہیں فرمایا۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے کسی کو حضرت علی کا پتہ لینے کے لئے بھیجا تو اس نے آ کر بتایا یارسول اللہ وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں حضور رسالت مآب ﷺ نے مسجد میں جا کر دیکھا کہ حضرت علی کی چادر مبارک کندھوں سے اُتری ہوئی ہے اور

آپ کے کندھے مبارک غبار آلود ہیں حضور رسالت مآب ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن کے کندھوں سے مٹی جھاڑی اور فرمایا اے ابو تُراب اُٹھ جا اے ابوتُراب اُٹھ جا۔

روضہ الاحباب میں روایت آئی ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ ذی العشیرہ واقع ہوا تو حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کی کنیت ابوتراب رکھی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت علی ریتلی زمین میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے حضور رسالت مآب ﷺ اسی اثناء میں ہمارے پاس تشریف لائے اور حضرت علی سے کہا اے ابوتراب اُٹھ بعدازاں آپ نے فرمایا اے علی! تجھے بتاؤں کہ لوگوں سے بدقسمت ترین شخص کون ہے؟

حضرت علی نے عرض کی! ہاں یارسول اللہ بتائیں۔

آپ نے فرمایا! لوگوں میں بدبخت اور شقی ترین دو شخص ہیں اُن میں سے ایک وہ ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اُونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں اور دوسرا وہ ہے جو تیرے چہرے اور ڈاڑھی کو خون سے رنگین کرے گا آپ نے یہ فرمایا اور اپنا مبارک ہاتھ حضرت علی کے سر مبارک اور چہرۂ اقدس پر پھیرا۔

ابوالریحانتین اور دو رکن

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی ایک کنیت ابوالریحانتین ہے چنانچہ ابن مردویہ کتاب المناقب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت لائے ہیں اُنہوں نے کہا! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا آپ نے اپنی رحلت سے تین یوم قبل حضرت علی کو فرمایا اے ابوریحانتین میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے دونوں پھولوں یعنی حسن و حسین کا خیال رکھنا یقیناً عنقریب تیرے دو رکن ٹوٹ جائیں گے اور اُنہیں اُن کی جگہ سے لے جایا جائے گا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے حضور رسالت مآب ﷺ کے وصال مبارک کے بعد فرمایا! یہ پہلا رکن ہے جو اپنی جگہ پر نہیں رہا پھر جب جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا و اولادہا کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے فرمایا! یہ دوسرا رکن ہے جو ٹوٹ گیا۔

تین بڑی مصیبتیں

روایات میں آیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! میں نے بے شمار مصیبتیں دیکھی ہیں اور بے حد مشقتیں اُٹھائی ہیں مگر ان سب سب سے شدید اور سخت تین مصیبتیں ہیں ایک تو حضور سید کائنات علیہ افضل

الصّلوٰۃ والتحیات کا وصال مبارک ہے کہ آپ میرے ہادی راہ اور پشت پناہ تھے جب حضور رسالت مآب ﷺ کا انتقال پر ملال ہوا تو غم کی آگ پر میرا دل کباب ہو گیا اور انتہائی حسرت سے روتے ہوئے میرے حال کی یوں ترجمانی کرتا تھا۔

اے ہم نفساں آہ کہ بے یار بماندم
در دستِ غمِ ہجر گرفتار بماندم
آں بحرِ رسالت چُو شد از دیدۂ من دور
من با صدفِ چشمِ گہر بار بماندم

دوسری بڑی مصیبت میرے لئے میرے لئے میری زوجۂ مطہرہ سیدہ فاطمہ کی رحلت ہے وہ میرے دل پر غم کی تسکین اور دیدۂ پر نم کی روشنی تھیں وہ میری مونس و غم خوار اور وفادار و غمگسار تھیں اُن کے انتقال سے حضور سید عالم ﷺ کے فراق کے زخم تازہ ہو گئے اور جدائی کے زخم پر دوسرا زخم آ گیا۔

زنہار زدستِ فلک بے بنیاد
ہر گز گرہ کار کسے را نکشاد
ہر جا کہ دلے دید کہ داغے دارد
داغِ دگرش بر سرآں داغ نہاد

تیسری بڑی مصیبت میرے لئے میرے جگر کے ٹکڑے حسین کی

شہادت کی وہ خبر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے سنائی۔

شہیدوں کا مدفن

شواہد النبوت میں روایت آئی ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم ایک سفر کے دوران صحرائے کربلا میں پہنچے تو وہاں سے روتے ہوئے گذرے اور فرمایا! خدا کی قسم یہ اُن کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ اُن کی شہادت کی جگہ ہے۔

آپ کے ساتھیوں نے پوچھا یا امیر المومنین یہ کون سی جگہ ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! یہ کربلا ہے اور یہاں وہ لوگ شہید ہونگے جو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونگے۔

بعد ازاں آپ وہاں سے چل دیئے اور کوئی شخص بھی آپ کی اس بات کا مطلب نہ سمجھ سکا یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ ظہور پذیر ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُس مصیبت سے اہلِ اسلام کے قلوب شمع کی طرح بے چینی کے شمع دان میں جل رہے ہیں اور سید الانام ﷺ کی اُمت کے سینے آتش قلق واضطراب سے حرارت کی بھٹیوں میں جل رہے ہیں۔

شُد بساطِ خرّمے طے دَر جہاں زیں واقعہ

زیر و بالا شُد زمین و آسماں زیں واقعہ

نیست شب ہا برکنار آسمان رنگ شفق
خوں ہمی آیدز چشم روشناں زیں واقعہ

حضرت علی کے القاب

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے القاب سے شمار ہیں جیسا کہ امیر النحل بیضۂ البلد یعسوب الدّین کرّار غیرِ فرّار اسد اللہ الغالب اور ان کے مثل دوسرے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

بغض علی نیکیاں ضائع کر دیتا ہے

کتاب جزو سابع میں مسند امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے مذکور ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا جو شخص ان کے ساتھ اور ان کے والدین کے ساتھ محبّت کرتا ہے وہ قیامت کے دن بہشت میں میرے ساتھ ہوگا۔

فردوس الاخبار میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

حب علی حسنة لا تغر معما سية بغض علی سية

لا تنفع معها حسنة

یعنی علی کی محبت ایسی نیکی ہے جس کہ ساتھ خطائیں نقصان

نہیں دیتیں اور بغض علی ایسی بُرائی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی۔

حضور کی علی سے محبّت

روایت آئی ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو پکڑ کر اُن کی پیشانی چوم لی۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی وہاں پر موجود تھے اُنہوں نے کہا یا رسول آپ اس شخص سے محبّت کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! ہاں اے چچا میں اس سے محبّت کرتا ہوں اور بہت زیادہ محبت کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ اس سے زیادہ بھی کسی شخص سے محبت کرتا ہوں۔

بے شک اللہ ربّ العزت نے تمام پیغمبروں کی ذُرّیت کو اُن کی پشت میں رکھا مگر میری ذریت کو پشت علی میں جاگزین فرمایا ہے۔

حضرت علی سے دوستی

امام ترمذی اپنی سنن ترمذی میں روایت لائے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے لوگوں نے کہا آپ حضرت علی سے بہت زیادہ

محبت کیوں کرتے ہیں؟

حضرت سلمان نے کہا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے بیشک جو علی سے دوستی رکھتا ہے وہ ہم سے دوستی رکھتا ہے اور جو علی سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے۔

لا یتخلف بعدی الا کافرا و منافق

یعنی اے علی میرے بعد تیری مخالفت وہی کرے گا جو کافر یا منافق ہوگا۔

اور حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت علی کے لئے دعا کی الٰہی علی کے دوست کو اپنا دوست اور علی کے دشمن کو اپنا دشمن رکھ اور حدیقہ میں مذکور ہے،،

دوستیِ علی بحقِ خُدا ئے
دوست گیرد تُرا بہرِ دوسرائے
بہر گفتہ مصطفےٰ بہ اِلٰہ
کائے خداوند وال من والاہ
بغض او موجب زیاں کاریست
سبب خواری و کنوں ساریست
دشمنی وَے افگند در چاہ
ہم بیر ہان عاد من عاداہ

دشمنِ علی کو قتل کر دو ایک خواب ایک حقیقت

شواہد النبوت میں امام مستغفری کی دلائل النبوت سے روایت نقل کی گئی ہے کہ صالحین اُمت میں سے ایک بزرگ نے کہا! میں نے رات کو خواب میں دیکھا قیامت قائم ہے اور تمام دنیا میزان حشر میں موجود ہے میں نے پل صراط سے پار ہو کر اچانک دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حوض کوثر کے کنارے پر کھڑے ہیں اور حضرات حسنین کریمین لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں میں نے آگے بڑھ کر اُن سے پانی کا سوال کیا تو اُنہوں نے مجھے پانی نہ پلایا میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی! یا رسول اللہ شہزادے مجھے پانی نہیں دیتے؟ ان سے کہیں کہ یہ مجھے پانی دیں۔

آپ نے فرمایا! تجھے پانی نہیں ملے گا۔

میں نے عرض کی! یا رسول اللہ مجھے کیوں پانی نہیں ملے گا۔

آپ نے فرمایا! اس کی وجہ یہ ہے کہ تیرے پڑوس میں ایک شخص علی کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اور تو اسے نہیں روکتا تھا۔

میں نے عرض کی! یا رسول اللہ میں اُسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا تھا اور ڈرتا تھا کہ کہیں وہ مجھے ہلاک نہ کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے ایک برہنہ خنجر دے کر مجھے فرمایا اُسے قتل کر دے میں نے خواب میں اُسے قتل کر دیا اور واپس آ کر آپ کی خدمت

میں عرض کی یارسول اللہ! آپ نے جو حکم دیا تھا میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کو فرمایا کہ وہ مجھے پانی دیں امام حسن علیہ السلام نے کوثر کا جام مجھے عطا کیا تو میں نے آپ کے ہاتھ سے وہ جام لے لیا مگر یہ نہیں معلوم کہ میں نے وہ پانی پی لیا تھا یا نہیں بعدازاں میں خواب سے بیدار ہوا تو انتہائی خوفزدہ تھا پس میں نے وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو اچانک میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ فلاں شخص سویا ہوا تھا کہ کسی نے اُسے قتل کر دیا اور حکومت کے سپاہیوں نے اُسے کے بے گناہ پڑسیوں کو پکڑ لیا ہے۔

میں نے یہ سُنا تو خود کلامی کے انداز میں کہا سبحان اللہ یہ تو میرے خواب کا واقعہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچ کر دکھایا پس میں اُٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ آپ نے ناحق لوگوں کو پکڑ رکھا ہے اس شخص میں نے قتل کیا ہے۔

حاکم نے کہا! تجھ پر افسوس! تو یہ کیسی بات کرتا ہے۔

میں نے کہا! میں نے اسے خواب میں قتل کیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا اور پھر اسے خواب کا تمام واقعہ سنا دیا۔

حاکم نے کہا اُٹھ کر چلا جا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو بے گناہ ہے اور دوسرے لوگ بھی بے گناہ ہیں بے شک حاکم نے سچ کہا تھا

کیونکہ گناہ اس نا ہنجات کا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔

نا سزا ہر کہ گفت و ہر کہ شنید
بسزا و جزائے خویش رسید

دُشمن علی منبر سے گر کر مر گیا

ایسے ہی شواہد النبوت میں حسین بن علی بن حسین علیہم التحیۃ والرضوان سے روایت بیان کی گئی ہے اُنہوں نے فرمایا! حاکم مدینہ ابراہیم بن ہشام مخزومی ہر جمعۃ المبارک کے روز ہم لوگوں کے قریب جمع کر لیتا اور منبر پر بیٹھ کر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو گالیاں دیتا اور آپ کی شان میں گستاخیاں کرتا ایک جمعہ کے روز وہ جگہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور میں منبر کے ایک طرف گر پڑا اور سو گیا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کھل گئی ہے اور اس میں سے ایک سفید پوش باہر آیا اور اس نے مجھ سے کہا اے عبداللہ یہ شخص جو باتیں کرتا ہے تجھے ان سے رنج پہنچتا ہے؟

میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا آنکھیں کھول کر دیکھ اللہ تعالیٰ نے اُس کے ساتھ کیا کیا ہے۔

میں نے دیکھا تو وہ یعنی حاکم مدینہ حضرت علی علیہ السلام کی مذمت

کرتا ہوا منبر سے گرا اور ہلاک ہو گیا۔

تا کسے کز جامِ بغضِ مرتضیٰ یکجرعہٗ خورد
دستِ ساقیء فنا زہرِ ہلاکش می دہد
حالِ اُوامروز از ایں نوعست وفردا رز حشر
من نمیدانم کہ اَز خشمِ الٰہی چوں دہد

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی محبّت کرتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ بھی محبت کرتا ہے۔

چنانچہ غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کل ہم اُس شخص کو پرچم عطا فرمائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

حضرت علی سے خُدا نے سرگوشی کی

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ عظمت وجلالت میں جناب حیدر کرار علی علیہ السلام کا مقام ومرتبہ اس حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے جسے صاحب روضۃ الاحباب نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہٗ سے نقل کیا ہے کہ محاصرۂ طائف کے وقت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو بلا کر اُن کے ساتھ لوگوں سے الگ ہو کر راز داری

کے ساتھ طویل گفتگو فرمائی اس پر صحابہ نے عرض کی کہ آپ نے اپنے چچازاد سے عجیب اور طویل رموز واسرار بیان کئے ہیں؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

ما انتیجیته و لکن اللّٰه انتجاه

یعنی میں نے علی کے ساتھ خود راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ سرگوشی فرمائی ہے۔

یہ حدیث سُنن نسائی میں بھی آئی ہے اور اسے امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے علی کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کی ہیں یعنی مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں علی کے ساتھ راز کی باتیں کروں اور راز خداوندی کا محرم ہونا اس شہنشاہ کے قرب کی نشانی ہے۔

محرمِ اُو بودہ کعبہء جاں را
محرمِ اُو گشتہ سرِّ یزداں را
کاتبِ نقشِ نامہء تنزیل
خازنِ گنجِ نامۂ تاویل
ہم نبی را وصی وہم داماد
جانِ پیغمبر از جمالش شاد

خصائص وفضائل

جناب حیدرِ کرّار کے اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ قیاس فہم سے بالاتر اور حیطۂ ادراک سے باہر ہیں حقیقت حال اور آپ کی حقیقت کے حال کا محض ایک شمّہ اہلِ علم اور اہلِ عرفان و فضل لوگوں کے مُصفّا اور پاکیزہ ضمائر و خواطر پر ظاہر اور ہویدا ہوا ہے۔

در شرحِ حُسن اُوچہ تصرّف کُند کسے
مرآتِ آفتاب چہ محتاجِ صیقل است

آپ کی درخشندہ اور تابندہ ذاتِ اقدس کے فضائل اور نور بیز صفاتِ منورہ کے مفاخر تمام افکار و اذہان میں دن کی روشنی اور نور الانوار کی طرح ضیاء بار ہیں پس اُن کا ایراد و اثبات مقولۂ تحصیل سے حاصل ہے اور سورج کے لئے لباس و زیورات کی احتیاج نہیں۔

قدم نہاد قلم تا بقدر شرح کند
ز وصفِ صورتِ مدحش نکات معنی را
خرد گرفت عنانش کزیں سُخن بگذر
بماہتاب چہ حاجت شبِ تجلی را

تاہم بحکمِ مالا یدرک کُلّہ لا یترک کُلّہ یعنی اگر تمام کا ادراک نہ ہو سکے تو سب کو نہ چھوڑ دینا چاہیے کہ حکم کے مطابق آپ کے جملہ شرف

نسب عالی کے ہر مقام سے دو تین کلمات بیان کئے جاتے ہیں۔

خبر معتبر سے علی منی و انا منہ معلوم ہے یعنی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

اور آپ کے کلام میمنت انجام سے انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ محقق و مفہوم اور تمام اہل عالم پر روشن ہے یعنی اے علی تیرا میرے نزدیک وہی مقام ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک ہارون علیہ السلام کا تھا۔

اور آپ کا حسب شریف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس نکتہ کاملہ سے معین اور مقرر ہے کہ انا مدینة العلم و علیٌ با بها یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے حکیم سنائی فرماتے ہیں۔

خوانده در دین و ملک مختارش
هم درِ علم و هم علم دارش

علومِ حیدر کرّار

شرح تعرف میں روایت آئی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ایسی باتیں کی ہیں جو کسی نے نہ آپ سے پہلے کی ہیں اور نہ آپ کے بعد۔

چنانچہ ایک روز آپ نے منبر پر فرمایا سلونی عما دون العرش یعنی مجھ سے سوائے عرش کے جو پوچھنا چاہو پوچھ لو بے شک میرے دونوں

پہلوؤں کے درمیان بہت زیادہ علوم ہیں اور یہ میرے منہ میں رسول اللہ ﷺ کا لعاب دہن مبارک ہے اور یہ وہ چیز ہے جو مجھے آپ اپنی زبان مبارک چسایا کرتے تھے۔

قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم لوگ مجھ سے تورات وانجیل سے سوال کرو گے تو میں مسند پر بیٹھ کر تمہیں بتاؤں گا کہ ان دونوں کتابوں میں کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں میری اس بات کی تصدیق کریں گی۔

پھر فرمایا! یہ علوم میں نے ادیب لبیب و علمك مالم تكن تعلم کے مکتبِ ادب سے سیکھے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دینی علوم کے ایک ہزار باب سکھائے اور ہر باب میں مجھ پر مزید ایک ہزار باب کھل گئے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نبی در گوشِ اُو یک علم درداد
وزاں اندر دلش صد علم بکشاد
چوں شہرِ علمِ دیں پیغمبر آمد
در آں شہر بیشک حیدر آمد
از آبِ حیات اے دل کہ جاں خورد
زدستِ ساقیء کوثر تواں خورد

حضرت علی کا مقام عبادت

جناب شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کی عبادت کا یہ مقام تھا کدہ آپ کے خلوت کدہ سے ہر رات فرائض ونوافل کی تکبیروں کے علاوہ ایک ہزار تکبیرات تحریمہ کی آواز سُنائی دیتی تھی۔

مقامِ بُردباری

آپ کی بردباری اور حلم کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے دیوار کے پیچھے کھڑے اپنے غلام کو ستّر بار آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ آپ نے دیوار کے پیچھے جا کر اُسے فرمایا کیا تو نے میری آواز سُنی تھی؟

غلام نے کہا! ہاں میں آپ کی ہر آواز سُنتا رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا! تو نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا؟

غلام نے کہا ! میری خواہش تھی کہ آپ کو غصہ دلاؤں۔

آپ نے فرمایا! میں شیطان کو غصہ دِلاؤں کہ تجھے وہ مجھے غصّہ دلانے پر آمادہ کرتا رہے۔

پھر فرمایا جا میں نے تجھے خدا کی راہ میں آزاد کیا جب تک تو زندہ ہے تیرے اخراجات میرے ذمہ ہوں گے یہ آپ کی انتہائی بردباری اور بے انتہا اچھائی ہے۔

آراستہ بود جانش از زیور علم
بر فرقِ سر مبارکش افسر حلم

تواضع اور انکساری

آپ کی تواضع کے سلسلے میں حکایت بیان کی گئی ہے کہ آپ کے زمانۂ خلافت میں مغربی افریقہ سے سمرقند تک آپ کی حکومت تھی مگر آپ پا پیادہ کوفے کے بازار سے گذرتے اور لوگ اپنے معاملات میں مصروف رہتے اور کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ آپ جا رہے ہیں اثناءِ راہ میں اگر آپ ہجوم میں جا رہے ہوتے اور لوگ آگے بڑھنے کے لئے راستہ چھوڑنے کے لئے کہتے تو آپ اُن کی آواز سُن کر ایک طرف ہو جاتے اور اُنہیں آگے گذرنے کے لئے راستہ دے دیتے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک روز آپ گھریلو ضروریات کا سامان خرید کر خود ہی اُٹھا کر لا رہے تھے کہ عتبہ نامی آپ کے خادم نے عرض کی یا امیر المومنین یہ سامان مجھے اُٹھانے دیں۔

آپ نے فرمایا ! ابو العیال احق ان یحمل یعنی باپ زیادہ مستحق ہے کہ اپنے عیال کا بوجھ اُٹھائے۔

غلام نے عرض کی آپ خلیفۂ وقت اور مومنوں کے امام ہیں یہ صورت حال آپ سے مناسبت نہیں رکھتی؟

آپ نے فرمایا!

لا ینقص الر جل من کمالہٖ ما یحملہ الٰی عیالہٖ

یعنی اپنے عیال کا بوجھ اُٹھانے سے انسان کے کمال میں کمی نہیں آتی۔

سخاوت وعطا

مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی سخاوت یوں مشہور ہے کہ کسی چھوٹے بڑے پر پوشیدہ نہیں اور سب لوگوں پر روز روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے۔

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ اسبابِ نزول میں روایت نقل کرتے ہیں کہ مرکز دائرۂ مناقب ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس دنیا کے مال سے صرف چار درہم تھے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے فقیروں پر خرچ کرنے کو رکھے ہوئے تھے اُن میں سے ایک درہم آپ نے ظاہر طور پر ایک پوشیدہ طور پر ایک دن کے وقت اور ایک رات کے وقت خرچ کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت کریمہ۔

وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً

آپ کے حق میں نازل فرمادی یعنی وہ لوگ جو اپنے اموال رات کو

اور دن کو اور ظاہر اور چھپا کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خدمت کو تعریف سے مشرف فرمایا اور انہیں اس عمل کی سبقت پر تخت بخت پر متجلی فرمایا آیت نازل ہوئی تو حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اے علی تو نے کس طریقہ سے صدقہ کیا ہے؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے عرض کی میں اللہ تعالیٰ کی رضا میں خرچ کرنے کے چار طریقوں کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں جانتا چنانچہ میں نے ان چاروں طریقوں کو جمع کر لیا اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں سے کسی ایک کو بھی شرف قبولیت سے نواز دیا تو میرا مقصود حاصل ہو جائے گا کیونکہ میرا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا! یا ابن ابی طالب الا ان ذلك لك اے ابو طالب کے بیٹے تیرا جو مقصود تھا وہ تو نے پالیا اور جس کی تجھے تلاش تھی وہ تجھے مل گیا۔

آپ کے اور آپ کے اہل خانہ کے روزہ وایثار کا واقعہ آیت کریمہ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْماً وَّاَسِيْرًا کے مضمون کی صورت میں تمام دنیا پر واضح ہے۔

زہد وتقویٰ کا مقام

مولائے کائنات جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے زہد وتقویٰ

ترک دنیا ترتیب اسباب اومر آخرت اور صفات الٰہیہ کے انوار مشاہدہ کا مقام حد کمال کو پہنچا ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے بڑھ کر دُنیا میں کسی کا زہد و تقویٰ نہیں دیکھا کیونکہ آپ نے دنیائے فانی کے مال و متاع سے مطلقاً آنکھیں بند کر رکھی تھیں اور اُمید گاہِ ریاضت پر نظریں لگائے بیٹھے تھے،

روایات میں آتا ہے کہ آپ نے مُدّت مدید تک جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی اور آپ فرماتے تھے

حسبی من الطعام ما یقیم الظھری یعنی میرے لئے اتنا کھانا ہی کافی ہے جو میری پشت کو سیدھا رکھ سکے تا کہ میرے پروردگار کی عبادت میں رکاوٹ نہ آئے۔

ایک روز آپ اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال میں تشریف لائے اور وہاں پر بے شمار سونا چاندی دیکھ کر کچھ دیر تامل کرنے کے بعد فرمایا!

یا صفر و یا بیضاء غیر یا غیری

یعنی اے زرد سونے اور سفید چاندی میرے سوا کسی اور کو فریب دینا میں تیرے دلفریب جلووں اور شیوۂ شیریں پر فریفتہ ہونے والا نہیں یقیناً میں نے تجھے تین طلاقیں دے رکھی ہیں لہٰذا اب رجعت محال ہے اور تیرے دامنِ وصال کی طرف ہاتھ بڑھانا موجبِ وبال ہے۔

چگونہ عشوۂ دُنیا مرا فریب دہد
چُوں من بدیدۂ ہمت در آں نمی نگرم
چوں گرد خرمنِ من خوشہ چیں بود پرویں
سزد کے مزرع دنیا بہ نیم جو نخرم

قُرآنِ مجید تلاوت کا عرصہ

جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی کرامات حیطہ وحصر سے باہر اور حساب وشمار سے فروں تر ہیں شواہد النبوت میں روایات صحیحہ وثابتہ سے بیان کیا گیا ہے۔

جناب علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم ایک رکاب میں پاؤں رکھتے وقت قرآن مجید کی تلاوت کا آغاز کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو پورا قرآن مجید ختم کر لیتے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ رکاب میں پاؤں رکھتے وقت تلاوت شروع کرتے اور مرکب پر پوری طرح بیٹھنے سے قبل قرآن مجید ختم کر لیتے۔

زمین کا کلام کرنا

شواہد النبوت میں ہی حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا میں شب عروسی میں

حضرت علی علیہ السلام سے ڈر گئی کیونکہ زمین اُن کے ساتھ گفتگو کر رہی تھی صبح کو میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا تو آپ نے طویل سجدہ ادا کرنے کے بعد سر مبارک اُٹھا کر فرمایا! فاطمہ تجھے پاکیزگی نسل کی بشارت ہو یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے شوہر کو تمام خلائق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم فرمایا کہ اُسے مشرق سے مغرب تک روئے زمین پر ہونے وَالے تمام واقعات بتائے۔

پوشیدہ چشمہ

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ جنگ صفین کے موقعہ پر آپ کے ساتھیوں کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا انہوں نے دائیں بائیں تلاش کیا مگر پانی دستیاب نہ ہوا امیر المومنین علیہ السلام نے اُنہیں تھوڑا سا راستے سے موڑا تو صحرا کے درمیان ایک کلیسا نظر آیا سب لوگ وہاں پہنچے اور اہلِ کلیسا سے پانی مانگا اُنہوں نے کہا پانی یہاں سیدو فرسنگ کے فاصلے پر موجود ہے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں اجازت دیجئے ہوسکتا ہے ہم اپنی قوت ختم ہونے سے پہلے پانی کے پاس پہنچ جائیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا وہاں جانے کی ضرورت نہیں اور اپنے خچر مبارک کی عنان قبیلہ کی طرف موڑ دی اور ایک جگہ کی طرف اشارا کر کے اسے کھودنے کا حکم دیا جب وہاں سے تھوڑی سی مٹی

ہٹائی گئی تو نیچے سے ایک بہت بڑا پتھر برآمد ہوا جسے کسی بھی ہتھیار سے نہ توڑا جاسکا امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! یہ پتّھر پانی کے اوپر ہے کوشش کے ساتھ اسے اپنی جگہ سے ہٹا دو آپ کے ساتھیوں نے جمع ہر کو پوری کوشش کر ڈالی مگر پتھر کو اس کی جگہ سے جنبش بھی نہ دے سکے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یہ صورت حال دیکھ کر سواری سے اتر آئے اور آستین چڑھا کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مبارک پتھر کے نیچے پھنسا کر زور لگایا اور چشمے کے اوپر سے پتھر کو اکھاڑ کر دور پھینک دیا پتھر کے نیچے سے ایسا صاف وشفاف اور ٹھنڈا میٹھا پانی نکلا جس سے اچھا پانی اُنہوں نے اس سفر میں کہیں نہیں پیا تھا۔

آپ کے سب ساتھیوں نے خوب سیراب ہو کر پانی پیا اور حسبِ ضرورت ساتھ بھی لے لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پتھر کو اُٹھا کر دوبارہ چشمے کے اوپر رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا اس پر مٹّی ڈال دو۔

کلیسا کے راہب نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے اتر کر حضرت علی علیہ السلام کے سامنے آ کھڑا ہوا اور پوچھا کی آپ پیغمبر مرسل ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! نہیں

راہب نے پوچھا کی آپ کوئی ملک مقرب ہیں؟

حضرت علی نے فرمایا نہیں

راہب نے پوچھا! پھر آپ کون ہیں؟

حضرت علی نے فرمایا! میں پیغمبر مرسل حضرت محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں۔

راہب نے کہا! اپنا دستِ اقدس بڑھائیں تا کہ میں مسلمان ہو جاؤں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو راہب نے کہا اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہدان محمدا رسول اللہ واشہدانک وصی رسول اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ رسول اللہ کے وصی ہیں۔

بعد ازاں حضرت امیر علیہ السلام نے راہب سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ عرصۂ دراز سے دین کلیسا پر رہنے کے بعد آج تو ایمان لایا ہے؟

راہب نے کہا! اے امیر لامومنین یہ کلیسا اس پتھر کو ہٹانے والے کے لئے بنایا گیا تھا اور مجھ سے پہلے بھی اس کلیسا میں کئی راہب رہتے تھے ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا ہے اور اپنے علماء سے سُنا ہوا ہے کہ اس مقام پر ایک چشمہ ہے جس پر پتھر رکھا ہوا ہے جسے سوائے پیغمبر کے یا اس کے وصی کے نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ہی اس پتھر کو اُٹھا سکتا ہے جب میں نے دیکھا کہ آپ نے یہ کام کیا ہے تو میری آرزو پوری ہوگئی اور انتظار ختم ہوگیا۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جب راہب کی بات سُنی تو آپ رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر

ہوگئی بعد ازاں آپ نے فرمایا شکر ہے خدا کا کہ اُس نے مجھے بُھلایا نہیں اور اُس کی کتابوں میں میرا ذکر موجود ہے پس وہ راہب آپ کے غلاموں میں شامل ہو گیا اور آپ کے ساتھ اہلِ شام سے لڑائی کرتے ہوئے شہید ہوا آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کو دفن کرنے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ سے اُس کی بخشش طلب کی۔

علاوہ ازیں آپ کی کرامتیں شرح و بیان کے دائرہ سے باہر ہیں آپ کی صولت و جرأت اور سطوت و شجاعت کسی آنکھ اور عقل پر پوشیدہ اور حجاب میں نہیں۔

جُرأت و شجاعت

غزوہ بدر میں معاونتِ مصطفےٰ اور کفار کے ساتھ جنگ میں جو توفیق خداوندی حضرت علی علیہ السلام کو حاصل تھی اس کے لئے لافتیٰ الاعلی لاسیف الاذوالفقار کا نکتہ کافی ہے۔

غزوۂ خندق میں عمر بن عبدود میدان جنگ میں آیا تو حضرت علی علیہ السلام کے ایک ہی حملہ نے اسے زمین بوس کر دیا۔

غزوۂ خیبر میں مرحب یہودی کو تلوار کے ایک ہی وار سے آپ نے دو ٹکڑے کر دیا اور خیبر کے دروازے کو اُکھاڑ نا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی ولایت کا وہ نشان ہے جو تا قیام قیامت انسانوں کی لوحِ قلوب پر مسطور اور

تمام جہانوں کی زبانوں پر مذکور رہے گا۔

اے جان سخن زدت و دل بوتراب کن
آباد ساز کعبہ و خیبر خراب کن
باہر کہ آں جناب گرفت انس انس گیر
وزہر چہ اجتناب نمود اجتناب کن

چونکہ اس کتاب کے اوراق میں صفات مرتضوی کی تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں اور اس کتاب کی تالیف کا مقصد شہدائے اہل بیت کے احوال کا تذکرہ ہے اس لئے اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ہر چہ گفتیم در او صاف کمالیت او
ہم چناں ہیچ نگفتیم کہ صد چنداں ست

شہادت حیدر کرار کے واقعات

جناب مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب آپ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور جمل وصفین کا واقعہ وقوع پذیر ہوا جس کی تفصیل کتب تواریخ میں مرقوم ہے صفین کے موقعہ پر حکم بنائے گئے تو کوفہ کے چار ہزار عابد وزاہد افراد امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لشکر سے یہ کہتے ہوئے الگ ہو گئے کہ لاحکم الا اللہ یعنی اللہ کے سوائے کسی کا حکم نہیں ان لوگوں کے ساتھ آٹھ ہزار افراد اور

شامل ہو گئے ان لوگوں نے ابن الکوا کو اپنا امیر بنایا اور موضع حرورا کو اپنا ٹھکانہ بنالیا اس باغی گروہ کو خارجی کہتے ہیں کیونکہ یہ امام وقت کو چھوڑ کر دین سے باہر نکل گئے تھے۔

خارجیوں سے افہام و تفہیم

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اُن کے پاس بھیجا تا کہ وہ اُنہیں سمجھا بجھا کر واپس لے آئیں مگر اُنہوں نے حضرت ابن عباس کی ایک نہ سُنی اور وہ مایوس ہو کر واپس آ گئے۔

بعد ازاں حضرت علی علیہ السلام سوار ہو کر خود اُن کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے گفتگو کی آپ کے جواب میں عمرو بن یربوع اور حرقوص بن زہیر نے کہا یا علی آپ نے بہت بڑا گناہ کیا ہے آپ توبہ کریں اور لشکر کو ترتیب دیں تا کہ شامیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ہم آپ کے ساتھ چلیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا میں حکمین پر راضی نہ تھا مگر تم لوگوں نے زیادتی کی اور میدان جنگ سے نکل بھاگے اب میں تمہارے پاس آیا ہوں تو تم یہ اعتراض کرتے ہو؟

خارجیوں میں سے ایک شخص نے کہا ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں

گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! جب تم میرے ساتھ جنگ نہیں کرو گے میں تمہارے ساتھ جنگ نہیں کروں گا۔

خارجیوں کی ریشہ دوانیاں

خارجیوں نے ہر شہر میں اپنے آدمیوں کو بھیجا اور لوگوں سے امداد طلب کی اور نہروان کے مقام پر جمع ہو گئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو اُن کے بارے میں پتہ چلا تو آپ نے اُن پر کچھ توجہ نہ دی اور لشکر کو تیار کر کے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

اسی اثناء میں آپ کو خبر ملی کہ خارجیوں نے فسادات شروع کر دیئے ہیں مسلمانوں کو لوٹنے کا اقدام کر چکے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حضرت علی شام کو جائیں گے تو ہم کوفہ میں جا کر لوٹ مار کریں گے۔

دو تہائی خارجی دین میں داخل ہو گئے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی فوج نے کہا! یا امیر المومنین ہمیں پہلے خارجیوں سے نمٹ لینا چاہیے ہو سکتا ہے کہ ہم شام میں ہوں اور یہ لوگ ہمارا مال و اسباب لوٹ کر ہمارے بیوی بچوں کو قیدی بنا لیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی فوج ظفر موج کا رخ خارجیوں کی

طرف پھیر دیا اور دوسری مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اُن کے پاس افہام و تفہیم کے لئے بھیجا۔

حضرت ابن عباس کے بعد آپ خود اُن کے پاس تشریف لے گئے اور نصیحت کرتے ہوئے عذاب خداوندی سے ڈرایا تو آٹھ ہزار افراد توبہ توبہ کہتے ہوئے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور روتے ہوئے لشکر اسلام کے ساتھ مل گئے۔

خارجیوں کا امیر ابن الکواء اپنے دس مخصوص آدمیوں کو ساتھ لے کر خارجیوں کے مذہب سے رجوع کر کے حضرت علی کے پاس چلا آیا۔

خارجیوں نے عبداللہ بن وہب اور ذوالثدیہ حرقوص بن زہیر کو اپنا امیر مقرر کیا اور نہروان کی طرف چلے گئے چنانچہ جناب علی علیہ السلام نے بھی اپنا لشکر اُن کے پیچھے روانہ کر دیا۔

جب کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خارجیوں کے ساتھ جنگ کرنے کی خبر دے رکھی تھی اور ان لوگوں کو مارقین کے نام سے موسوم کیا تھا۔

خارجیوں کا باوا آدم

شواہد النبوّت میں روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا اے علی! تو مارقین یعنی خارج از دین لوگوں

کے گروہ سے جنگ کرے گا ان لوگوں میں ایک شخص ہوگا جس کے ہاتھ کی جگہ پر عورت کے پستان کی مانند گوشت کا لوتھڑا ہوگا اور اس پر چند بال ہونگے چنانچہ اس وقت یہ شخص ذوالثدیہ اور یربوع دونوں ہی خارجیوں کے امیر ابن وہب راسبی کی امارت میں اُس کے شریک کار تھے۔

ابوالشیخ اصفہانی صحیح اسناد کے ساتھ اپنی کتاب دلائل النبوت میں روایت لائے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا میں حضور رسالت مآب کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ اُس وقت کوئی چیز تقسیم کر رہے تھے کہ بنی تمیم کے ایک شخص ذوالخویصرہ نے آکر آپ سے کہا یا رسول اللہ! انصاف کریں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اسے چھوڑ دے اس کے ساتھی ہونگے جن میں سے ہر ایک تم کو حقیر سمجھے گا اور یہ لوگ دین اسلام اور امیر حق کی اطاعت سے باہر نکل جائیں گے۔

لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا مارقین نماز روزہ کے پابند ہونگے؟

آپ نے فرمایا! ہاں وہ یہ سب کچھ کریں گے اور قرآن بھی پڑھتے ہوگے مگر وہ دین سے اس قدر تیزی کے ساتھ نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے ان کا پیش رو ایک کالے رنگ کا شخص ہوگا جس کے بازو

عورتوں کے پستان کی طرح ہونگے اور وہ لوگوں میں سب سے بہتر گروہ کا ساتھ چھوڑ کر اس سے جنگ کرے گا۔

حضور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں سُنی ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ تھا اور اُنہوں نے خارجیوں کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ جب اُن کے پیشرو کو تلاش کر کے لایا گیا تو اس میں وہ تمام نشانیاں موجود تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔

زبانِ مُصطفٰے مُعجز نشاں شُد
خبر از ہر چہ میداد آں چناں شد

ایک راہب کا جنگ سے روکنا

روایات میں آیا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کا لشکر نہروان کو جاتے ہوئے ایک کلیسا کے پاس سے گذرا تو گرجے کے راہب نے اوپر سے آواز دی اے لشکر اسلام اپنے امیر سے کہیں کہو میرے پاس آئیں حضرت علی علیہ السلام کو اس کا پیغام پہنچایا گیا تو آپ نے مرکب کی عنان گرجے کی طرف موڑ دی جب آپ قریب ہوئے تو راہب نے کہا اے سردار لشکر آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! میں دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ

کرنے کے لئے جارہا ہوں۔

راہب نے کہا آپ اسی جگہ لشکر کو اتاریں اور کچھ دیر کے لئے مخالفین دین سے توقف فرمائیں کیونکہ مسلمانوں کا ستارا زوال میں ہے اور ملّت اسلامیہ کا مقدر کمزور ہے آپ چند روز کے لئے رک جائیں تا کہ مسلمانوں کا ستارا زوال سے نکل کر بلندی کی طرف چلا جائے اور ان کا مقدر قوّت پا جائے۔

حضرت علی کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! اے راہب تو علمِ آسمانی کا دعویٰ کرتا ہے مجھے فلاں ستارے کی سیر کے متعلق بتا؟

راہب نے کہا! میں قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کبھی اس ستارے کا نام نہیں سُنا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اس پر دوسرا سوال کیا مگر راہب اس کا جواب بھی نہیں جانتا تھا جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا تو آسمانی حالات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا اس لئے تجھ سے احوالِ زمین کے بارے میں سوال کرتا ہوں تو جس جگہ کھڑا ہے بتا اس کے نیچے کیا چیز دفن ہے؟

راہب نے کہا! میں نہیں جانتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا یہاں ایک برتن ہے جس میں چند دیناروں کے سکے ہیں اور اس سکّہ کا نقش اس طرح کا ہے

راہب نے کہا! آپ نے یہ بات کہاں سے سُن کر کہی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ تو اس قوم کے ساتھ جنگ کرے گا اور تیرے لشکر کے شہیدوں کی تعداد دس سے کم ہوگی جب کہ اُن لوگوں میں سے دس کی تعداد سے کم لوگ زندہ بچ کر بھاگ سکیں گے۔

راہب یہ باتیں سن کر حیران رہ گیا پھر اس نے اپنے پاؤں کے نیچے سے جگہ کھدوائی تو وہاں سے برتن برآمد ہوا جس میں اُتنے ہی دینار تھے جتنے حضرت علی علیہ السلام نے فرمائے تھے راہب اُسی وقت گرجے سے باہر نکلا اور حضرت علی کے ہاتھ پر مُسلمان ہوگیا بعد ازاں وہاں سے آپ کا لشکر بصد شوکت وسطوت نہروان کی طرف روانہ ہوگیا۔

تائید بر یمین وے فتح بر یسار
اِقبال در رکاب وے و بخت ہم عناں

شک دُور کر دیا

شواہد النبوّت میں روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت جندب بن عبداللہ ازدی نے بیان کیا! میں جمل وصفین کی جنگوں میں حضرت علی کرم

اللہ وجہہٗ الکریم کے ساتھ تھا اور مجھے آپ کے حق پر ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہ تھا مگر جب آپ نہروان کی جنگ میں آئے تو میرے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ آپ ایسے لوگوں سے جنگ کے خواہاں ہیں جو سب کے سب عابد و زاہد اور نیک لوگ ہیں ان لوگوں کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہو گا جب صبح ہوئی تو میں نے باہر جا کر طہارت کی اور زمین میں نیزہ گاڑ کر اس پر اپنی ڈھال لٹکائی اور اس کے سائے میں بیٹھ گیا۔

اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم وہاں پر تشریف لے آئے اور فرمایا تیرے پاس طہارت کرنے کے لئے پانی ہے؟ میں نے پانی کا برتن آپ کو پیش کیا تو آپ کچھ دور جا کر میری نظروں سے پوشیدہ ہو گئے بعد ازاں آپ نے واپس آ کر وضو کیا اور ڈھال کے سائے میں بیٹھ گئے۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سوار آپ کے بارے میں پوچھ رہا ہے میں نے آپ سے پوچھا کہ وہ سوار آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے؟

آپ نے فرمایا اُسے جا کر بلا لاؤ میں اسے بلا کر لایا تو اس نے کہا اے امیر المومنین مخالفین نہروان سے گذر گئے ہیں اور اُنہوں نے پانی کاٹ دیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ یقیناً وہ وہاں سے گذر گئے ہیں؟

سوار نے کہا! خدا کی قسم وہ وہاں سے گذر گئے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا! وہ ہرگز وہاں سے نہیں

گذرے اسی اثناء میں ایک اور شخص نے آ کر کہا کہ وہ وہاں سے گذر گئے ہیں
حضرت علی نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

سوار نے کہا! خدا کی قسم میں وہاں سے نہیں آیا جب تک اُن کے
جھنڈے ندی کے اس پار نہیں دیکھ لئے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! خدا کی قسم وہ نہیں گذرے اور
کیسے گذر سکتے ہیں جب کہ اُن کی شکست وریخت کا وہی مقام ہے اور اُن کا
خون بہنے کی وہی جگہ مقرر ہے اِس کے ساتھ ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور
میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور دل میں کہا الحمدللہ ! میرے ہاتھ میں ایک میزان
آ گیا ہے اور اب مجھے معلوم ہو جائے گا کہ اِس شخص یعنی حضرت علی علیہ
السلام کا دعویٰ جھوٹا ہے یا فی الواقع انہیں اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یہ سب باتیں بتائی ہوئی ہیں،

پس میں نے کہا الٰہی میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اگر مخالفین
نہروان سے گذر چکے ہوں گے تو اِس شخص یعنی حضرت علی سے جنگ کرنے
والا پہلا شخص میں ہوں گا اور اگر نہیں گذرے ہوں گے تو ان کے مخالفین کے
ساتھ ثابت قدمی سے لڑوں گا، پھر جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو میں
نے دیکھا کہ اُن کے پرچم اُسی حال میں گڑے ہوئے تھے اور اُن میں سے
ایک شخص بھی دوسرے کنارے پر نہیں گیا تھا۔

اِسی اثناء میں اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے پیچھے

سے پکڑ لیا اور جھنجوڑتے ہوئے فرمایا ! اے جندب کیا حقیقتِ حال تجھ پر واضح ہوگئی؟

میں نے کہا ! ہاں اے امیر المومنین،

آپ نے فرمایا! اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔

میں نے پہلے اُن کا ایک آدمی قتل کیا پھر دوسرا مارا اور پھر تیسرے سے لپٹ پڑا تو اُس نے مجھے زخمی کر دیا ہم دونوں زمین پر گرے تو میرے ساتھی مجھے اُٹھا کر لے گئے اور مجھے اس وقت ہوش آیا جب جنگ اختتام پذیر ہوگئی۔

حق و باطل کا مقابلہ

شاہِ مرداں حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپاہی دورانِ حرب و قتال شمشیر آبدار کو برہنہ کئے اور نیزوں کی ضربیں لگاتے میدان جنگ اور معرکہء جدل میں دوڑیں لگا رہے تھے۔

ہمہ چوں گوہرِ شمشیر غرق در آہن
دلیر و صفدر و رزم آزمائے و مرد افگن

خارجیوں کا تباہ حال لشکر جس نے اپنی گمراہی کی وجہ سے خود کو صحرائے سرکشی اور بادیۂ نافرمانی میں گرا لیا تھا اور اپنی انتہائی بدقسمتی اور نحوست کی وجہ سے اتباع و اطاعت کے موردِ مصفا کو سرکشی اور عصیان کی

آلودگیوں سے مکدر کرلیا تھا۔

باسرے پرشور از سودائے خام

باد ماغے پربخارِ انتقام

بہرحال! دونوں لشکر مقابل ہوئے اور راہِ مقاتلہ کھول دی۔

چو ابرو ہوا لشکر آمیختند

چو باران زیں خوں فرو ریختند

مخالفین حیدر کرار نے جو منصوبہ بندی کی تھی اُس کا نتیجہ اُلٹ نکلا اور جو بات تصور کر رکھی تھی اس کے برعکس ہوا۔

برداشتند دل ز اُمیدے کہ داشتند

بر بر نہ داشتند زتخمے کہ کاشتند

حضرت امیر علیہ السلام کے لشکر کے لئے مہب ﴿"مہب" ہواؤں کے چلنے کی جگہ﴾ واللہ یوید نصرہ من یشاء سے نسیم عنایت چل رہی تھی اور گلشن فقد جاء کم الفتح سے گل مراد کھل رہا تھا۔

صبح ظفر از مشرقِ اقبال بر آمد

و اصحاب غرض را شبِ یلدا بسر آمد

خارجیوں کی چار ہزار افراد پر مشتمل فوج سے تین ہزار ۳۹۹۱ نو صد اکیانوے افراد مارے گئے اور باقی نو افراد میدان کارزار سے جان بچا کر بھاگ گئے جبکہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے لشکر سے صرف نو مجاہدین

اسلام نے جام شہادت نوش کیا اور باقی تمام لشکر کا سامان زندگی اُس دریائے خون سے سلامتی کے ساتھ ہمکنار ساحل ہو گیا۔

ذوالثدیہ کی تلاش

اختتام جنگ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالثدیہ کی جو نشانی بتائی ہے اس کے مطابق اس کی لاش تلاش کرو لوگوں نے ایک بار تلاش کیا تو اس کی لاش نہ ملی اور ان سب نے جمع ہو کر عرض کی ہو سکتا ہے وہ قتل ہونے کی بجائے معرکۂ کارزار سے فرار ہو گیا ہو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے اسے بہر حال قتل ہونا چاہیے۔

آپ کے ساتھیوں نے دوبارہ اُس کی تلاش شروع کی تو اسے چالیس مقتولوں کے نیچے قتل کیا ہوا اسی طرح پایا جس طرح اللہ کے ولی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر فرمایا تھا۔

ابنِ ملجم قاتل علی کا حال

بعد ازاں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا تم میں کون ہے جو کوفہ جا کر ہماری فتح کی خبر سُنائے۔

ابن ملجم مرادی نے آگے بڑھ کی اے امیر المومنین میں جا کر اہل کو فہ کو یہ خوش خبری سناؤں گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا جا اور اپنا کام پورا کر مورخین کہتے ہیں ابن ملجم مصر کا رہنے والا تھا اور اُن لوگوں کے ساتھ آیا تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ کو شہید کرنے کے لئے آئے تھے بعد ازاں وہ کوفہ میں آ کر حضرت علی علیہ السلام لشکر میں شامل ہو گیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ خارجیوں سے جنگ کرنے کے لئے تمام علاقوں کے لوگوں سے کمک مانگی تھی چنانچہ یمن سے آنے والے دو افراد کے ساتھ ابن ملجم بھی تھا یہ شخص انتہائی زشت رو بدصورت اور ڈراؤنی شکل والا تھا

ازیں ناشستہ رُوئے تیرہ رائے
دوی بد طلعتے ناخوش لقائے

شہادت کی پیشگوئی

ان میں سے ہر شخص نے حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں تحفہ تبریک پیش کیا جسے آپ نے قبول فرما لیا مگر جب ابن ملجم نے اپنی انتہائی قیمتی تلوار حضرت امیر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا اور اس کے ہدیہ کو قبول نہ کیا۔ بعد ازاں ابن ملجم نے تنہائی میں آپ سے ملاقات کی اور کہا اے امیر المومنین کیا بات ہے کہ آپ

نے میرے دوستوں اور ساتھیوں کا ہدیہ قبول کرلیا ہے مگر میرا تحفہ مسترد کر دیا ہے حالانکہ یہ تلوار اس قدر قیمتی ہے کہ عرب میں شاید ہی کوئی تلوار اتنی قیمتی ہو؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! میں تجھ سے یہ تلوار کس طرح لے لوں جب کہ مجھ سے اپنی مراد تو اسی تلوار کے ذریعے حاصل کرے گا یعنی اسی تلوار سے تو مجھے شہید کرے گا۔

ابن ملجم کا اضطرابی جواب

ابن ملجم زمین پر گر پڑا اور بہت زیادہ جزع فزع کرنے کے بعد اس نے کہا اے امیر المومنین! افسوس افسوس اگر اس قسم خیال اور اس فکر محال کا خطرہ بھی میرے دل میں پیدا ہوا تو مجھ پر افسوس ہے۔ میں نے تو آپ کی غلامی کرنے کے عشق میں اپنا ملک و مسکن چھوڑ دیا ہے اور اپنے احباب و اصحاب سے دل برداشتہ ہو کر آیا ہوں۔ میرے دل کی لوح پر آپ کی محبت کے نقش ثبت ہیں آپ کی جناب کے غلاموں کی محبت کا بادشاہ میرے صدر دل میں متمکن ہو چکا ہے۔

حاشا کہ دلم از تو جدا تاند شد
یا باکسِ دیگر آشنا تاند شد
از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست
وز کوے تو بگذرد کجا تاند شد

ایسا ضرور ہوگا

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا یہ صورت وقوع پذیر ہو کر رہے گی اور اس کے خلاف تصور نہیں کیا جا سکتا اور یہ ایسا امر ہے جس سے تجاوز ممکن نہیں تیرے آئینہ محبت پر یقیناً غبار وحشت پڑے گا اور تو مقام وفاق سے صحرائے نفاق میں جا گرے گا۔

آئین مہر و رسم وفا عادت تو نیست
ہر چند شرط و عہد کنی باز بشکنی

ابن ملجم نے کہا! اے امیر المومنین اب میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں مجھے حکم فرمائیں تا کہ میں اپنے دونوں ہاتھ کاٹ دوں اگر آپ نے تحقیق فرمالی ہے کہ مجھ سے یہ صورت واقع ہوگی تو مجھ سے قصاص لینے کا حکم صادر فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! تجھ سے کس طرح قصاص لوں جب کہ ابھی تک تجھ سے وہ فعل صادر نہیں ہوا جس سے تو مستحق قصاص ہوتا مگر مجھے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اُن کا فرمان درست ہے اور اُن کی بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی بات ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ابن ملجم خارجیوں میں سے تھا اور اُن لوگوں کے ساتھ نہروان کی طرف آیا تھا مگر باہر نکلنے کا راستہ نہ ملنے کی وجہ سے حضرت علی

کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔

ابن ملجم کوفے میں

بہر تقدیر! جب حضرت امیر علیہ السلام محاربہ خوارج سے فارغ ہو کر کوفہ کی طرف واپس ہونے لگے تو ابن ملجم نے آپ سے پہلے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو خوش خبری سُنانے کے لئے اجازت طلب کی اور کوفہ میں پہنچ کر محلوں اور بازاروں میں آپ کی فتح کی خبر لوگوں کو سنائی اور یہ بات ہر خاص و عام تک پہنچا دی کہ!

خورشید ظفر از اُفق فتح برآمد
وز پرتو وے نوبت ظلمت بسر آمد

اچانک وہ ایک گھر کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے دف اور بانسری کی آواز سُنی اُس نے دروازہ پر کھڑے ہو کر اپنے آپ سے کہا میں اس گھر کے مکینوں کو اس فعل منکر سے روکوں اور عذاب و عقوبت الٰہی سے ڈراؤں۔

چنانچہ اُس نے بلند آواز سے اہل خانہ کو غنا و سرود سے منع کیا اس کی عجیب حالت تھی کہ اُس کا پہلا کام بانسری بجانے سے روکنا تھا اور دوسرا عمل شراب پینا تھا جس کی وجہ سے اُس نے مشکل ترین اور بدترین کام کو اختیار کیا اور اپنے احوال کے منشور پر شقاوت ابدی اور خسران سرمدی کے دستخط کر لئے

زنفسِ نابکار و طبع منحوس

بزندانِ شقاوت ماند محبوس

القصہ اُس نے اُس گھر سے نکلنے والی تمام عورتوں کو دیکھا جو مختلف رنگوں کے شوق لباس پہنے ہوئے تھیں اُن کے درمیان قطامہ نام کی ایک نہایت حسین وجمیل عورت بھی تھی جب کہ اس کا حسن و جمال عرب میں ضرب المثل تھا۔

ابن ملجم نے اس عورت کو دیکھا تو اس کے سینہ پر کینہ کی بھٹی میں اس کے عشق کا شعلہ بھڑک اُٹھا اور محبت کی بجلی کے شرارے نے اس کے خرمنِ صبر کو جلا کر رکھا دیا۔

لشکر کشید عشق و دلم ترکِ جاں گرفت

صبر گریز پائے سر اندر جہاں گرفت

آخر اُس نے بے حیائی کے ہاتھ سے حیا کا پردہ اس کے سامنے اُٹھا دیا اور قطامہ کے پاس آ کر کہنے لگا اے دلآرام نازنیں تو کس قوم اور قبیلے سے تعلق رکھتی ہے؟

قطامہ نے کہا! میں تیم الرباب قبیلے سے ہوں یہ قبیلہ خارجیوں کا تھا اور حضرت امیر علیہ السلام نے نہروان کی جنگ میں ان سب کو قتل کر دیا تھا چنانچہ ان مقتولوں میں قطامہ کا باپ بھائی اور خاندان کے دیگر بارہ افراد شامل تھے۔

ابن ملجم نے پوچھا! تو بیوہ ہے یا شوہر والی؟

قطامہ نے کہا! میرا شوہر نہیں ہے۔

ابن ملجم نے کہا! تو شادی کر لے تا کہ تجھے کوئی شخص ملامت نہ کرے اور تو اس فتنے سے مامون ہو جائے۔

قطامہ نے کہا! مجھے ایک مدت سے شوہر کی تلاش ہے مگر مجھے ملا نہیں،

ابن ملجم نے کہا! اب تو نے پالیا ہے مجھے ملاپ جنسیت کی اجازت دے دے۔

قطامہ نے ابن ملجم کی بات سُنی تو اس کا دل اُس کی طرف مائل ہو گیا

ذرہ ذرہ کاندریں ارض و سماست
جنس خود را بجو کاہ و کہر باست

قطامہ نے کہا میرے ساتھ آ تا کہ میں اپنے گھر والوں سے مشورہ کر لوں وہ ملعون اس ملعونہ کے ساتھ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچ گیا۔

قطامہ نے اپنے گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کروایا بھڑکیلا اور شوخ لباس پہنا اور خود کو زیورات سے اچھی طرح مزین کر لیا۔

تو بے پیرایہ دل ہا می ربودی از کساں و ایں دم
کہ ایں پیرایہ بستی قصد جانِ بے دلاں داری

بعد ازاں وہ اپنے مکان کی چھت پر جا کر جلوہ کناں وہ گئی اور ابن

ملجم کو اپنی معشوقانہ اداؤں اور حسن و جمال کے کرشموں سے ایک ہی لحظہ میں اپنا قیدی بنالیا اور جب دیکھا کہ میرے عشق کا تیر نشانے پر لگ گیا ہے تو ناز و انداز سے کہنے لگی میرے گھر والے مجھے تیرے نکاح میں دینے پر رضا مندی نہیں سوائے اس کے کہ تو بھاری اور مشکل ترین مہر ادا کرے جب کہ اتنا مہر ادا کرنا تیرے بس کی بات نہیں۔

قطامہ کا مہر

ابن ملجم نے کہا! تو مہر کا تعین کر میں اس کے بارے میں سوچ لیتا ہوں؟

قطامہ نے کہا! میرا مہر تین چیزوں پر مشتمل ہے اول یہ کہ تو ایک ہزار درہم نقد ادا کرے دوم یہ کہ ایک خوبصورت اور گانے والی کنیز پیش کرے سوم یہ کہ علی بن ابی طالب کو قتل کرے۔

ابن ملجم نے کہا! ایک ہزار درہم اور کنیز کا فیصلہ مجھے منظور ہے مگر قتل علی نہایت مشکل کام ہے اور اے قطامہ میں علی کو قتل کرنے پر کس طرح قادر ہو سکتا ہوں جب کہ وہ مشرق مغرب کا شہسوار اور عرب کے بہادروں کی گردنیں توڑنے والا ہے۔

چو اُو برکشد ذوالفقار از غلاف

زہبت قدر لرزہ بر کوہ قاف

چو در دستِ اُو نیزہ گرداں شود

بلائے دلیران و گرداں ستود

قطامہ نے کہا! میں مال اور کنیز تو تجھے معاف کر سکتی ہوں مگر قتلِ علی کی شرط نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ جب تک میں اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ اس سے نہیں لے لیتی مجھے چین نہیں آئے گا اس وقت میرا مہر قتل علی ہے اگر میرا وصل چاہتا ہے تو اس کام کو قبول کر لے ورنہ جان لے کہ تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔

ابن ملجم نے یہ بات سُنی تو اس کی جدائی کی آگ شعلہ زن ہو گئی اور اس کی حمیت جاہلیت کی دیگ پکنے لگی اور اس نے کہا! خدا کی قسم حضرت علی کی بات سچی تھی اُنہوں نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا اس کی نشانی اب ظاہر ہوئی ہے گویا کہ میں اس شہر میں حضرت علی کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں پھر کہا اے قطامہ میں نے اس کام کا عزم کر لیا ہے اور اسے قتل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھلی ہے اگر میں اس پر ایک ضرب لگا دوں تو کیا تو مجھ پر خوش ہو جائے گی؟

قطامہ نے کہا! مجھے منظور ہے میں بھی کچھ لوگوں کو بلاتی ہوں تا کہ وہ اس سلسلہ میں تیری معاونت کریں اور میں تیرے اتنے کام پر ہی خوش ہو جاؤں گی اب اپنی تلوار مجھے دے دے تا کہ تو اپنی شرط پر قائم رہ سکے اور جلدی واپس آ جانا۔

ابن ملجم نے اپنی تلوار قطامہ کے حوالے کر دی اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی طرف چل پڑا اہل کوفہ اس وقت آپ کے استقبال کو گئے ہوئے تھے جب حضرت امیر علیہ السلام کوفہ میں آئے تو لوگوں نے آپ کو تہنیت و مبارک باد پیش کی۔

لِلّٰہ الحمد کہ مقصود زور باز آمد
مردم چشمِ جہاں بیں زِسفر باز آمد
لِلّٰہ الحمد کہ اَز وصلِ مسیحا نفسے
تنِ خستہ دِلاں جانِ دِگر باز آمد

امیر المومنین کا خطبہ اور اعلانِ شہادت

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام چلتے ہوئے کوفہ کی مسجد تک پہنچ گئے اور سواری کی لگام کھینچ کر رکاب سے پاؤں مبارک باہر نکالے اور پیادہ ہو کر قدم مبارک مسجد میں رکھا دو رکعت نماز تحیّتِ مسجد ادا فرمائی۔

آپ کے دونوں شہزادے اور کوفے کے سب اشراف و اعیان اور محبین وہاں پر موجود تھے مولائے کائنات منبر پر تشریف لائے اور اپنے خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور رسالت مآب ﷺ کی نعت و تعریف بیان کرنے کے بعد لوگوں کو عقوبتِ ربّانی سے ڈرایا اور موہبت جاودانی کی اُمید

بعدازاں منبر کی دائیں طرف نگاہ کی تو حضرت امام حسن علیہ السلام کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ یا بنی کم من شہد نا صر یعنی اے میرے بیٹے اس مہینے کے کتنے دن گذر چکے ہیں؟

شہزادۂ عالی نے عرض کی اے امیر المومنین رمضان المبارک کے تیرہ دن گذر چکے ہیں۔

مولائے کائنات نے منبر کی بائیں جانب حضرت امام حسین علیہ السلام کو تشریف فرما رکھ کر فرمایا۔

یا بنی کم بقی من شھر نا ھذا؟

یعنی اے میرے بیٹے اس مہینے کے کتنے دن باقی ہیں؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے عرض کی! اے امیر المومنین سترہ ایام باقی ہیں۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا!

میری داڑھی اسی مہینے میں اُمت کے بد بخت ترین آدمی کے ہاتھوں میرے سر کے خُون رنگین ہوگی پھر آپ نے اس مضمون کے چند شعر انشاء فرمائے۔

مجھے قبیلۂ مراد کا ایک نامراد شخص قتل کرے گا اور میں اس کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔

ابنِ ملجم کا راز

روایت آئی ہے کہ جب ابن ملجم نے جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی باتیں سُنیں تو اُس پر ہیبت طاری ہوگئی وہ کانپتا ہوا آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین میں اُس امر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں جس کا آپ مجھ پر گمان کرتے ہیں مجھے حکم فرمائیں تا کہ میں اپنے ہاتھ کاٹ کر آپ کے حوالے کر دوں یا آپ خود مجھے اس بدترین کام کی وجہ سے قتل کر دیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں تجھ سے قتل ہونے سے قبل کس طرح قصاص لے سکتا ہوں تاہم مجھے مُخبرِ صادق رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ تیرا قاتل قبیلہ سے ہوگا اور اپنی مراد حاصل کرنے کے لئے تجھ پر تلوار چلائے گا مگر اپنی مراد نہیں حاصل کر سکے گا۔

ابن ملجم ایسے ہی اس کام سے پناہ مانگتا اور خود کو قتل کر دینے کی درخواست کرتا رہا مولائے کائنات نے فرمایا! میں تجھے ایک ایسے راز کی خبر دیتا ہوں جسے تیرے اور تیری دایہ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں جانتا خدا کی قسم کھا کر بتانا کیا بچپن میں تیری پرورش ایک یہودی عورت نے کی تھی؟

ابن ملجم نے کہا! ہاں

حضرت علی نے فرمایا! ایک دن وہ عورت تجھ سے سخت ناراض ہو

گئی تھی۔ ابن ملجم نے کہا! ہاں اور میں نے اس کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام یہ سن کر رونے لگے اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک اشکوں سے بھیگ گئی حاضرین مجلس بھی رونے لگے تو آپ نے فرمایا اے لوگو! میں اس لئے نہیں روتا کہ موت سے ڈرتا ہوں بلکہ میں تو ہمیشہ سے موت کا منتظر اور شہادت کا آرزومند ہوں۔

مرگِ مارا زندگیِ دیگر است
زہرِ مرگ از شہدِ شیریں خُوشتر است
مرگ ساز و مغز را صافی ز پوست
تا رساند دوست را نزدیک دوست

مگر میں اپنے مظلوم بیٹوں کے لئے روتا ہوں جو اب غریب الوطنی کے درد میں مبتلا ہیں اور میرے بعد سوزِ یتیمی میں گرفتار ہو جائیں گے پھر آپ نے فرمایا اے حاضرینِ مجلس! جو یہاں موجود نہیں اُن تک یہ بات پہنچا دینا کہ جب میرے بیٹوں کی شہادت کی خبر اُنہیں پہنچے تو ان کے غم اور مصیبت کو یاد کر کے رو لینا تمہارا یہ رونا ضائع نہیں ہوگا۔

رونے کی کوشش کرو

عزیزانِ محترم! ان ایامِ غم میں رونے کی کوشش کرو تا کہ تمہاری آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب بہہ نکلے اس لئے کہ انسان کی آنکھوں کا پانی

غضب ربانی کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

جو شخص ان دنوں لذاتِ نفس سے کنارہ کش ہو کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹوں کے غم میں سوگوار ہو کر بیٹھ جائے اور اُس کے سینے کے گلشن میں گلِ اندوہ کھل اُٹھے اور طائرِ ندامت شاخِ ملامت پر نغمہ سرا ہو جائے تو اُمید ہے کل قیامت کے دن جنّت کے پاکیزہ باغ میں شجر و شاخ اُمید سے اُس کی مرادوں کا پھول کھل اُٹھے اور اس کی جان کے رخسار کو نجات کے خط اور بلندیٔ درجات کے خال سے زینت دی جائے۔

ہر کہ امروز از برائے آں شہیداں غم خورد
باشد از اندازہ بیروں شادیٔ فردائے اُو
اَے عزیزاں یک رہ از حالِ حسن یاد آورید
گشتہ تلخ از زہرِ دشمن لعلِ شکر خائے اُو
پس براندیشید از قتلِ حسین ابنِ علی
وزغمِ اولادِ پاک و عترتِ والائے اُو
تشنہ لب، خستہ جگر، مجروح تن پُر غصّہ دل
درمیانِ خاک و خُوں پنہاں رُخِ زیبائے اُو

حضرت علی کی غذا

بہر کیف! امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام منبر شریف سے اُتر

آئے ایک رات آپ امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کے گھر میں روزہ افطار کرتے اور ایک رات امام حسین علیہ السلام کے ہاں افطاری فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔

آپ کی خدمت میں عرض کی گئی کہ آپ بہت ہی کم کھانا تناول فرماتے ہیں؟

آپ نے فرمایا! میں عنقریب درگاہِ خداوندی میں پہنچنے والا ہوں اس لئے میری خواہش ہے کہ جب مجھے بارگاہِ ایزدی میں طلب کیا جائے تو میرا جسم آلودگیٔ طعام سے پاک ہو۔

ابنِ ملجم کی تیاری

ابن ملجم ہر رات قطامہ کے گھر جاتا رہا قطامہ نے اپنے قبیلے سے وردان تمیمی کو اور ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ کو حضرت علی علیہ السلام کے قتل پر رضامند کر لیا اس رات تینوں اشخاص نے قطامہ کے حضور میں قتلِ علی پر بیعت کی ابن ملجم نے قطامہ سے اپنی تلوار کو زہر آلود کروایا اور موقع کا منتظر رہا یہاں تک کہ رمضان المبارک کی اُنیس تاریخ ہو گئی۔

سفرِ آخرت کی تیاری

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم ان تمام راتوں میں ہمہ وقت

مصروف عبادت رہنے اور مطلقاً نہ سوتے ہر ساعت کے بعد مکان کے صحن میں آ کر آسمان کی طرف دیکھتے اور فرماتے رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے خدا کی قسم اُنہوں نے ہرگز جھوٹ نہیں کہا پس میرے قاتل کو قتل سے کون سی چیز روک کر رکھ سکتی ہے اسی طرح وقت گذرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے مسجد میں آ کر وضو کیا اور روانگی کی تیاری میں مستعد ہو کر فرمایا۔

اشد و حیاز یملك للموت فان الموت لا قیقا

ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

موت کے لئے کمر ہمت کو مضبوطی سے باندھ لے

موت تیری ملاقات کی خواہاں ہے موت سے بے

صبری اور ناشکیبائی کا اظہار نہ کر کہ وہ تیری وادی میں

داخل ہونے والی ہے۔

صحیفۂ حال پر کسی مخلوق کے لئے ہمیشگی کا لفظ نہیں لکھا گیا اور موجودات میں سے کسی کو بھی حیاتِ جاودانی کا شربت نہیں پلایا گیا۔

آرے اساسِ خانۂ عمر اُستوار نیست

دارِ فنا محلِ ثبات و قرار نیست

مرغابیوں کی فریاد

جب حضرت امیر علیہ السلام نے گھر سے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ

مکان کے صحن کے کے درمیان تشریف لائے وہاں پر چند مرغابیاں تھیں
اُنہوں نے چلانا شروع کر دیا اور اپنی چونچوں سے آپ کے دامن کو پکڑ لیا تاکہ
آپ باہر نہ جا سکیں مولائے کائنات شیرِ خدا علیہ السلام کی صاحبزادیوں
نے انہیں دور ہٹانا چاہا تو آپ نے فرمایا ان سے اپنے ہاتھ روک لو یہ مجھ پر
نوحہ کر رہی ہیں۔ ایک روایت میں ہے !

هن صوایح تتبعها نوایح

یعنی یہ مرغابیاں اس وقت فریاد کر رہی ہیں اور میرے بعد میری
مصیبت اور جدائی میں نوحہ کرنے کے لئے آئیں گی اُس روز آپ نے
حضرت امام حسن علیہ السلام کے گھر میں قیام فرمایا تھا۔

چنانچہ جب آپ نے یہ بات کی تو حضرت امام عالی مقام امام حسن
علیہ السلام نے عرض کی ابا جان! آپ نے یہ کون سی فال نکالی ہے اور کیسی
بات کی ہے کہ ہمارے دل دردمند اور ہماری جانیں غمزدہ ہو گئی ہیں؟

حضرت علی شیر خدا علیہ السلام نے فرمایا بیٹے! یہ فال نہیں بلکہ میرا
دل گواہی دیتا ہے کہ اسی مہینے میں میرا شمار دیگر جملہ شہیدوں میں ہو گا پھر
آپ نے ایسے ہی اپنے ایک ایک بیٹے سے الوداعی کلمہ کہا تو در و دیوار سے
الفراق الفراق کی جاں گداز آوازیں آنے لگیں۔

رخت بر بستیم و دل برداشتیم
صحبتِ دیرینہ را بگذاشتیم

وقت شدکز غُصّہ و غم وارہیم
بر غم و شادیٔ عالم پانہیم
تابکے بارِ غمِ دو ناں کشیم
تابکے خُونا سبہ زیں و آں چشیم
صدرِ جنّت بہرِ ما آراستہ
مادریں زنداں بمحنت کاستہ

بعدازاں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم مسجد کی طرف روانہ ہو گئے اور فرمایا!

خلوا سبیل المؤمن المجاھد
فی اللّٰہ لا یعبد غیر الواحد

یعنی راہ خدا میں جہاد کرنے والے مومن کو راستہ دے
کہ وہ سوائے خدائے واحد کے کسی پرستش نہیں کرتا۔

شرابی قاتل

جب مسجد میں نماز کی اذان ہوئی اور لوگوں کو نماز کے لئے بلایا گیا تو وہ مسجد میں آ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے جبکہ وہ تینوں خارجی تمام رات قطامہ کے گھر شراب پیتے رہے تھے اور اس وقت بدمست و بدحال ہو کر گرے پڑے تھے۔

قطامہ نے نماز کے لئے حضرت امیر علیہ السلام کی اذاں کی آواز سُنی تو ابن ملجم کو جگا کر کہا بیدار ہو جا وقت آ پہنچا ہے اس وقت علی اور دوسرے لوگ مسجد میں آ گئے ہیں جلدی سے جا کر میرا کام پورا کر اور تیزی کے ساتھ واپس آ کر میرے شربتِ وصال سے اپنے غمِ فراق کا علاج کر۔

ابن ملجم نے اُٹھ کر زہر آلود تلوار ہاتھ میں لی اور کہا! میں بد بخت و برباد جسم کے ساتھ جاؤں گا اور وہ چیز دیکھ کر آؤں گا جسے دیکھ نہیں سکتا میں نے حضرت علی کو یہ فرماتے ہوئے سُنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے جہنمیوں میں بد بخت ترین شخص علی کا قاتل ہوگا یہ بات کرنے کے بعد وہ مسجد میں پہنچا اور سوئے ہوئے آدمیوں کے درمیان لیٹ گیا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم تحیّت المسجد کے نوافل سے فارغ ہو کر لوگوں کو نماز کے لئے جگانے لگے تو ابن ملجم کو دیکھا کہ وہ بھی سویا ہوا بن رہا ہے آپ نے اس کے سر اور پاؤں کی طرف سونے والوں کو جگایا اور ایک ایک سے کہا قم وصل یعنی اٹھ اور نماز پڑھ مگر ابن ملجم کو چھوڑ دیا اور محراب کے آگے تشریف لے آئے ابن ملجم موقع غنیمت سمجھ کر اُٹھا اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا اُٹھ کر کھڑا ہو جا ورنہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

خارجیوں کے تین حملے

تاریخ طبری و دیگر معتبر کتب میں روایت آئی ہے کہ حضرت امیر

علیہ السلام نے اذان کہی تو یہ تینوں خارجی مسجد کے دروازے پر آئے ایک طرف شبیب نے اور دوسری وردان نے سنبھال کر ایک دوسرے سے کہا ہم دونوں ہی بیک وقت تلواریں چلائیں گے اگر ایک کا نشانہ خطا ہو گا تو دوسرے کا وار کارگر ہو جائے گا اور ابن ملجم سے کہا! تو مسجد کے اندر چلا جا ہماری ناکامی کی صورت میں یہ کام تم سرانجام دو گے۔

جب حضرت امیر علیہ السلام نے اذان سے فارغ ہو کر مسجد میں قدم رکھا تو شبیب نے تلوار کا وار کیا جو مسجد کی کھڑکی پر پڑا اور تلوار ٹوٹ گئی وردان نے تیغ چلائی تو اُس کی ضرب مسجد کی دیوار پر پڑی تو دونوں نے چھلانگ لگا دی۔

ابنِ ملجم کا وار نماز میں

ابن مُلجم نے کہا افسوس یہ رسوائی اور بدنامی ابھی لوگ مسجد میں پہنچ جائیں گے اور ہمیں پکڑ لیں گے پھر اس نے تلوار کھینچی اور محراب کے سامنے آ گیا حضرت امیر علیہ السلام نماز میں مشغول تھے وہ تھوڑی دیر رُک گیا تا کہ آپ پہلا سجدہ کر لیں جوں ہی آپ نے سجدے سے سر اُٹھایا اس نے تلوار کا وار کر دیا کر دیا اور آپ کو اتفاقاً عین اس جگہ پر زخم آ گیا جہاں خندق کے دن عمر بن عبدود کی تلوار سے زخم آیا تھا جب زخم سے متاثر جگہ پر دوسری بار تلوار چلائی گئی تو سر مبارک کی کھوپڑی کو چیرتی ہوئی مغز تک جا پہنچی حضرت امیر

ملیہ السلام نے پکار کر فرمایا !

فزت برب الکعبہ

یعنی میں نے رب کعبہ سے دوسری بار فتح مندی پالی ہے۔

ابن ملجم نے یہ بات سُنی تو مسجد سے بھاگ کھڑا ہوا اور یہ آواز دیتا جا رہا تھا کہ امیر المومنین کو قتل کر دیا گیا۔

اہل کوفہ ایک دم مسجد کی طرف آنا شروع ہو گئے حضرات حسنین کریمین سلام اللہ علیہما نے جب یہ خبر سُنی تو جامۂ صبر چاک کر لیا اور عمامہ شکیبائی سر سے اُتار کر مسجد میں آ پہنچے والد بزرگ وار کو محراب کے سامنے گرے ہوئے پایا اور آپ کے مبارک قدموں کو آنکھوں سے ملنے لگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اپنے سر مبارک سے بہنے والا خون اپنے مبارک ہاتھوں سے لے کر اپنی ڈاڑھی مبارک اور چہرے مبارک پر مل لیا اور فرمایا میں اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کروں" اور اسی صورت میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے ملاقات کروں گا اسی ہیت میں اپنے عمِ محترم سیّد الشہداء حضرت حمزہ اور اپنے برادرِ مکرّم حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملوں گا کوفے کے سردار روتے پیٹتے اور واویلا کرتے ہوئے یا علی یا علی کی صدائیں دینے لگے۔

افغاں کہ راحتِ دل و آرامِ جاں برفت
شاہِ زمان و قدوۂ خلقِ جہاں برفت

غم شُد محیطِ مرکزِ عالم زِ ہر طرَف
کاں مرکزِ محیطِ کرم اَز میاں برفت

ایک قاتل کا انجام

ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین آپ کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا ہے؟

آپ نے فرمایا! صبر کرو ابھی آجائے گا آپ نے یہ بات کی ہی تھی کہ آپ پر سب سے پہلے تلوار چلانے والا شبیب سرگردان دوسرا سیمہ مسجد کے اندر داخل ہوا۔

لوگوں نے پُوچھا تو نے آپ کو قتل کرنا چاہا تھا؟

شبیب انکار کے ارادہ کے باوجود انکار نہ کر سکا اور بے اختیار اُس کی زبان سے نکل گیا ہاں لوگوں نے اس پر اسے منہ کے بل گرا کر پاؤں کی ٹھوکروں سے ہلاک کر دیا۔

ابنِ ملجم کی گرفتاری اور حضرت علی کی عطا

ابن ملجم بھاگتا ہوا اپنے چچا کے بیٹے کے گھر جا کر جسم سے ہتھیار اُتارنے ہی لگا تھا کہ اُس کے چچا کا بیٹا آ گیا اور اس نے اسے تشویشناک دیکھ کر پُوچھا کیا تُو نے حضرت علی کو قتل کرنا چاہا تھا؟

ابن ملجم نہیں کہنے لگا مگر اس کی زبان سے بے ساختہ ہاں نکل گیا اُس کے چچا کے بیٹے نے اسے گریبان سے پکڑا اور کھینچتا ہوا مسجد میں لے آیا۔

ایک قول یہ ہے کہ شبیب کو اس کے چچا کا بیٹا پکڑ لایا تھا جب کہ ابن ملجم بھاگتا جا رہا تھا کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے اسے ننگی تلوار لیکر بھاگتے ہوئے دیکھ کر پُوچھا کیا بات ہے؟ اُس کی زبان سے نکلا میں نے علی کو قتل کر دیا ہے۔

اُس شخص نے اپنا عصا ابن ملجم کے منہ پر مارا تو وہ زمین پر گر پڑا اور اُس نے اِسے پکڑ لیا اسی اثناء میں لوگ اس کی مدد کو پہنچ گئے اور ابن ملجم کے ہاتھ پاؤں باندھ کر مسجد میں لے آئے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے اس وقت امام حسن علیہ السلام کو فرمایا کہ لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائیں اسی اثناء میں لوگ ابن ملجم کو مسجد میں لائے تو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اے مراد کے بھائی کیا میں برا امیر تھا؟

ابن ملجم نے کہا! معاذ اللہ یا امیر المومنین۔

آپ نے فرمایا! تجھے کس چیز نے اس پر آمادہ کیا کہ تو میرے بچّوں کو یتیم کرے اور میرے خاندان کے ارکان میں خلا پیدا کرے؟ کیا میں نے تیرے ساتھ نیکی نہیں کی تھی؟

ابن ملجم نے کہا! ہاں مگر جو ہونا تھا وہی ہوا

وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو فرمایا اسے زندان میں ڈال دو اور جب تک میں زندہ ہوں اسے وہی سب کچھ کھلایا پلایا جائے جو میں کھاؤں پیوں اور اس کی خُوراک بند نہ کرنا اگر میں زندہ رہا تو اس کے بارے میں جو مشورہ مجھ سے پوچھا جائے گا میں دوں گا اور اگر میری شہادت واقع ہو جائے تو پھر اس کو تلوار کی ایک ہی ضرب لگانا کیونکہ اس نے مجھ پر ایک ہی وار کیا ہے۔

حضرت علی کا صُبح سے خطاب

بعد ازاں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو کمبل پر لٹا دیا گیا اور کمبل کا ایک سرا حضرت امام حسن علیہ السلام نے اور دوسرا سرا حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے کاندھوں پر رکھا اور مسجد سے باہر نکل آئے اس وقت صبح ہو چکی تھی اور دنیا میں روشنی پھیل چکی تھی مولائے کائنات نے اپنے بیٹوں کو فرمایا میرا رخ مشرق کی طرف کر دو آپ کے حکم کی تعمیل کر دی گئی تو آپ نے فرمایا! والصبح اذا تنفس اے صبح اس خدا کے لئے جس کے حکم سے تو آئی ہے اور جس کے فرمان سے تو ظاہر ہوئی ہے میں تجھ سے قیامت کے دن کے لئے گواہی چاہتا ہوں تو سچی گواہی دینا کہ آغازِ شباب کے اُس دن سے لے کر جس دن میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تھی

تو نے آج تک مجھے سوتا ہوا نہیں پایا اور میں نے تیری آمد نہ دیکھی ہو اس کے ساتھ ہی آپ سجدہ ریز ہو گئے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کی اے پروردگار گواہ ہو جانا کفٰی باللہ شھیدا قیامت کے دن ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر حاضر ہونگے اور صدیقین و شہداء دیکھتے ہوں گے میری گواہی دینا کہ جس ساعت سے میں نے تیرے پسندیدہ محبوب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے ان کے ہر فرمان کو جان و دل سے تسلیم و قبول کیا ہے اور جس کام سے اُنہوں نے روکا ہے اس سے رُکا رہا ہوں تیرے اور تیرے پیغمبر ﷺ کے احکام کے خلاف میں نے کبھی سوچا بھی نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی بات کبھی میرے تصور میں آئی ہے۔

کُوفہ کے جو بزرگ لوگ وہاں پر موجود تھے آپ کی باتیں سُن کر چیخ و پکار کرنے لگے اور کافۂ کوفیاں سے فریاد و فغاں کی آوازیں آنے لگیں۔

دل ہا تماں ز آتشِ حسرت کباب شُد
جاں ہا اسیرِ سلسلۂ اضطراب شد
لب تشنگانِ بادیۂ اِشتیاق را
دریائے صبر و بحرِ سلامت سراب شد

اولادِ علی کی فریاد

بعد ازاں جب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو آپ

کے حجرۂ مبارک کے اندر لایا گیا تو جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی صاحبزادیوں اور آپ کے دوسرے تمام بیٹوں کی فریاد کی آوازیں آنے لگیں نالۂ واہتاہ اور فریاد واعلیاہ کی صدائیں زمین سے آسمان تک جا پہنچیں۔

شاید از شور دَر جہاں فگنیم
غلغلے دَر جہانیاں فگنیم
رستخیزی زجاں بر انگیزیم
گریہ بر پیر و جواں فگنیم

جناب شیر خدا مولا مرتضیٰ حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے آپ کے مبارک قدموں کو اُٹھا اُٹھا کر پانی آنکھوں سے ملتے اور کہتے ابا جان آپ کا کیا حال ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں،

اے کاش! ہماری والدہ محترمہ اس وقت بقید حیات ہوتیں تو ہمیں اس مصیبت میں تسلی دیتیں۔

کاش! ہم لوگ اس وقت مدینہ منورہ میں اپنے نانا جان کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے دل کی حالت نانا جان کے حضور میں بیان کرتے یہ کیا حال ہے کہ ہمیں غریب الوطنی اور یتیمی دونوں نے جمع ہو کر آ دبایا ہے۔

راوی نے کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بیٹوں کی آہ وزاری اور اشکباری کی آتشِ حسرت کے نکلنے والے شعلوں نے حاضرین کے دلوں کو جلا کر رکھ دیا اور جس شخص نے بھی اُن کی فریاد وفغاں کو سُنا اشکبار ہو گیا۔

ہر کرا بنیم ازیں سوز و الم می گرید
ہر کرا یابم ازیں آتشِ غم می سوزد

حضور رسالتمآب خوابِ بُوتراب میں

جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولادِ امجاد میں سے ایک ایک کو اپنے پاس بٹھا کر آغوش میں لیا اور اُن کے سروں اور چہروں کو چوما اور اُنہیں صبر و شکیبائی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا میں تمہارے جدِ امجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمہاری والدہ ماجدہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے پاس جا رہا ہوں میں نے ان راتوں میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے اپنے دامن مبارک سے میرے چہرے کی گرد صاف کرتے ہوئے فرمایا اے علی جو کچھ ہوگا وہ تمہیں یہاں لے آئے گا چنانچہ میرا یہ خواب اِس پر دلالت کرتا ہے کہ جسم کا نقاب میری روح کے چہرے سے ہٹ جائے گا یہاں تک کہ منظرِ قدس پر جلوہ ریز ہو جائے گا۔

حجابِ چہرۂ جاں می شود غبار تنم
خوشا دمے کہ ازیں چہرہ پردہ برفگنم

یہ زخم لاعلاج ہے

کچھ دیر بعد عمرو بن نعمان جراح کو آپ کے حجرۂ مبارک میں لایا گیا

جراح نے جراحتِ حیدر کرار کو دیکھا تو سر سے پگڑی اُتار کر پھینک دی اور کپڑے پھاڑ کر کہا افسوس یہ زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا زخم مرہم سے درست ہونے والا نہیں افسوس آپ جیسا مُقتدا و پیشوا اور عالم حکمران اب کہاں سے ملے گا۔

دریغ چُوں تو امیرے
دریغ چُوں تو اِمامے
برائے شرع مشیرے
برائے مُلک نظامے

جرّاح کی بات سُنی تو دوسری بار خاندانِ ولایت اور دُودمانِ امامت سے فریاد کی صدا آنے لگی جرّاح کی آمد پر سیّدہ اُم کلثوم اپنے والد گرامی کے حجرۂ اقدس سے باہر آ کر ابنِ ملجم کے قید خانہ میں تشریف لے گئیں اور اُسے کہا! اے شقی تو قید میں پھنس گیا ہے جبکہ امیر علیہ السلام کو اس زخم کی کچھ پرواہ نہیں۔

ابن ملجم نے کہا بی بی جا کر رونے کی تیاری کر میں نے ایک ہزار دینار کی تلوار خرید کی تھی اور اُسے ایک ہزار درہم کے زہر میں ڈبویا ہوا ہے اگر بالفرض اِس تلوار کا ایک زخم تمام اہل کوفہ کو بھی آ جاتا تو وہ زندہ نہ بچ سکتے ایک شخص اس سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

حضرت علی جوارِ علی الکبیر میں

یہ واقعہ رمضان المبارک کی اُنیس تاریخ کو جمعرات کے روز ظہور پذیر ہوا اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اکیس رمضان المبارک ہفتہ کے روز مقام شہادت پر فائز ہوئے درمیان کے دو دنوں میں آپ نے وصیت نامہ تحریر کیا اور اپنے بچوں کو رخصت کیا ہفتے کی رات کو آپ نے فرمایا!

یابنیة اغلقی علیٰ ابیك الباب

اے بیٹی! اپنے باپ کے لئے دروازہ بند کر دے۔

جناب اُم کلثوم نے حجرے سے باہر آ کر دروازہ بند کر دیا جناب حسنین کریمین علیہما السلام دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے اچانک ہاتف کی آواز آئی۔

اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ

﴿سورۃ حم السجدہ آیت ۳۹﴾

دوسرے ہاتف کی آواز سنائی دی!

بل من یاتی آمنا یوم القیامة

راوی نے کہا ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے حجرۂ خاص اور بیت الشرف کا دروازہ بند کر دیا تو جناب حسنین کریمین نے اندر

سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سُنی اور بے دم ہو کر حجرے کے اندر آ گئے آ کر دیکھا تو مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سب سے بڑے شہنشاہ کے جوارِ رحمت میں پہنچ چکے تھے۔

ہاتفانِ غیب کی مزید آوازیں

شواہد النبوت میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت بیان کی گئی ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کی شہادت واقع ہو گئی تو ہم نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سُنا باہر نکل جاؤ اور خدا کے اس بندے کو ہمارے ساتھ چھوڑ دو۔

ہم لوگ باہر آ گئے تو حجرے کے اندر سے کسی کی آواز آئی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے اور اُن کے وصی شہید ہو گئے اب اُمت کی نگہبانی کون کرے گا؟

دوسرے شخص کی آواز آئی جو بھی اِن کی سیرت وسنّت کو اپنا کر اُن کی پیروی کرے گا۔ بعد ازاں آواز آنا بند ہو گئی اور ہم نے آپ کو غسل دے کر کفن پہنایا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

تکفین وتدفین کیسے ہو

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے فرمایا

جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مکان کے ایک گوشے سے ایک لوح برآمد ہوگی اس مقام پر لٹا کر مجھے غسل دینا۔

علاوہ ازیں کمرے کی دہلیز سے کفن اور حنوط ظاہر ہوگا وہ کفن پہنا کر مجھے تابوت میں رکھنا اور صحن کے وسط میں دفن کر دینا ایک بار میری نماز جنازہ میرا بیٹا حسن پڑھائے اور ایک بار حسین پڑھائے اور جب سامنے سے تابوت خود بخود اٹھنے لگے تو اسے اٹھا لینا اور جس مقام پر جا کر تابوت از خود زمین کی طرف آنے لگے وہیں پر رکھ دینا اور گڑھا کھودنا وہاں سے سال کی سیاہ لکڑی کا تابوت برآمد ہوگا اس میں مجھے وہیں پر دفن کر دینا۔

مزارِ علی کہاں ہے

شواہد النبوت میں روایت آئی ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو وصیت فرمائی کہ جب میری شہادت واقع ہو جائے تو مجھے تخت پر لٹا کر باہر لے جائیں اور غریین کے مقام پر پہنچا دیں اور وہاں پر ایک سفید رنگ کا پتھر نظر آئے گا جس سے روشنی پھوٹتی ہوگی اسے کھودنے سے کھلی ہوئی جگہ پاؤ گے مجھے وہاں پر دفن کر دینا۔

آپ کی وصیّت کے مطابق آپ کو اس مقام پر لا کر دفن کیا گیا اور یہ وہی جگہ ہے جسے آج کل نجف اشرف کہتے ہیں آپ کو دفن کرنے کے بعد

آپ کی قبر مبارک ہموار کر کے لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا گیا اور کسی کو پتہ نہ چل سکا ایسے ہی جمیع اہل بیت سے بھی آپ کا مزار اقدس مخفی رہا یہاں تک کہ خلافت عباسیہ کے دور میں خلیفہ ہارون الرشید شکار کھیلتے ہوئے غریین کے نواح میں آئے وہاں پر ایک ٹیلہ تھا جہاں ہرنوں نے پناہ لے رکھی تھی خلیفہ ہارون الرشید نے ہرنوں کے شکار کے لئے عقابوں اور کتوں کو اُن پر چھوڑا مگر وہ ان ہرنوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔

ہارون الرشید نے اس امر پر تعجّب کا اظہار کیا تو اس علاقے کے لوگوں نے اُن کی خدمت میں ایک بوڑھے شخص کو پیش کیا۔

ہارون الرشید نے اس صورت حال کے بارے میں پوچھا تو اُس بوڑھے نے کہا میں نے اپنے بزرگوں سے سن رکھا ہے کہ اس جگہ پر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کا مزار اقدس ہے۔

ہارون الرشید نے یہ سُنا تو شکار کرنا چھوڑ دیا اور اس جگہ کی زیارت کی اور جب تک زندہ رہا رہے ہر سال التزام و احترام کے ساتھ اس مقام کی زیارت کو آتے رہے۔

بہر کیف حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام نے رات کے وقت آپ کا جنازہ اُٹھایا اور کوفہ سے باہر جا کر اس مقام پر دفن کر دیا جہاں کا آپ نے اپنی وصیت میں حکم فرمایا تھا اور واپس آ گئے۔

مولائے کائنات کے دوستوں اور محبّوں کو جب پتہ چلا کہ مولائے

کائنات کے شہزادے باپ کا جنازہ لے کر چلے گئے ہیں تو وہ ان کے عقب میں روانہ ہو گئے مگر جب اُنہوں نے راستے میں اُنہیں واپس آتے دیکھا تو اپنی دستاریں اتار کر شہزادوں کے مبارک قدموں پر رکھ کر کہا اے مخدوم زادو امیر المومنین اور امام المتقین کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ وہ صاحبِ ذوالفقار اور شاہِ دلدل سوار کہاں ہیں؟

شہریست پُر زِ حسرت و غم شہریار کو
کاریست بس خرابِ خداوند کار کو
ہفت اختر و چہار گُہر دَر مصیبتند
واحسرتا خُلاصۂ ہشت و چہار کو
اُو روزگار دولتِ روزِ اُمید بود
آں روزِ خوش کُجا شُد وآں روزگار کو

بہر حال اُن لوگوں نے بہت زیادہ تاسف کا اظہار کیا اور ہر چند اُس صحرا میں پھرتے رہے مگر ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم مزارِ اقدس کا نشان نہ معلوم کر سکے۔

ایک بیمار عاشق کا حال

روایت آئی ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے والد گرامی کی تدفین سے فارغ ہو کر کوفہ شہر کے

دروازے پر پہنچے تو اُنہوں نے ویرانوں کے درمیان سے آتی ہوئی کسی کے رونے کی آواز سُنی، شہزادگانِ عالی مقام آواز کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں پر ایک نہایت نحیف ونزار اور کمزور و بیمار شخص رو رو کر فریاد کر رہا ہے اور اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہے۔

شہزادوں نے پوچھا تو کون ہے اور اسی طرح کیوں روتا ہے؟

اُس نے کہا! میں غریب و مجبور عاجز و حزیں رنجور و درماندہ اور تمام لوگوں کا ٹھکرایا ہوا ہوں نہ میرے ماں باپ ہیں اور نہ خویش و اقارب نہ کوئی بھائی ہے نہ مونس نہ بیوی ہے نہ غمخوار اور رشتہ دار

شہزادوں نے پوچھا! اس حال میں تیری تیمارداری کون کرتا ہے؟

اُس نے کہا! میں اس شہر میں ایک سال سے ہوں ایک مہربان شخص روزانہ آتا ہے اور میری غم خواری اور غم گساری کرتا ہے۔

شہزادوں نے پوچھا! تو اس شخص کا نام جانتا ہے؟

اُس نے کہا! میں اُن کا نام نہیں جانتا۔

شہزادوں نے کہا! کیا تو نے ایک بار بھی اُن کا نام نہیں پوچھا؟

اُس نے کہا! پوچھا تھا مگر اُنہوں نے کہا تجھے نام سے کیا کام میں تیری تیمارداری اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں نہ کہ دکھاوے اور شہرت حاصل کرنے کے لئے۔

شہزادوں نے کہا! اُن کے رنگ ڈھنگ اور شکل صورت کے

بارے میں ہی کچھ بیان کر؟

اُس نے کہا! میں نابینا ہوں اس لئے کوئی نشانی نہیں بتا سکتا البتہ تین روز سے وہ میرا حال پوچھنے کے لئے نہیں آئے نہیں معلوم اُن کا اپنا کیا حال ہے۔

شہزادوں نے کہا! اے بزرگ تو ان کے کردار و گفتار کی کوئی نشانی بتادے جسے تو جانتا ہے؟

اُس نے کہا! اُن کی یہ نشانی ہے کہ مسلسل تسبیح و تہلیل کرتے تھے اور اُن کی تسبیح کی آواز آتی تو یوں معلوم ہوتا جیسے آسمان کے دروازے کھل رہے ہوں اور میرے کانوں میں ملائکہ کی تسبیح و تہلیل کی آواز آتی بلکہ میں در و دیوار اور سنگ و کلوخ سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنتا جب وہ میرے پاس بیٹھتے تو فرماتے ایک مسکین دُوسرے مسکین کا ہمنشین ہوتا ہے اور ایک غریب دوسرے غریب کی مجالست کرتا ہے۔

شہزادوں نے یہ سُنا تو روتے ہوئے فرمایا! یہ نشانیاں تو ہمارے ابّا جان حضرت علی ابن ابی طالب کی ہیں؟

بوڑھے نے کہا! کیا بات ہے وہ تین روز سے یہاں تشریف نہیں لائے۔

شہزادوں نے فرمایا! اے بزرگ اُن پر ایک بد بخت نے تلوار چلا دی تھی اور وہ اس پر فریب دنیا سے راحتوں کے گھر میں تشریف لے گئے ہیں

اور ہم ابھی ابھی اُنہیں دفن کر کے آ رہے ہیں۔

بوڑھے نے یہ بات سُنی تو چیخ مار کر سر کو زمین پر پٹخنے لگا اور کہا! میری کیا اوقات تھی کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میرا حال پوچھنے آیا کرتے تھے۔

شہزادگانِ عالی مقام علیہا السلام نے اس بوڑھے غریب کو تسلّی دی اور وہ انتہائی اضطراب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

نمی دانم چہ کار اُفتاد مارا
کہ آں دِلدارِ مارا زار بگذاشت
دریں ویرانہ ایں پیرِ حزیں را
غریب و عاجز و بے یار بگذاشت

وصال عاشق و معشوق

پھر اُس بوڑھے نے کہا اُے مخدوم زادو میں آپ کو آپ کے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالی قدر والدِ محترم علیہ السلام کی قسم دیتا ہوں مجھے ان کے مرقدِ اقدس پر لے چلو تا کہ میں اُن مقام کی زیارت کر لوں۔

امام حسن علیہ السلام نے اُٹھ کر اُس کا دایاں ہاتھ تھام لیا اور امام حسین علیہ السلام نے اُس کا بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور اسے مولائے کائنات علیہ السلام کے مزارِ اقدس پر لے آئے بوڑھے نے قبرِ انور کی طرف رخ کر کے

انتہائی زاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا کی الٰہی! صاحب مزار کے صدقے سے میری جان واپس لے لے میں ان کے فراق میں زندہ رہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نواز دیا اور وہ اسی وقت امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس انتقال کر گیا۔

ذرّہ ای بود بخورشید رسید
قطرہ ای بود بدریا پیوست

سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین علیہما السلام اُس کی موت پر بہت زیادہ روئے اور پھر اسے جناب شیر خدا کے روضۂ اقدس کے قریب دفن کر دیا

مشہور روایات کے مطابق مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہٗ کی عمر مبارک ساٹھ سال بیان کی جاتی ہے جبکہ اس سے کم اور زیادہ کی روایت بھی آتی ہیں۔

حضرت امام حسن کی بیعت

آپ کی شہادت کے دوسرے دن حضرت امام حسن علیہ السلام کُوفہ کی مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر نہایت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے اپنے خطبے کے دوران فرمایا اے لوگو جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا

ہے اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں بشیر و نذیر یعنی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا بیٹا ہوں میرے والد گرامی حضرت علی مرتضیٰ والدہ مکرمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں میرے جدّ امجد ﷺ نے تمہیں براہ راست دعوتِ اسلام دی میرے والد گرامی نے تمہیں خدا کا دین سکھایا اور میں بھی تمہیں دین سکھاتا ہوں۔

آپ کے خطبہ کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! یہ شخص یعنی حضرت امام حسن علیہ السلام تمہارے پیغمبر کے نواسے اور تمہارے امام کے بیٹے اور تمہارے راہبر ہیں ان کی بیعت کرو اور ان کی امامت کا ان کے ساتھ وعدہ کرو اور عہد کرو کہ کبھی ان سے منہ نہیں موڑو گے۔

لوگوں نے کہا! ہم نے سُنا اور اطاعت کی اس کے ساتھ ہی انہوں نے امام حسن علیہ السلام کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر آپ کی بیعت کر لی۔

ابن ملجم کا انجام

بعد ازاں امیر المومنین حضرت امام حسن علیہ السلام نے ابن ملجم کو لانے کا حکم دیا لوگوں نے اسے قید خانے سے لا کر آپ کے منبر کے سامنے ڈال دیا اور امام عالی مقام نے اسے فرمایا اے اُمّت کے بد بخت ترین انسان تو نے ایسا کیوں کیا اور دین میں کیوں رخنہ ڈالا؟

ابن ملجم نے سر اٹھا کر کہا اے حسن جو جانا تھا چلا گیا جو ہونا تھا ہو گیا اب اس پر آہ وزاری بے سود ہے آپ مجھے قتل نہ کریں میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دشمن حاکم شام کو قتل کرنے وعدہ کرتا ہوں۔

امام حسن علیہ السلام نے اُس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی تلوار کھینچ لی اور اس کے سینے میں تلوار کی نوک پھنسا کر اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کی گردن پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ اس کا سر کٹ کر دس قدم کے فاصلے پر جا گرا لوگوں نے اسے اٹھایا اور مسجد سے باہر لا کر ٹاٹ میں لپیٹ کر نذرِ آتش کر دیا۔

بعد ازاں مولائے کائنات کے شہزادگانِ عالی نشان مصروف تعزیت ہو گئے چنانچہ لوگ آتے اور اہل بیت سے تعزیت کرتے۔

زیں مصیبت جائے آں دارد کہ چشمِ آفتاب
دامنِ گردوں زِاشکِ گرم آلاید بخون

لیک با حکمِ قضا جاں را چو می افتد رجوع
مرجع دل نیست جز اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

باب ششم

فضائل وسوانح

حضرت امام حسن علیہ السلام

ولادت باسعادت

شواہد النبوت میں آیا ہے کہ آپ بارہ اماموں سے دوسرے امام ہیں آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب تقی اور سید ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ رمضان ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی جبریل علیہ السلام جنت کے ریشمی کپڑے پر لکھا ہوا آپ کا اسم گرامی تحفے کے طور پر لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے،

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام دونوں کی ولادت مبارکہ کے وقت میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی دایہ تھی جناب حسن علیہ السلام کے وجودِ اقدس کا تابندہ ستارا البرج ولایت سے طلوع ہوا اور آپ کی پاکیزہ صفات ذات کا گوہر درخشندہ دُرجِ عصمت وطہارت سے ظہور پذیر ہوا۔

مہے گشت از افق طالع کہ پیش طالع سعدش
کمر چوں تو امام بستست خورشید جہاں آرا
فلک تا مہد اطفال فلک را می دہد جنبش
نخوا بانید ازیں ماہے دریں گہوارۂ مینا

نام خدا نے رکھا

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوشخبری پہنچائی گئی تو آپ اُسی وقت تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا اے اسماء! میرے بیٹے کو لے آ میں نے شہزادۂ بتول کو زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹا اور آپ کی آغوش میں دے دیا۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرد رنگ کا کپڑا اپنے شہزادے کے جسم سے الگ کر دیا اور مجھے فرمایا کیا ہم نے تجھے نہیں کہا تھا بیٹوں کو زرد کپڑے نہ پہناؤ میں جا کر سفید کپڑے کا ٹکڑا لائی اور امام حسن کو آپ کی گود سے لے کر اُس میں لپیٹا اور دوبارہ آپ کی آغوش میں دے دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہزادے کے دائیں کان میں نماز کی اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور پوچھا یا علی تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟

حضرت علی السلام نے عرض کی یا رسول اللہ میں آپ سے پہلے بیٹے کا نام کیسے رکھ سکتا تھا تاہم اگر آپ اجازت عطا فرمائیں تو میرے دل میں آتا ہے کہ اس کا نام حرب رکھوں اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا کہ اس کا نام اپنے چچا کے نام پر حمزہ رکھوں؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم اس کا نام تجویز کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر سبقت نہیں کر سکتے اسی اثناء میں حضرت

جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کی یارسول اللہ خدائے علیٰ واعلیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ علی آپ کو ہارون کی طرح ہیں جس طرح وہ موسیٰ کے لئے تھے لہٰذا اس بچے کا نام ہارون کے بیٹے کے نام پر رکھیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبریل ہارون کے بیٹے کا نام کیا ہے؟

جبریل نے عرض کی ہارون کے بیٹے کا نام شبر ہے۔

آپ نے فرمایا شبر عبرانی زبان کا لفظ ہے جبکہ ہم عربی ہیں؟

جبریل نے کہا عربی میں اس کے معنی حسن ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکمِ خداوندی اپنے شہزادۂ عالی قدر کا اسم گرامی حسن رکھا اور ساتویں دن سیاہ دھبوں والے سفید رنگ کے دو مینڈھے ذبح کئے اور امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ کیا اور ذبح کئے ہوئے مینڈھے دایہ کے سپرد کر دیئے۔

بعد ازاں شہزادے کے سر سے بال اُتار کر ان کے ساتھ چاندی وزن کی اور خیرات کر دی۔

حضور سے مشابہت

امام حسن علیہ السلام لوگوں میں سر مبارک سے لے کر سینہ مبارک تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال تر مشابہت رکھتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی شخص حضرت امام حسن علیہ السلام سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے مرض کے دنوں میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا جناب حسنین کریمین علیہما السلام کے ہاتھ پکڑ کر آپ کی خدمت میں لائیں اور عرض کی!

هذان ابناك فو شهما شيا

یعنی یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں لہٰذا انہیں اپنی وراثت سے کوئی چیز عطا فرمائیں۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہماری سیرت وسیادت حسن کا حصہ ہے اور ہماری سخاوت وشجاعت حسین کا حصہ ہے۔

محبت رسول کی

بخاری مسلم میں حضرت براء بن عاذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت آئی ہے اُنہوں نے کہا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن علیہ السلام کو کاندھوں پر بٹھا رکھا تھا اور آپ فرماتے۔

اللّٰهم انی احبه فاحبه

الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ میں حسن سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی محبت کرتا ہوں جو حسن سے محبت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن علیہ السلام کی جب بھی زیارت کرتا اُن کی ملاقات کی خوشی میں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ قینقاع کے بازار میں گیا واپسی پر آپ مسجد میں تشریف لائے تو فرمایا بچے کو لاؤ اسی اثناء میں حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کے پاس آ گئے تو آپ نے اُنہیں آغوش میں لے لیا امام حسن علیہ السلام آپ کی داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے چہرے مبارک سے اپنا چہرہ مبارک ملایا اور اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال کر فرمایا! اللّٰھم انی احبہ و احب من یحبہ یعنی الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی محبت کرتا ہوں جو اس سے محبت کرتا ہے۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امامے کو امامت را حسن بود
حسن آمد کو جملہ حسنِ ظن بود
ہمہ حسن و ہمہ خلق و ہمہ علم
ہمہ لطف و ہمہ جود و ہمہ حلم

شب از موئے سیاہش تیرہ ماندہ
زروئش ماہ روشن خیرہ ماندہ
لبش قائم مقام حوضِ کوثر
کہ بودے چشمۂ نوشِ پیمبر
چناں نوشے بہزہر آلود کردند
دلش خون و جگر پالودہ کردند
ززہرش چوں جگر شد پارہ پارہ
زغصہ گشت خونیں سنگ خارہ

سوار اور سواری

ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن علیہ السلام کو کاندھے پر اُٹھا رکھا تھا کہ ایک شخص نے کہا!

نعم المرکب یا غلام

اے لڑکے یہ کتنی اچھی سواری ہے جس پر تو سوار ہے؟

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! نعم الراکب ھو یعنی یہ سوار بھی بہت اچھا ہے۔

نکتۂ فضیلت

شواہد النبوت میں روایت آئی ہے کہ ایک روز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت امام حسن علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی امام حسن علیہ السلام کی طرف التفات فرماتے پھر فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعہ سے دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا۔

جناب حسنین کریمین کی شانِ اقدس میں بے شمار احادیث صحیح وارد ہیں اُنہیں میں سے ایک نکتہ ھمار یحا نتر من الد نیا یعنی یہ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں دیکھنے اور غور کرنے والے کے لئے کافی ہے اور الحسن والحسین سید اشباب اھل الجنۃ اُن کی فضیلت کی وافر اور کافی دلیل ہے۔

ابو علی فضل بن حسن طبری کتاب اعلام الوریٰ میں روایت لائے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا! میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا روتی ہوئی تشریف لائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا! بیٹی کیوں روتی ہے ؟

جناب سیدہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حسن وحسین گھر سے باہر گئے

تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے اُن کے والدِ گرامی بھی گھر میں نہیں ہیں اور میں نہیں جانتی کہ کس کو اُن کی تلاش میں بھیجوں اور نہ ہی مجھے معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! بیٹی مت رو جس خدائے قادر نے اُنہیں پیدا فرمایا ہے وہ ان پر تجھ سے زیادہ مہربان ہے۔

بعد ازاں آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے اور کہا! الٰہی اگر وہ ویرانے میں ہیں تو ان کی نگہبانی فرما۔

اگر دریا میں ہیں تو اُنہیں سلامتی کے ساتھ کنارے پر لے آ۔

آپ کے ہاتھ دعا کے لئے اُٹھے ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی یا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ غم نہ کریں اور اندوہگیں نہ ہوں وہ دونوں دنیا و آخرت میں فضیلت اور بزرگی والے ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے یہ دونوں اس وقت بنی نجار کے باغ کی چار دیواری کے اندر ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی حفاظت کے لئے دو موکل فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور میں بھی اُن کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور اُس باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرات حسنین کریمین ایک دوسرے کی گردن میں باہیں ڈالے سو رہے ہیں اور فرشتے نے اپنا ایک پر اُن کے نیچے بچھایا ہوا ہے اور

دوسرے پر سے ان کو ڈھانپ رکھا ہے حضور رسالت مآب ﷺ نے امام حسن کو اور فرشتے نے امام حسین کو اُٹھا لیا مگر لوگوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے ہی اُٹھایا ہوا ہے۔

افضلیتِ نسبی

راستے میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ملے تو اُنہوں نے عرض کی یا رسول اللہ دونوں میں سے ایک شہزادے کو میرے حوالے کر دیں تا کہ آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

آپ نے فرمایا! رہنے دے یہ دُنیا و آخرت میں فضیلت والے ہیں اور ان کے والد گرامی ان سے بہتر ہیں بے شک آج میں انہیں اس چیز سے مشرف کروں گا جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے انہیں شرف دیا ہے۔

بعد ازاں آپ نے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ نانا اور نانی کی طرف سے لوگوں میں افضل ترین شخص کون ہے؟

لوگوں نے کہا! ہاں یا رسول اللہ

آپ نے فرمایا! وہ حسن اور حسین ہیں کہ ان کے نانا اللہ کے رسول اور نانی خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔

پھر فرمایا! کیا تمہیں بتاؤں کہ ماں اور باپ کی طرف سے لوگوں میں افضل ترین کون ہے؟

بعد ازاں آپ نے جعدہ کی طرف سے رُخِ انور پھیرتے ہوئے فرمایا! چلی جا کیونکہ میں جانتا ہوں تیری مُراد پوری نہیں ہوگی اور تیرا مقصود و مطلوب تجھے حاصل نہیں ہوگا،

پھر آپ نے امام حسین علیہ السلام کو آواز دی اور تمام اولاد اور بھائیوں کو بلا کر تقویٰ و اطاعت کی وصیت فرمائی،

امام حسن کا وصال مبارک

منقول ہے کہ آپ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کو فرمایا! اے خواہرِ نامدار اور یادگارِ مادرِ بزرگوار میرے بیٹے قاسم کو حاضر کر، سیّدہ اُم کلثوم نے جناب قاسم کو بلایا تو امام حسن علیہ السلام نے اُنہیں سینے سے لپٹا کر اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔

بعد ازاں جناب قاسم کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا میں آپ کی فلاں صاحبزادی کو قاسم کے لئے نامزد کرتا ہوں وقت آنے پر اُسے اِس کے سپرد کر دینا اور اِس پر ہمیشہ باپ کی مشفقانہ نگاہیں رکھنا،

انتیس صفر المظفر ہفتے کی رات کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آنکھیں بند ہوگئیں، آپ کی اولادِ پاک بہنیں اور بھائی آپ کے پاس جمع تھے جب رات کے دو پہر گذر گئے تو آپ نے چشمانِ مبارک کھول کر امام

حسین علیہ السلام کو فرمایا! میں اپنے برادران اور اولاد کے لئے آپ سے سفارش کرتا ہوں اور ان سب کو آپ کے سپرد کرتا ہوں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں، اِس کے ساتھ ہی آپ کی زبان مبارک پر کلمۂ شہادت جاری ہوگیا اور آپ نے وما عند اللّٰہ خیر الا برار کی نص کو اپنا نصب العین بنا کر و ان لہ عند نا لزلفیٰ و حسن مآب کا علم بلند کر دیا،،

دوست بر دوست رفت و یار بریار
واحسرتا کہ سروِ رواں از چمن برفت
یعنی کہ نور دیدۂ زہرا حسن برفت
از شوقِ گیسویش جگر نافہ گشت خون
و زہجرِ رویش آبِ رُخِ نسترن برفت
یعقوب وار دیدہ نرگس سفید شُد
کز مصرِ نازِ یوسفِ گل پیرہن برفت

مقامِ تدفین

آپ کے بھائیوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور تختِ کرامت پر لٹا کر جنت البقیع شریف میں لے گئے اور آپ کو آپ کی دادی حضرت فاطمہ بنتِ اسد زوجۂ حضرت ابوطالب کے قریب دفن کر دیا،

صحیح روایت اِس طرح منقول ہے کہ امام عالی مقام امام حسن علیہ

السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ میرے نانا جان کے روضۂ اقدس پر لے جانا اگر کسی نے مزاحمت نہ کی تو پہلوئے رسول میں دفن کر دینا اور اگر کسی نے رکاوٹ ڈالی تو لڑائی جھگڑا کئے بغیر جنت البقیع میں لے جانا، آپ کے حکم کے مطابق جب آپ کا جنازہ روضۂ رسول پر لے جایا گیا تو مخالفین نے زبردست مخالفت کی چنانچہ آپ کو بقیع میں لے جا کر دفن کر دیا گیا،

امام حسن علیہ السلام کی عمر مبارک

اصح روایت کے مطابق امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کی عمر مبارک سینتالیس سال تھی جب کہ بہت کم لوگوں نے اِس سے زیادہ بھی بتائی ہے،

جعدہ کا انجام

رسمِ تعزیت کے بعد مروان بن حکم کو خطرہ لاحق ہوا کہ امام حسین علیہ السلام مردِ غیور ہیں اور وہ قتل حسن کو برداشت نہیں کریں گے اور قاتل کو ضرور تلاش کر لیں گے اگر جعدہ پکڑ لی گئی اور اُس نے اپنی جان کے خوف سے بتا دیا کہ زہر اور ہیرا مروان نے بھیجا تھا تو امام حسین بنو ہاشم کو لے کر میرے مقابلے میں آ جائیں گے اور اس مصیبت پر کسی طرح قابو نہیں پایا جا سکے گا بلکہ اس آگ کو بجھانے کے لئے دریائے محیط کا پانی بھی ناکافی ہوگا،

چنانچہ اُس نے جعدہ کو پیغام بھیجا تو کیوں بیٹھی ہوئی ہے جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے بھاگ جا کیونکہ حسین تیری فکر میں ہیں،،

جعدہ خود ہی خوفزدہ اور اپنے کام پر پشیمان تھی مگر یہ پشیمانی اُسے کچھ فائدہ نہ دے سکی لہٰذا وہ بھاگتی ہوئی مروان کے گھر میں پناہ گزین ہوگئی مروان نے دو غلاموں اور تین کنیزوں کے ساتھ اُسے امیرِ شام کے پاس بھیج دیا اور خط لکھا کہ اسے ہر حالت میں ایسی جگہ چھپا دیا جائے جہاں کسی کا گزر ہرگز ممکن نہ ہو، اگر اس واقعہ کا راز فاش ہوگیا تو سویا ہوا فتنہ دوسری بار جاگ اُٹھے گا اور میان میں گئی ہوئیں تلواریں دوبارہ باہر آجائیں گی لہٰذا اِس امر کا پورا پورا خیال رکھا جائے کہ جعدہ اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کر سکے اور ہمارا پوشیدہ بھید آشکار نہ ہو سکے،

جعدہ کے ساتھ جب یہ خط شام میں پہنچا تو امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر اُس وقت وہاں پہنچ چکی تھی، امیر شام نے امام کے سوگ میں شہر کی دکانیں بند کروا دیں اور تمام گھروں کے دروازے سیاہ کروا دیئے، اور خود بھی تمام اُمراء و وزراء اور بڑے بڑے لوگوں سمیت سیاہ لباس پہن کر تین روز تک تعزیت بزرگانہ میں مشغولیت رکھی،،

بعد ازاں جعدہ کو بلا کر حقیقتِ حال پوچھی تو اُس نے کھانے میں زہر دینے سے لے کر پانی میں ہیرا ملانے تک تمام واقعہ من وعن بتا دیا اور کہا کہ اُس نے یہ سب کچھ آپ کی خوشنودی اور یزید کی محبت کی وجہ سے کرتے

ہوئے خدا اور رسول کی ناراضگی مول لی ہے اور عذابِ جہنم کو اختیار کیا ہے،،

امیرِ شام نے کہا! تجھ پر خدا کی لعنت تجھے خدا سے شرم نہ آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غضب کا خیال نہ آیا تجھے امام حسن کے تابدار و مشکبار اور عنبر نثار گیسوؤں پر رحم نہ آیا، اُن کے چاند جیسے چہرے پر ظلم کرتے وقت تجھے اپنی روسیاہی اور تباہ حالی یاد نہ آئی، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر گوشے کا لحاظ نہیں کیا تو یزید کے ساتھ تو کیا سلوک کرے گی،،

جز جور و جفا نیاید از تو
جز فعل خطا نیاید از تو
از تو طلبِ وفا محال است
البتہ وفا نیاید از تو !

یہ باتیں سن کر بدبخت و بدنصیب جعدہ کا سر شرم و ندامت سے جھک گیا اور ایک ساعت کے لئے اُس کی آنکھوں میں امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کی مصاحبت و مجالست کی تصویر پھر گئی اور آپ کا لطف و کرم، نرمی و بردباری اور حسنِ معاشرت یاد آیا تو زار زار رونے لگی روتے روتے اپنے کرتوتوں پر اظہارِ تاسف کرتے ہوئے کفِ افسوس ملنے لگی تو امیرِ شام نے کہا ! اب جبکہ تو نے خود کو دوزخ میں گرا لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچا لی ہے تو رونے دھونے سے سوائے آنکھیں ضائع کرنے کے کیا حاصل ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ جعدہ بدبخت بغیر کچھ کھائے پیئے تین یوم شب و روز روتی رہی اور کہتی تھی افسوس مجھ پر! وائے مجھ پر! کہ میں نے دین بھی ہاتھوں سے دے دیا اور دنیا بھی میرے ہاتھ نہ آئی،

امام عالی مقام کی نفرت مجھ پر اپنے اثرات مرتب کر گئی ہے اور میرے صحیفہء حال پر خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ رقم ہو گیا ہے اِس غم میں اگر میری آنکھوں سے لہو ٹپکے تو یہ بھی مناسب ہے،،

بہرکیف! تین روز بعد امیرِ شام نے چار اشخاص کو حکم دیا کہ اسے گھوڑے کی دُم کیساتھ باندھ کر جزیرہ فیل لے جاؤ اور دریا میں ڈال دو چنانچہ جب یہ لوگ جزیرہ سے ایک فرسنگ ﴿تین میل﴾ کے فاصلے پر پہنچے تو آندھی کا زبردست طوفان آیا جس نے اُسے اڑا کر دریا میں پھینک دیا اِس کے بعد کسی شخص کو اُس کا کچھ نشان نہ ملا اور اُس نے جو کچھ کیا تھا وہی اُس کے پیش آیا۔

ہر کہ دیں را بہرِ دنیائے دُنی از دست داد
بیشکے محروم ماند از دولت دنیا و دوں

تمّت بالخیر

کروڑ ہا شکر و سپاس ہے اُس ذاتِ واجب الوجود جل جلالہٗ کے لئے جس کے فضلِ خاص اور لطف و کرم سے روضۃ الشہداء کی پہلی جلد کا ترجمہ بدھ کے روز ایک بج کر تیس منٹ پر ظہر کی اذان کے ساتھ یکم جنوری ۱۹۸۶ کو اختتام پذیر ہوا۔

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خیر خلقہٖ ونورِ عرشہٖ محمداً وآلہٖ واصحابہٖ
اجمعین آمین

سگِ بارگاہِ آلِ رسول

صائم چشتی

۱-۱-۸۶

لوگوں نے کہا! ہاں یارسول اللہ

آپ نے فرمایا! وہ حسن اور حسین ہیں کہ ان کے والد علی ابن ابی طالب اور والدہ فاطمہ بنت محمد ہیں۔

پھر فرمایا اے لوگو! تمہیں بتاؤں کہ ماموں اور خالہ کی طرف سے لوگوں میں کون افضل ہے ؟

لوگوں نے کہا! ہاں یارسول اللہ

آپ نے فرمایا! حسن اور حسین ان کے چچا جعفر بن ابی طالب اور پھوپھی ہانی بنت ابی طالب ہیں اس حسب نسب کے شرف والا ان کے سوا دنیا میں کون ہے؟

شاعر نے کہا ہے!

ہست بر اہل معرفت روشن
صفتِ حضرت حسین و حسن
آں یکے اختریست تابندہ
واں دگر گوہریست درخشندہ
آں یکے نور دیدۂ نبوی
ویں دگر شمع جانِ مرتضوی
روئے اُو صاف تر ز لمعۂ بدر
گیسوئے ایں نمونہ شب قدر

آں یکے ماہ آسمانِ کمال
واں دگر سروِ بوستانِ کمال

یہ جادو نہیں دُعا ہے

امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کے فضائل ومناقب بے شمار اور لاحصر ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ابن زبیر کے ہمراہ ایک سفر پر گئے راستے میں کھجوروں کا ایک باغ آیا جس کے تمام درخت خشک ہو چکے تھے آپ نے اس باغ میں نزولِ اجلال فرمایا خدام نے ایک خشک درخت کی جڑ کے ساتھ آپ کے لئے بستر بچھا دیا اور آپ اس پر لیٹ گئے۔

ابن زبیر نے دوسرے درخت کی جڑ کے ساتھ اپنا بستر بچھایا اور امام حسن علیہ السلام کے پاس آ کر کہا کاش اس خشک درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں اور ہم لوگ کھاتے۔

امام عالی مقام نے فرمایا! تجھے تازہ کھجوروں کی خواہش ہے؟

ابن زبیر نے کہا! جی ہاں میری یہی خواہش ہے۔

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کر آہستہ آہستہ کچھ پڑھا جسے دوسرے نہ سن سکے اسی وقت کھجور کا ایک درخت تروتازہ ہو کر تازہ کھجوروں کے ساتھ بارآور ہو گیا۔

ان حضرات کے ساتھ جو شتربان تھا اس نے یہ حال دیکھا تو کہنے لگا خدا کی قسم یہ جادو ہے۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! یہ جادو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کی دعائے مستجاب کا اثر ہے۔

بعد ازاں اُس درخت کے اوپر جا کر کھجوریں اُتار لی گئیں جو تمام لوگوں کے لئے کافی تھیں۔

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کے جو مناقب علم و عبادات کرم وجود اور مکارم اخلاق وغیرہ صحت کے ساتھ اکابر کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان کا حصر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کی تفصیل کا احاطہ ممکن ہے اختصار و اعتراف کے طور پر چند شعر ملاحظہ ہوں۔

اگر عمرے بیار ایم سخن را
نشاید نظر من نعت حسن را
سکن گرم کہ جز در عدن نیست
سزائے وصف و اخلاق حسن نیست
سخن گر بگذر داز چرخ اکصر
ہنوزم وصفِ اُو باشد فزوں تر
کمالش گرچہ نزد ماست ظاہر
زبانِ ماز مدحِ اُوست قاصر

دو گیتی را وجودش زیب و زین ست
نظیرِ اُو اگر جوئی حسین است

امام کا خطبہ اور کوفیوں کی بیعت

روایت کرنے والے نے کہا کہ جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے جوارِ رحمت ایزدی میں انتقال فرمایا تو امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے منبر پر تشریف لا کر انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا!

اے لوگو! اس رات تمہارے درمیان سے بزرگ تشریف لے گئے ہیں جن کی مثال نہ پہلوں نے کہیں دیکھی ہے اور نہ بعد والے اُن جیسا کسی کو پائیں گے وہ اس رات کو رب العزتؑ اور قاصدِ بارگاہِ صمدیت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ جس رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے انتقال فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف عروج فرمایا اُنہوں نے اس اُمّت کو دعوتِ الی الحق دی اور میں بھی تمہیں ہدایت کے راستے کی طرف بلاتا ہوں۔

آپ نے خطبہ پورا کیا تو لوگوں نے آپ کی بیعت کرنا شروع کر دی سب سے پہلے آپ کی اتباع میں دستِ اعتصام اور اخلاص کا قدم بڑھانے والے قیس بن سعد بن عبادہ تھے ان کے بعد دوسرے لوگوں نے بیعت کی جن کی تعداد چالیس ہزار کے قریب تھی۔

جنگ کی تیاری اور کوفیوں کی بے وفائی

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کی خبر امیر شام کو پہنچی تو وہ عراق کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے ساٹھ ہزار افراد کا لشکر لے کر چل پڑا امام حسن علیہ اسلام کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ بھی چالیس ہزار افراد کو لے کر کوفہ سے باہر تشریف لے آئے اور دیرِ عبدالرحمٰن پر نزولِ اجلال فرمایا۔

اس مقام پر آپ نے مقدمۃ الجیش کے طور پر بارہ ہزار نامور سواروں پر قیس بن سعد کو امیر مقرر فرمایا وہاں سے آپ ساباط مدائن میں پہنچے اور جانوروں کی آسودگی کے لئے کچھ دیر قیام فرمایا آپ کے اس قیام سے آپ کی فوج نے یہ گمان کرلیا کہ آپ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ آپ پیش ازیں کئی بار اپنے خطبوں میں ارشاد فرما چکے تھے کہ میرا کسی سے کوئی جھگڑا نہیں اور مجھے مسلمانوں کا امن واتحاد اور ان کی خوشحالی وسلامتی اور آپس میں صلح وآشتی زیادہ پسند ہے اس کے برعکس مسلمانوں کی تفرقہ بازی اور پریشانی باعث تشویش اور فتنہ وفساد کا سبب ہے۔

آپ کے اس قسم کے ارشادات کی وجہ سے آپ کی فوج آپ پر حملہ آور ہوگئی اور آپ کے خیمے میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کردی یہاں تک کہ آپ جس مصلے پر تشریف فرما تھے وہ بھی آپ کے پاؤں تلے سے کھینچ لیا

اور آپ نے اپنے اوپر جو چادر اوڑھ رکھی تھی وہ بھی اُتار لی اور خود پر عذابِ الیم واجب کر لیا۔

امام حسن پر حملہ

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے یہ صورتِ حال دیکھی تو سوار ہو کر مدائن کے طرف روانہ ہو گئے اثنائے راہ میں جراح بن قبیصہ اسدی کمین گاہ میں چھپا ہوا تھا وہ ایک دم کمین گاہ سے باہر نکلا اور آپ کا نشانہ لے کر خنجر چلا دیا جو آپ کی ران مبارک میں ہڈی تک پیوست ہو گیا جراح بن قبیصہ دوسرا خنجر پھینکنے والا تھا کہ عبیدہ بن فضل طائی نے اُس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

امام عالی مقام اِس واقعہ سے سخت غمزدہ اور رنجور خاطر ہو کر مدائن کے قصرِ سفید میں تشریف لے گئے وہاں پر جراح آپ کے زخم کا علاج کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کا زخم مندمل ہو گیا آپ نے جب دیکھا کہ کوفیوں نے میرے والد گرامی سے کیا سلوک کیا ہے اور میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں تو کوفیوں کی طرف سے آپ دل برداشتہ ہو گئے اور امیر معاویہ کے ساتھ چند شرائط پر صلح کر لی جن کی تفصیل طویل ہے۔

اگرچہ اطراف و جوانب کے لوگوں نے ہر چند کوشش کی کہ آپ فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جائیں مگر آپ نے ان کی کسی بات پر دھیان نہ دیا اور اُن کا

ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا اور اُن کی ملامت کا کچھ پرواہ نہ کی بعد ازاں آپ اپنے خاص خدام کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

کیوں صلح کی تھی

روایت آئی ہے کہ ایک روز مدینہ منورہ میں علی بن بشیر ہمدانی نے آپ سے کہا اے ابن رسول اللہ آپ کو والیٔ شام سے صلح نہ کرنا چاہیے تھی۔

آپ نے فرمایا! خاموش رہ ہم اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو تقسیم کرنے والے ہیں نہ کہ سونے چاندی کو اور ہم اُس کے علوم کے اُن اسرار کو جاننے والے ہیں جنہیں کوئی جانتا میں نے یہ صلح اس غرض سے کی ہے کہ میرے ساتھیوں کا خون بہنے سے بچ جائے اس لئے کہ میں نے جنگ میں ان کا اہمال وتہاون ﴿بے مقصد چھوڑ دینا، حقیر وذلیل سمجھنا﴾ دیکھ لیا اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں صلح نہ کرتا تو میرے تمام محبان ضائع ہو جائے تو جانتا ہے کہ میرا لشکر اہلِ کوفہ پر مشتمل تھا جنہیوں نے میرے والدِ محترم کو شہید کیا اور میری رہائش گاہ کو لوٹ لیا اور مجھ پر خنجر پھینک کر زخمی کر دیا۔

مجھے قسم ہے خدا تعالیٰ اور اپنے جدا مجد ﷺ کی اگر میں تمام پہاڑوں اور درختوں کو ساتھ لے کر چلتا تو بالآخر امرِ بادشاہت کو میں اُسی کے سپرد کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا خواب اسی پر دلالت کرتا ہے۔

رسول اللہ کا خواب

شواہد النبوت میں روایت بیان کی گئی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دکھایا کہ بنی اُمیہ کے بادشاہ یکے بعد دیگرے آپ کے منبر شریف پر کود رہے ہیں آپ کو یہ صورت ناگوار گذری تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ کریمہ انا اعطینٰک الکوثر نازل فرمائی کہ ہم نے آپ کو بہشت کی نہر عطا فرمائی جس کا نام کوثر ہے اور سورہ مقدسہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر نازل کر کے فرمایا! ہم نے آپ کو قدر والی رات عطا کی جو ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے الف شہر یعنی ہزار مہینے سے مراد بنی اُمیہ کا دور حکومت ہے راوی کہتا ہے کہ جب بنی اُمیہ کے دورِ حکومت کا حساب لگایا گیا تو وہ ہزار مہینہ یعنی تریاسی سال چار ماہ ہی نکلا۔

شر انگیزی کا سدِ باب مگر

صُلح کے چند روز بعد شام کے فسادیوں نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام وادیٔ فنا سے دارِ بقا کو کوچ کرنے والے ہیں تو پہلے ان بے حیاؤں نے بصرہ کے لوگوں کو بھڑکا کر وہاں پر مقیم خدامِ امام پر شبخون مارا اور اڑتیس افراد کو شہید کر دیا باقی ماندہ خدام وہاں سے فرار ہو کر امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورتِ حال سے باخبر کیا۔

امام عالی مقام کو اِس واقعہ سے شامیوں کی بدعہدی کی بو آئی تو آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساتھ لے کر دمشق کی طرف روانہ ہو گئے آپ جس مقام پر جاتے لوگ اچھی خبر سناتے اور آپ کی خاطر خدمت کرتے یہاں تک کہ آپ نے شہر موصل میں پہنچ کر نزولِ اجلال فرمایا موصل کا سردار سعد موصلی مختار کا چچا تھا اُسے جس وقت امام عالی مقام کی تشریف آوری کا پتہ چلا اُسی وقت خورد و نوش کا کافی سامان لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے مبارک قدموں پر سر رکھ کر وظائف نیاز پیش کئے اور کہا کہ یہ کتنی بڑی سعادت ہے جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔

شُد بخت تکو مساعد ایں بے دل
کو گشت بموصل وصالت واصل
گفتم کہ بوصلِ با تو بسپارم دل
ایک من وایک دل و ایک موصل

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام چند روز موصل میں قیام کرنے کے بعد دمشق تشریف لے گئے اور امیر شام سے مل کر بصرہ میں پیش آنے والے واقعات کی شکایت کی امیر شام نے اِس اَمر کا پورے طور پر نوٹس لیا اور آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی تشفی کر دی دمشق سے مدینہ منورہ کو واپس آتے ہوئے آپ موصل سے گذرنے لگے تو وہاں پر اپنے ایک ایسے محب کے ہاں تشریف لے گئے جو آپ کی محبت و فرماں برداری اور ہوا خواہی

کی ڈینگیں مارا کرتا تھا اس شخص کو والیٔ شام سے متاعِ دنیوی کے عوض خرید کر زہر کی ایک شیشی دے رکھی تھی کہ وہ موقع ملتے ہی امام حسن کو پلا دے اس ناسعید نے قلیل ترین فانی متاع کے بدلے آخرت کی ہمیشگی والی نعمتوں سے روگردانی کر لی اور درست دین کو چند نادرست بے ثباتیوں اور بے اعتباریوں کے عوض بازارِ فریب میں فروخت کر دیا اور اس کام کو قبول کر لیا۔

چنانچہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام نے اُس کے گھر میں نزول اجلال فرمایا تو اس ناہنجار نے خدمت و خاطر کے دوران آپ کو تین مرتبہ کھانے میں زہر دیا مگر زہر آپ پر کارگر نہ ہو سکا تاہم آپ ہر مرتبہ بیمار ہو جاتے تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیال آتے اور اپنے میزبان کی بے وفائی کا واضح طور پر مشاہدہ کر لینے کے بعد آپ نے زبانِ حال سے فرمایا!

از کس وفا مجو کہ بعالم وفا نماند
بنیشِ غریب دار کہ یک آشنا نماند
حرمت کرا نہ کرد و فا از میاں برفت
زیں ہر دو دل ببر کہ در ایام ما نماند
چنداں کہ بنگری بجہان گزاف کار
جز رنج و درد و محنت و جور و جفا نماند

زہر لانے والے کا انجام

القصہ زہر کی تکلیف میں ہر مرتبہ آپ نے دعا فرمائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے شفا عطا فرمادی میزبان نے یہ صورت دیکھی تو خاصا پریشان ہوا اور تمام واقعہ لکھ بھیجا کہ میں نے اُنہیں تین بار زہر دیا ہے مگر کچھ کارگر نہیں ہوا اِس کے جواب میں اُسے ایک تحریر اور زہر ہلاہل کی ایک شیشی موصول ہوئی خط میں ہدایت تھی کوشش کر کے اس زہر کے چند قطرے پلا دے یہ ایسا زہر ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ دریائے بیکراں میں گرا دیا جائے تو پانی کے تمام جانور ہلاک ہو جائیں۔

اتفاق سے خط اور زہر لانے والا راستے میں ایک درخت کے پاس اونٹ سے اُترا وہاں بیٹھ کر اُس نے کھانا کھایا تو اس کے ایک بھوکے بھیڑیئے نے آ کر اُسے ہلاک کر دیا اُس کے اونٹ نے بھاگنا چاہا مگر اُس کی مہار ایک درخت میں اُلجھ گئی اور وہ وہیں پر رہ گیا۔

اِس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد حضرت امام حسن علیہ السلام کا ایک خادم کہیں سے آتا ہوا وہاں سے گذرا تو اُس نے اِس حال کا مُشاہدہ کیا اور اُونٹ کی مہار درخت سے چھڑوا کر اُس شخص کا اسباب دیکھا تو اُس سے خط اور زہر برآمد ہوا تو وہ دونوں چیزیں لے کر اُسی وقت موصل میں پہنچا اور امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں۔

زہر منگوانے والے کا انجام

امام عالی مقام نے وہ خط پوشیدہ طور پر پڑھا تا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے اور میزبان خجالت سے بچ جائے بعد ازاں آپ نے خط کو مصلے کے نیچے رکھ دیا اور کسی شخص پر ظاہر نہ ہونے دیا تاہم آپ کے چہرے کا رنگ سرخ اور شدید متغیر ہو گیا حاضرین مجلس نے ہر چند کوشش کی کہ آپ اُنہیں اِس خط اور شیشی کے بارے میں بتائیں مگر امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے اُنہیں ان کے بارے میں بتانے کی بجائے اپنے جد امجد ﷺ کی حدیث سُنانا شروع کر دی تا کہ ان لوگوں کا دھیان اس طرح سے ہٹ جائے۔

چنانچہ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر آپ سے حدیث سُننے میں محو ہو گئے تو اس محویت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے موصل کے سردار سعد موصلی نے وہ خط مصلّے کے نیچے سے نکال لیا جب اُس نے خط کا مضمون پڑھا تو لرز کر رہ گیا اور کانپتے ہوئے اُٹھ کر امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور کہا اے ابن رسول اللہ اس واقعہ میں کون ملوّث ہے؟

امام عالی مقام نے فرمایا! میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس وجہ سے وہ شخص خجالت اور ندامت کا شکار ہو اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ اس نے جو میری خدمت کی ہے اس کے بعد وہ میری طرف سے شرمندگی اُٹھائے۔

سعد اس سلسلہ میں بہت زیادہ آگے بڑھ گیا اور اس نے حد کو

توڑتے ہوئے امام عالی مقام کے حکم کے بغیر میزبان کو بلا کر کہا اے فلاں میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں مجھے اس کا جواب دے؟

اُس نے کہا! پوچھیں کیا پوچھنا ہے۔

سعد نے کہا! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے ساتھ کوئی ظلم کیا ہے؟

اُس نے کہا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہی نہیں پہنچ سکا وہ کس طرح مجھ پر ظلم کرتے۔

سعد نے کہا! تُو نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو دیکھا ہے تجھے اُن سے کیا تکلیف پہنچی ہے اور اُنہوں نے تیرے ساتھ کونسا ظلم وجور کیا ہے؟

اُس نے کہا! میں ایک عرصہ تک اُن کی خدمت میں رہا ہوں مگر ان کی طرف سے میرے دل میں کبھی غبار ملال نہیں آیا۔

سعد نے کہا! پھر تُو نے ابن مصطفےٰ اور جگر گوشہ مرتضیٰ کے ساتھ کس دشمنی کی بنا پر شام کی طرف خط لکھا کہ میں نے اُن کو تین بار زہر دیا ہے مگر اُن پر کارگر نہیں ہوا اور اب تیرے اس خط کے جواب میں زہر ہلاہل کی شیشی کس نے بھیجی ہے۔

اُس شخص نے اس سے انکار کرتے ہوئے کہا میں اِس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں اِس کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔

سعد کے ملازمین نے اُسی وقت اُسے پکڑ لیا اور اسے اس قدر مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

مروان بن حکم کا دامِ فریب

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام اِس واقعہ کے بعد رنجیدہ و نالاں موصل سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اُس وقت مدینہ منورہ کا گورنر مروان بن حکم تھا جو امام عالی مقام کا بظاہر بہت زیادہ احترام کرتا اور آپ کی خدمت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا مگر در پردہ آپ کو ہلاک کر دینے کی کوششوں میں مصروف رہتا اور اپنا مقصد پورا کرنے کی تدبیریں کیا کرتا۔

ایک روز اُس کے پاس ایک رومی کنیز ایسونیہ آئی یہ عورت دلالہ تھی اور اس کا سب کے گھروں میں آنا جانا تھا مروان نے اس سے کہا اے ایسونیہ کیا حسن بن علی کے گھر میں بھی تیری آمد و رفت ہے اور کیا تو ان کی بیوی جعدہ بنتِ اشعث سے واقف ہے؟

ایسونیہ نے کہا! ہاں اور یہ جعدہ مدینہ منورہ میں اسماء کے نام سے مشہور تھی۔

مروان نے کہا! میں تیرے ساتھ ایک راز کی بات کرتا ہوں اگر تو میرا راز کسی پر ظاہر نہیں کرے گی تو میں تجھے ایک ہزار دینار دوں گا اور پشمینے کی پچاس مصری چادریں اس کے علاوہ ہونگی اور بیعانے کے طور پر یہ ایک سو

دینار ابھی وصول کر لے۔

ایسونیہ نے جب سونا دیکھا اور کپڑوں کا وعدہ سُنا تو بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا! میں تیرا کوئی راز افشاء نہیں کروں گی اور جو کام تو میرے سُپرد کرے گا اُسے دل و جان سے کوشش کے ساتھ بجالاؤں گی۔

مروان نے کہا! میں چاہتا ہوں کہ تو اسماء یعنی جعدہ کا دل امام حسن کی طرف سے پھیر دے اور اُسے بتائے کہ تیرے حسن و جمال اور ناز و ادا کی شہرت شام تک پہنچ گئی ہے اور امیر شام کا بیٹا یزید تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تیرے غم میں موت کے قریب پہنچ گیا ہے۔

نا دیدہ ترا کے کہ نام تو شُنید
دل نامزد تو کردو مہر تو گزید
بانقد غمت سبرو خرد را بفروخت
جان و دل خود بداد و مہر تو خرید

عورت کا مکر شیطان سے بڑا ہے

مروان نے مزید کہا! اُسے کہنا کہ یزید کی بیوی بن کر تو ملکۂ عالم بن جائے گی اور شام و عراق کے علاقے تیرے زیر تصرف آ جائیں گے جب تو دیکھے کہ وہ تیرے دام فریب میں آ گئی ہے تو مجھے بتا دینا تا کہ میں اس کے بارے میں غور کروں۔

ایسونیہ نے مروان کے ساتھ اِس کام کو پورا کرنے کا وعدہ کیا اور امام حسن علیہ السلام کے گھر پہنچ گئی اتفاقاً امام عالی مقام اپنے بھائیوں کے ساتھ وادی عقیق میں گئے ہوئے تھے اور جعدہ اُسے گھر میں اکیلی بیٹھی ہوئی مل گئی ایسونیہ نے موقعہ مناسب جانا اور گفتگو کرتے وقت ہر بات میں اپنی بات کرتی چلی گئی اور عورتوں کے مکروفریب کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا مقصد بیان کردیا۔

زناں ز افسوں و از افسانۂ خویش
فرو ریزند نوشِ صافی از نیش
گہِ مردم فریبے از دمِ گرم
ہمی سازند سنگِ خارا را نرم
زنیرنگِ سخن صد رنگ سازند
بیک داد و دغل صد نقش بازند
وفاداری مجو از خوئے ایشاں
وفا را نیست رہ در کوئے ایشاں

علمائے اکابر میں سے ایک عالم نے کہا ہے قرآن مجید میں شیطان کے مکر کا ذکر صفتِ ضعیف کے ساتھ اِس طرح کیا گیا ہے!

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا

﴿سورۃ النساء آیت ۷۶﴾

جب کہ عورتوں کے مکر کو کتاب مبین میں اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ یعنی بہت بڑا مکر کہا گیا ہے۔

شیطان زند از عصیاں ہر لحظہ رہ مرداں
در مکر و حیل اما شاگرد زناں باشد
از مکر زنان دوں بسیار کساں بینی
کیں جامہ دراں گردد واں نعرہ زناں باشد

جعدہ ایسونیہ کے دام میں

ایسونیہ نے لفظوں کے جادو کے سلسلہ میں نرم لہجے سے آتشِ فریب جلائی اور مکر و حیلہ کے دھاگے سے جعدہ کا دل محبت یزید کے کپڑے سے ٹانک دیا اور قصہ عشق یزید وعدۂ مملکت اور خزانوں میں تصرف کی بات اچھی طرح جعدہ کے کانوں میں اُتار دی اور اُس نے ملک و مال کی ہوس میں محبت یزید کا جام پی لیا اور امامِ حسن علیہ السلام کی دیرینہ رفاقت اور حسن معاشرت فراموش کر دیا۔

مبادا کس کس کہ از زن مہد جوید
کہ از شورہ بیاباں گل نہ روید

جب ایسونیہ کو یقین ہو گیا کہ جعدہ اُس کے مکر و فریب کے دام میں جکڑی گئی ہے تو اس نے واپس آ کر تمام حال مروان کے گوش گذار کر دیا

مروان نے اسے دوبارہ بھیج کر یہ بات جعدہ کے ذہن نشین کرادی کہ جب تک امام حسن زندہ ہیں یہ کام پورا نہیں ہو سکے گا اور اس کے ہاتھ سے زہر بھیج دیا اور اس نے قتل امام کا عزم صمیم کرتے ہوئے تھوڑا سا زہر شہد میں ملا کر آپ کو کھلا دیا اور اس بات کا مضمون منصۂ شہود پر اس طرح جلوہ گر ہو گیا۔

اے دل قدح زہر دما دم میکش
گر نیش رسد بلا دگر کم میکش
چوں نیست شکر جام ہلاہل می نوش
چوں دست نمی دہد فرار غم میکش

امام حسن دار الشفاء رسول میں

امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام اِس شہد کے کھانے سے بیمار پڑ گئے تمام رات آپ کو قے ہوتی رہی اور پیٹ میں درد اُٹھتا رہا۔

صبح ہوئی تو آپ دردمندوں کے دار الشفاء روضۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے اور اپنے جسم انور کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوکھٹ پاک کیساتھ ملا آپ کلی طور پر صحت یاب ہو کر گھر آ گئے۔

آپ کو اِس تکلیف کی وجہ سے جعدہ پر بدگمانی ہو گئی اور آپ اُس کے گھر سے کھانا پینا چھوڑ دیا بلکہ آپ یا تو امام قاسم علیہ السلام کی والدہ مکرمہ کے ہاں کھانا کھاتے یا امام حسین علیہ السلام کے گھر سے صبح شام کھانا منگوا لیتے۔

جعدہ کا دوسرا وار

ایک روز آپ جعدہ کے گھر تشریف لائے تو اُس نے کہا! اے سید مدینہ منورہ کے نواحی نخلستان سے کچھ تازہ کھجوریں آئی ہیں اگر آپ پسند فرمائیں تو لے آؤں؟ امام عالی مقام کو تازہ کھجوریں بے حد پسند تھیں اس لئے آپ نے فرمایا لے آ،

جعدہ طشت میں ڈال کر کھجوریں لے آئی جن میں سے کچھ کھجوریں اُس نے زہر آلود کر رکھی تھیں اور ان کی نشانی اُسے معلوم تھی وہ اس نے ایک طرف رکھ لیں اور باقی دوسری طرف رکھی ہوئی تھیں۔

چنانچہ جب اُس نے کھجوروں کا تھال امام عالی مقام کے سامنے رکھا تو آپ نے فرمایا تو بھی میرے ساتھ شمولیت کر جعدہ نے وہ کھجوریں جن کو زہر آلود نہیں کیا تھا کھانا شروع کر دیا جبکہ امام عالی مقام زہر آلود کھجوریں کھاتے رہے جب آپ نے سات عدد کھجوریں کھالیں تو آپ کا دل خراب ہونے لگا آپ نے کھجوروں سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنے بھائی جناب حسین علیہ السلام کے گھر تشریف لے آئے اور شدت تکلیف سے ساری رات تڑپتے اور کراہتے رہے صبح ہوئی تو آپ نے روضۂ رسول پر جا کر عرض کی۔

پادشاہا در گہت دار الشفائے رحمت است
دردمند ایم و ایں جا بہر درماں آمدیم

دوسری مرتبہ پھر آپ کو اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت کی برکت سے صحت وشفا حاصل ہوگئی آپ روضۂ رسول سے جعدہ کے گھر تشریف لے آئے اور اُسے کہا کل ہم نے تیرے گھر سے جو کھجوریں کھائی تھیں اُنہوں نے میرا عجیب حال کر دیا ہے؟

جعدہ نے خفا ہوتے ہوئے کہا اے میرے سردار میں نے طشت کو ڈھانپ کر رکھا ہوا تھا اور میں بھی اُس میں سے آپ کے ساتھ کھاتی رہی ہوں میں نہیں جانتی کہ یہ کیا بات ہے۔

امام عالی مقام خشمگیں ہو کر اُس کے حجرہ سے باہر آ گئے اور زبان حال سے کہا!

بس ناخوش تیرہ روزگارے دارم
بس درہم و بستہ کاروبارے دارم
غرقہ شدہ ام میانِ گرداب بلا
با آنکہ من از جہاں کنارے دارم

مدینہ سے موصل میں

بعد ازاں آپ نے اپنے بھائیوں کو بُلا کر فرمایا! اے پیارو میں دو سال سے اِس شہر میں ہوں مگر ایک روز بھی تندرست نہیں رہا میں چاہتا ہوں کہ کچھ دنوں کے لئے موصل جا کر آب وہوا تبدیل کروں اور صحت یابی

حاصل کروں اور کچھ وقت کے لئے دشمنوں کے فریب سے نجات حاصل کروں۔

بعدازاں آپ نے حضرت ابن عباس اور تمام مخصوص خدام کو ساتھ لیا اور موصل کی طرف روانہ ہو گئے جب اہلِ شام کو آپ کی موصل میں آمد کا پتہ چلا تو آپ کے دوستوں کو خوشی اور راحت حاصل ہوئی جب کہ آپ کے دشمن محزون وملول ہو گئے۔

اندھے کی لاٹھی

روایت میں آیا کہ دمشق میں ایک انتہائی دشمنِ اہل بیت اندھا شخص رہتا تھا اس نے جب سُنا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام موصل میں پہنچ گئے ہیں تو اس نے اپنے آپ سے کہا! یہ میرا دشمن اور میرے دشمن کا بیٹا ہے اس لئے مجھے اُسے قتل کرنے کے سوا خوشی حاصل نہیں ہوگی اور کسی کو مجھ پر اسے قتل کرنے کا گمان بھی نہیں ہوگا میں موصل میں جا کر پہلے دوستی کی طرح ڈالوں گا اور پھر موقعہ میسر آنے پر جو میرے بس میں ہوگا کر گذروں گا۔

اُس نے اپنے عصا کی نوک کو زہر آلود کروایا اور موصل کی مسجد میں پہنچ گیا امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام وہاں پر نماز پڑھا کرتے تھے اندھے نہایت خلوص وعقیدت کے ساتھ آپ سے ملاقات کی اور روزانہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتا اور آپ کا خطبہ سن کر زار وقطار رویا کرتا

مگر دل میں یہ سوچتا رہتا کہ میں کس طرح اپنی لاٹھی کا زہر آپ کے جسم میں داخل کروں تا کہ اگر آپ کی ہزار جانیں بھی ہوں تو اس زہر کے اثر سے ایک بھی نہ بچ سکے۔

ایک روز امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام عصر کی نماز ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا کر دروازہ میں بیٹھ کر دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھے احباب سے مصروف گفتگو تھے کہ وہ اندھا لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور آپ کو سلام کرنے کے بعد لاٹھی کا سُوا زمین پر مارا جو آپ کی کفِ پا پر پڑا جب اندھے کو محسوس ہوا کہ اُس کی لاٹھی کا سوا زمین کی بجائے امام کے پاؤں پر پڑا ہے تو اُس نے پُوری قوّت سے دباؤ ڈال دیا اور سوا آپ کی کف پا میں اُترتا چلا گیا امام عالی مقام آہ بھر کر بیٹھے بیٹھے گر پڑے اُسی وقت آپ کے پاؤں مبارک میں سوزش ہو گئی اور زخم کی جگہ سے خون جاری ہو گیا۔

اندھے کے ساتھ امام کا سلوک

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر رفقاء نے اندھے کو پکڑ کر مارنا چاہا تو امام عالی مقام نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ ظاہر طور پر بھی اندھا ہے اور اس کا باطن بھی اندھا ہے اور یہ قیامت کے دن بھی اندھا ہی اُٹھایا جائے گا جب اُس اندھے کو پتہ چلا کہ امام عالی مقام نے اسے چھوڑ دیا ہے تو تیزی سے چلتا ہوا لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

امام عالی مقام نے تکلیف سے کراہتے ہوئے فرمایا میں نے چاہا تھا چند روز کے لئے دشمنوں کے مکروفریب سے رہائی حاصل کرلوں گا اور اہل جور و جفا سے خلاصی پا کر بلاؤں اور مصیبتوں سے بچا رہوں گا مگر جہاں کہیں بھی جاتا ہوں رنج و بلا اور تکلیف و مصیبت میرے قریب اور ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔

غم می نزند بے قدم من قدمے
سبحان اللہ زہے وفادار غمے
امروز چوں خود سوختہ ای میطلبم
تاہر دو بدردِ دل بنالیم دمے

جب جرّاح کو بلایا گیا تو اس نے زخم کو دیکھتے ہی کہہ دیا یہ زہر میں ڈبوئے ہوئے لوہے کا زخم ہے اور یہ زخمی کو ہلاک کرنے کی سازش ہے۔

سعد موصلی نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کی یا ابنِ رسول اللہ اگر آپ اس اندھے کو نہ چھوڑاتے تو ہم اُسے ضرور سزا دیتے۔

امام عالی مقام نے فرمایا! وہ خود ہی مکافاتِ عمل کو پالے گا ولا یحیق لامکر الشیء الا باھلہ

بد کیش را بکردگار سپار
تا از او انتقام بستاند

اندھے کا انجام

بہرحال! جراح سمجھدار آدمی تھا اُس نے آپ کا علاج شروع کر دیا اور تمام زہر امام عالی مقام کی نسوں سے کھینچ لیا اِس دوران میں آپ کے احباب اندھے کو تلاش کرتے رہے جبکہ وہ اندھا چودہ روز تک ایک مقام پر چھپا رہا اور پندرہویں روز وہاں سے نکل کر دمشق کے راستے پر ہو لیا اتفاقاً اُس وقت عباس علی سعد موصلی کے ہاں جا رہا تھا اُس نے اندھے کو ہاتھ میں لاٹھی پکڑے جاتے ہوئے دیکھا تو غصہ سے کانپتے ہوئے اندھے کے ہاتھ سے لاٹھی چھین لی اور اُسی لاٹھی سے اس کے سر اور منہ پر ضربیں لگانا شروع کر دیں اور اس کے سر کو پاش پاش کر دیا۔

بعد ازاں عباس کے غلاموں نے اس کے حکم سے اندھے کا سر کاٹ لیا اور تمام موصل میں اُس کے قتل ہونے کی خبر پہنچ گئی سعد موصلی اپنے بھتیجے عمار کو لے کر وہاں پر پہنچا اور ایندھن جمع کر کے اس بدبخت اندھے کی لاش کو جلا دیا۔

مروان کا آخری وار

امام عالی مقام وہاں سے مدینہ منوّرہ کو واپس آ گئے اور ایک روایت کے مطابق شام میں جا کر حاکمِ شام سے گفتگو فرمائی اور اُس پر حُجت قائم

کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے اور بیمار رہنے لگے، اِسی اثناء میں آپ نے جعدہ کے ہاں آمد و رفت ختم کر دی،،

اُدھر مروان نے ایسونیہ کو بلا کر کچھ ہیرے جواہرات دے کر جعدہ کے پاس بھیج دیا، ایسونیہ نے جعدہ کی آگ کو تیز کرتے ہوئے کہ یزید تیرے غم میں بیمار پڑ گیا ہے اور اُس نے پیغام بھیجا ہے کہ اُس کی اُمیدوں اور آرزوؤں کے شُعلے اشتعال پذیر ہو گئے ہیں جو تیرے وصال کے بغیر ٹھنڈے نہیں وہ سکتے اور اُس کے شوق کا مادہ اِس قدر ہیجان میں آ گیا ہے کہ سوائے تیری ملاقات کے شربت کے تسکین نہیں پا سکتا،،

شب ہا کہ دردِ ہجر تو اُے ماہ می کشم
تار و زگریہ می کنم و آہ می کشم

جلدی سے اپنا کام نپٹا لے اور امام حسن کا کام تمام کر دے تا کہ تیرے گُلشنِ عشرت میں نسیمِ راحت کے جھونکے آنا شروع ہو جائیں اور تیری آرزوؤں کے اُفق پر صُبحِ مراد طلوع ہو جائے اور دولتِ ملاقات سعادت مقالات ہاتھ آ جائے،،

اِدراک وصالِ تو کہ مطلوبِ من ست
بروفق مرادِ دل محصل گردو

اے جعدہ کوشش کرنا کہ اِس ہیرے کا کچھ حصّہ پانی یا عرقِ گلاب میں ملا کر اُسے ملا دے اور کسی قسم کا خوف اور تشویش نہ کر،،

جعدہ کا داؤ چل گیا

جعدہ نے جب یہ جواہرات دیکھے اور یزید کی طرف سے محبت انگیز اور اشتیاق آمیز کلمات سنے تو اپنے کام کے لئے پوری طرح تیار ہوگئی اور امام عالی مقام کے قتل کی تدبیریں کرنے لگی مگر باوجود تمام کوششوں اور حیلہ سازیوں کے اُسے موقعہ میسر نہ آسکا، اِس لئے کہ اُس کی کاروائی پر گہری نظر رکھنے کے لئے اُس کے کمرے میں ایک دریچہ بنادیا گیا تھا،

اٹھائیس صفر المظفر جمعہ کی شب اُس نے تھوڑا سا ہیرا لیا اور دریچے سے دیکھتے ہوئے اپنے آپ سے کہا اگر کسی نے مجھے دیکھ کر پوچھا تو کہہ دوں گی کہ مجھ سے امام حسنؑ کی جدائی برداشت نہیں ہوسکی اِس لئے زیارت کو چلی آئی ہوں اور اگر کسی نہ دیکھا تو اپنا کام کر کے واپس آجاؤں گی،

پھر اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا کہ امام عالی مقام سو رہے ہیں اور آپ کی بیٹیاں، بہنیں اور کنیزیں سب کی سب سوئی ہوئی ہیں وہ دبے پاؤں آپ کی خواب گاہ میں آئی، آپ کے سرہانے سے گلاس اُٹھایا جس کا مُنہ کپڑے سے باندھا ہوا تھا، اُس نے کپڑے کو ویسے ہی بندھا رہنے دیا اور ہیرے کے زہر کی تھوڑی سی مقدار کپڑے کے اُوپر ڈال کر اُس پر اُنگلی پھرتی رہی یہاں تک کہ کپڑے کی بندش کو خلل پہنچائے بغیر زہر گلاس میں داخل کر دیا پھر وہ کھڑکی کے راستے اپنے کمرے میں آگئی اور کوئی بھی اُسے یہ کاروائی

کرتے ہوئے نہ دیکھ سکا،،

امام عالی مقام کا خواب

تھوڑی دیر بعد امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام نے بیدار ہو کر اپنی ہمشیرہ سیّدہ زینب کو آواز دی اور کہا! اَے میری بہن میں نے ابھی ابھی خواب میں اپنے نانا جان اور امی جان علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی ہے تھوڑا سا پانی لائیں تا کہ وضو کروں۔

پھر آپ نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سرہانے سے گلاس اُٹھایا جو اُسی طرح بندھا پڑا تھا اُس میں آپ نے پانی کا ایک گھونٹ پیا اور کہا آہ یہ کیسا پانی ہے کہ میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں؟ پھر آپ نے کسی کو بھیج کر امام حسین علیہ السلام کو بُلایا اور آغوش میں لے کر فرمایا بھائی جان آپ پر اللہ کی رحمت ہو اب قیامت کے دن ملاقات ہو گی،،

ما بارِ فراق بر نہادیم و شدیم
صد چشمۂ زخونِ دل کشادیم و شدیم
کام دل ما تو بودے اندر عالم
ما کامِ بنا کامِ بدادیم و شدیم

بھائی جان! میں نے ابھی ابھی اپنے جدِ امجد اور والدین کریمین کو خواب میں دیکھا اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور جنّت الفردوس میں لے گئے

میں نے وہاں پر بے عیب نورانی حوروں کو دیکھا اور نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے! خوش ہو جا کہ تجھے دشمنوں سے خلاصی حاصل ہو گئی اور تکلیف و مصیبت کے دِن ختم ہو گئے کل رات تو ہمارے پاس ہو گا، میں نے خواب سے بیدار ہو کر اِس گلاس میں سے پانی پیا تو اُس نے حلق سے ناف تک میری آنتوں کو کاٹ دیا ہے،،

امام حسین علیہ السلام نے گلاس ہاتھوں میں لے کر فرمایا میں تھوڑا سا پی کر دیکھتا ہوں کہ یہ کیسا پانی ہے؟

امامِ حسن علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں سے گلاس لے کر زمین پر پھینک دیا اور تمام پانی بہہ گیا، جہاں جہاں وہ پانی گرا اُس اُس مقام سے زمین اُبلنے لگی،،

زہرِ بلا اگرچہ چشید اولیاء
امابدیں مشابہ کسے زہر کے چشید

جگر ٹکڑے ہو گیا

اُسی وقت اچانک امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کے پیٹ میں درد اُٹھا اور آپ زمین پر لوٹنے اور فریاد کرنے لگے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا آپ کو قے آنے لگی تو آپ کے سامنے طشت رکھ دیا جس میں آپ کا جگر اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر حلق سے باہر آ گئیں جب جب اُس طشت کو

اُٹھایا گیا تو اُس میں آپ کے جگر مبارک کے ستر ٹکڑے تھے جو حلق مبارک کے راستے باہر آ گئے ایک قول کے مطابق ایک سو ستر ٹکڑے تھے جو طشت میں شمار کیے گئے

چنانچہ ابنِ حسام فرماتے ہیں،،

کہ ریخت سوئش الماس ریزہ در قدحش
کہ زہر گشت آن آبِ خوشگوار حسن
دَر اندرون صدو ہفتاد پارہ شُد جگر
ہم زراہِ گلو ریخت در کنارِ حسن
برنگِ گوہرِ الماس شد زُمرّہ فام
مفرّح لبِ یاقوت آبدارِ حسن
جگر بسوخت شفق راُچولالہ زآتشِ دل
زحسرتِ جگر خستہ فگارِ حسن
لبش کہ مایہ تریاق بود شُد پُر زہر
فغاں زتلخیِ شہد شکر نثارِ حسن
ستارہ خوں بچکاند زچشم اگر بیند
جراحتِ جگر و چشم اشکبارِ حسن
بباغ عترتِ پیغمبر از خزانِ ستم
بر نجت لالہ و نسریں زنو بہارِ حسن

بنفشہ بیں سرِ حسرت نہادہ بر زانو
زموئے غالیہ بوئے بنفشہ وار حسن

حدیثِ معراج کی تفسیر

جب آفتابِ بلندی پر آیا تو امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کا رنگ مبارک سبزی مائل وہ گیا آپ نے پُوچھا! میرے چہرے کا کیا رنگ ہے؟

لوگوں نے بتایا! سبزی مائل آپ نے امام حسین کی طرف رُخِ انور کرتے ہوئے فرمایا بھائی جان معراج کی حدیث ظاہر ہوگئی ہے؟

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! ہاں اور اپنے بازو بھائی کی گردن میں حمائل کردیئے اور ایک دوسرے کے چہرے پر چہرہ رکھ کر دونوں نے رونا شروع کردیا حاضرین نے یہ منظر دیکھا تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور عرض کی اے ابنِ رسول اللہ ہمیں حدیثِ معراج کے بارے میں بتائیں؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! ہمارے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ مجھے معراج کی رات جنت کے باغات میں لے گئے اور جملہ اہلِ ایمان کے مرتبے اور مدارج دکھائے میں نے وہاں پر ایک ہی طرز کے بنے ہوئے دو محل ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو دیکھے ایک محل سبز زُمرد کا بنا ہوا تھا جس کی شعاعیں میری نگاہوں کو خیرہ کررہی تھیں دوسرا سُرخ یاقوت کا بنا ہوا

تھا جس کی صفائی آفتابِ جہاں تاب کی طرح نُور بکھیر رہی تھی، میں نے
رضوان سے پوچھا یہ محلات کس کے لئے ہیں؟
رضوان نے کہا! ایک حسنؑ کے لئے ہے اور دُوسرا حسینؑ کے لئے
ہے،
میں نے پوچھا! دونوں کا ایک رنگ کیوں نہیں؟
رضوان یہ سُن کر خاموش ہو گیا تو میں نے کہا تُو نے جواب کیوں
نہیں دیا؟
جبریل نے کہا! یارسول اللہ! اسے بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، قصرِ
سبز حسنؑ کے لئے ہے کیونکہ اُنہیں زہر دیا جائے گا اور آخر وقت پر اُن کے
چہرے کا رنگ سبزی مائل ہو جائے گا، حسینؑ کے لئے سُرخ محل اِس لئے ہے
کہ اُنہیں شہید کیا جائے گا اور وقتِ آخر اُن کا چہرہ خُون سے سُرخ ہو جائے
گا،،
امام حسن علیہ السلام نے یہ واقعہ بیان کیا اور امام حسین کو سینے سے لگا
کر بھینچ لیا ہر دو حضرات ایک دُوسرے کے چہرے سے چہرہ ملنے لگے اور ایک
دوسرے کی پیشانی چومتے ہُوئے اِس طرح روئے کہ کسی شخص میں اِس منظر کو
دیکھنے کی تاب نہ رہی چنانچہ حاضرین مجلس بھی اُن کے ساتھ مل کر گریہ کناں
ہو گئے بلکہ اس گریہ وزاری میں در و دیوار اور حجر و شجر بھی شامل ہو کر بادلوں کی
طرح اشکبار ہو گئے،،

بگذار تا بگریم چوں ابر در بہاراں
کز سنگ گریہ خیزد روزِ وداعِ یاراں

رونے دیں

حق یہ ہے کہ اِن جیسے واقعات میں رونے سے منع نہ کیا جائے اور اِن مصائب جیسی مصیبتوں میں رونے والے کو معذور جاننا چاہیے، وہ کون سا دل ہے جو اس بارِ گراں کو کھینچنے کا متحمل ہو سکتا ہے اور وہ کون سی آنکھ ہے جو اِس مصیبتِ جاں سوز پر اشکباری کا حق ادا کر سکے،،

گر بقدرِ سوزشِ دل چشمِ من بگریستے
مرغ و ماہی در غمِ من تن بتن بگریستے
زہرہ کو تا زہر جام دشمن آوردی بیاد
وز سرِ حسرت چوں زہرا بر حسن بگریستے
حالِ یاقوت بش کز زہر شد زنگار فام
گر بدانستے عقیق اندر یمن بگریستے
لعل اگر آں خردۂ الماس دیدے بر بش
خون شُد وز سوزِ آں فخرِ زمن بگریستے
زاں جگر کاں پارہ پارہ شُد اگر آگاہ شُدے
مُرغ زاری کر دے و بہرِ حسن بگریستے

امام کو زہر کس نے دیا

''شواہد النبوت'' میں آیا ہے کہ امام عالی مقام امام حسن علیہ السلام کے وصال پاک کے وقت آپ کے بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام نے آپ کے سرہانے بیٹھ کر پوچھا بھائی جان آپ کے خیال کے مطابق آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! کیا آپ اِس لئے پوچھ رہے ہیں کہ زہر دینے والے کو قتل کر دیں؟

اِمام حسین علیہ السلام نے فرمایا! ہاں

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا اگر زہر دینے والا وہ شخص ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کا غضب سب سے زیادہ شدید تر ہے، اور اگر وہ نہیں تو مُجھے پسند نہیں کہ میرے لئے کسی بے گناہ کو قتل کر دیا جائے،

حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ فصل الخطاب میں فرماتے ہیں حضرت امام حسن علیہ السلام کو چھ مرتبہ زہر دیا گیا، پانچ مرتبہ کا دیا ہوا زہر آپ پر کارگر نہ ہوا جب کہ چھٹی مرتبہ کارگر ہو گیا، امام حسین علیہ السلام نے آپ کے سرہانے آ کر کہا آپ مجھے زہر دینے والے کا نام بتائیں میں اُس کے ساتھ جنگ کروں گا؟

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا! برادرِ عزیز ہمارے نانا جان، نانی جان، ابا جان، امی جان و دیگر اہلِ بیت میں سے کوئی ایک بھی اشارے اور غمازی کرنے والا نہ تھا اور غمازی اچھی چیز نہیں،

رفتیم و غم عشقِ تو در سینہ نہفتیم
باہیچ کسے حالِ دل خویش نگفتیم

اِمام حسن کا قاتل سے خطاب

تاہم روایات میں آتا ہے کہ آپ نے اسماء یعنی جعدہ کو خلوت میں بلا کر فرمایا اے جفا کار و بے وفا دوست اور میری ناسازگار بیوی میں نے تجھ پر کرم کیا ہے اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو تیرے کردار سے آگاہ نہیں کیا اور نہ ہی تیرے چہرے سے تیرے کام کا پردہ اُٹھایا ہے اور تیرے کام کو قیامت کے دن پر چھوڑ دیا ہے، کیا تجھے خدا سے کچھ شرم نہ آئی اور میرا کوئی تعلق تیرا دامن گیر نہ ہوا؟ کیا دوست دوستوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں؟ اور مجھ سے وفادار دوست کے ساتھ بلا وجہ بے وفائی تو نے کس طرف سے کی ہے؟

اُے یار کسے بے سبب یار کشد
وانگاہ چو من یار وفادار کشد
تو دوست مگو دشمنِ خود گیر مرا
کس دشمنِ خویش را چنیں زار کشد